HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE

تاریخ انحطاط و زوالِ روما

انگلستان کے مشہور مؤرخ و ادیب

ایڈورڈ گبن کی شہرہ آفاق و معرکۃ الآرا اور لازوال کتاب

ترجمہ و تحقیق: اخلاق احمد قادری

HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE

تاریخ انحطاط وزوالِ روما

انگلستان کے مشہور مؤرخ وادیب

ایڈورڈ گبن کی شہرہ آفاق ومعرکۃ الآرا اور لازوال کتاب

ترجمہ وتحقیق

اخلاق احمد قادری

بک فورٹ

ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز

ہاؤس نمبر 9، سٹریٹ نمبر 32، غنی محلہ، سنت نگر، لاہور۔

E-mail : bookfort.zmdin@gmail.com

(C) کاپی رائٹ بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب :	تاریخ انحطاط وزوالِ روما
ترجمہ وتحقیق:	اخلاق احمد قادری
بار اشاعت:	اوّل
سرورق :	احسن گرافکس
ناشر :	زاہد محی الدین
اشاعت :	2017
پرنٹرز :	ہاشم اینڈ حماد پریس، لاہور
قیمت :	-/550 روپے

ملنے کا پتہ: بک فورٹ ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، ہاؤس نمبر 9، سٹریٹ نمبر 32، غنی محلّہ، سنت نگر، لاہور، پاکستان ۔ فون نمبر: 0300-4931320

E-mail : bookfort.zmdin@gmail.com

فہرس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
✿	کچھ مصنف کے بارے میں	27
✿	عرضِ مؤلف	31
✿	باب اوّل: قیصران انطونینس کے عہد میں سلطنت کی وسعت	35
✿	آگسٹس کا اعتدال	36
✿	قیصر آگسٹس کے جانشین اور اس کے مقلد	37
✿	برطانیہ کی اکلوتی فتح	38
✿	ڈیشیا (Dicia) کی فتح	40
✿	قیصر ٹراجن کی مشرق میں فتوحات	41
✿	ہیڈرین کا مشرق سے منہ موڑنا	42
✿	ہیڈرین اور انطونینس پاکباز کا اختلاف طبع	42
✿	ہیڈرین اور انطونینس کی کی صلح پسند حکمت عملی	43
✿	مارکس انطونینس کی دفاعی جنگیں	43
✿	سلطنت روما کا عسکری نظام	44

✿	فوج کا نظم وضبط	45
✿	فوج کے قواعد وضوابط	46
✿	شہنشاہوں کے زمانے میں فوج کا ارتقا	47
✿	اسلحہ جات	47
✿	گھڑ سوار دستے	48
✿	امدادی فوج	49
✿	منجنیقیں یا توپ خانہ	50
✿	چھاؤنیاں یا لشکر گاہیں	50
✿	حالت کوچ	51
✿	فوج کی تعداد اور ترتیب	51
✿	بحری طاقت یا بحریہ	52
✿	تخمینہ افواج	53
✿	سلطنت کے صوبے	54
✿	ہسپانیہ (Spain)	54
✿	گال یا فرانس	55
✿	برطانیہ	55
✿	اٹلی، اطالیہ	56
✿	ڈینیوب اور الیریا	57

✿	رائیشیا	57
✿	ناریکم اور پینونیا	58
✿	ڈالمیشیا (Dalmacia)	58
✿	میزیا اور ڈیشیا	59
✿	تھریس، مقدونیا اور یونان	59
✿	ایشیائے کوچک	60
✿	شام، فونیقیا اور فلسطین	60
✿	مصر	61
✿	افریقہ	62
✿	بحیرۂ روم اور اس کے جزائر	63
✿	سلطنت روما کے عام حالات	63
✿	باب دوم: انطونیوں کے عہد میں سلطنت کا اتحاد اور داخلی خوش حالی	65
✿	اصول سلطنت	65
✿	مذہبی رواداری	66
✿	عوام	66
✿	فلاسفہ	67
✿	رومی حکام	68
✿	صوبوں کی حالت	69

✿	روما کی حالت	70
✿	روما کی آزادی	70
✿	اٹلی	72
✿	سلطنت کے صوبجات	73
✿	نوآبادیاں اور بلدیاتی ادارے	73
✿	لاطینی اور یونانی	75
✿	دونوں زبانوں کا عام استعمال	77
✿	غلاموں کی حالت	77
✿	غلاموں کی آزادی	78
✿	غلاموں کی تعداد	79
✿	گنجان آبادی	80
✿	اتحاد واطاعت گذاری	80
✿	رومی آثار صنادید	81
✿	ہیرودایٹی کوس کی مثال	83
✿	اس کی شہرت	84
✿	رومیوں کی رفاہی عمارات	85
✿	سلطنت کے شہروں کی عظمت اور تعداد	87
✿	افریقہ کے شہر	88

✿	رومی شاہراہیں	89
✿	ڈاک کا نظام	90
✿	بحری راستے اور جہاز رانی	90
✿	مشرقی خطوں میں زراعت کی ترقی	91
✿	پھلوں اور پھولوں کی ترسیل	91
✿	انگور کی بیل	92
✿	زیتون	92
✿	السی یاسن	93
✿	مصنوعی گھاس	93
✿	عیش وعشرت کا سامان	93
✿	غیر ملکی تجارت	94
✿	سونا چاندی	95
✿	عام خوشحالی	95
✿	عسکری طاقت میں کمزوری	96
✿	دانش وحکمت میں کمی	96
✿	قومی تنزل	98
✿	باب سوم: انطونیوں کے عہد میں رومی سلطنت کا نظام حکومت	99
✿	شخصی مطلق العنانی کا خاکہ	99

✿	آگسٹس کی مطلق العنانی کی طرف پیش رفت	99
✿	رومی سینیٹ کی اصلاح	100
✿	آگسٹس کی جاہ طلبی سے دست کشی	101
✿	آگسٹس کی شہنشاہیت کے متمنی	102
✿	رومی سپہ سالاروں کے اختیارات	103
✿	شہنشاہ کے مددگار اور ساتھی نائبین	104
✿	شہنشاہ اور سینیٹ میں صوبوں کی تقسیم	104
✿	حلف وفاداری، آگسٹس کا فوجی انتظام اور محافظ سپاہ	105
✿	مجسٹریٹ اعلیٰ اور حاکم فوجداری	105
✿	شاہی اختیارات	106
✿	حکام	107
✿	سینیٹ یا مجلس ملکی	108
✿	شاہانہ طرز حکومت کے خدوخال	109
✿	دربار شاہانہ	109
✿	درجہ الوہیت پر فائز ہو جانا	109
✿	آگسٹس سیزر کے خطابات	111
✿	آگسٹس کی سیرت اور حکمت عملی	112
✿	عوامی آزادی کا مجسمہ	113

✿	کیلی گولا کی موت پر سینیٹ کی کوشش	113
✿	افواج کے لیے مجسمہ آزادی	114
✿	وفاداری	115
✿	جانشین کا تقرر	115
✿	ٹائبریس کا بطور جانشین تقرر	116
✿	قیصر طیطس کا تقرر	116
✿	فلیوین خاندان	116
✿	ٹراجن کا متبنیٰ ہونا	117
✿	ہیڈرین	118
✿	ویروس کا متبنیٰ ہونا	119
✿	دونوں انطونیوں کا متبنیٰ بننا	120
✿	انطونی پائیس کی سیرت	121
✿	مارکس آریلیوس	121
✿	خوشحالی اور فارغ البالی کا دور	122
✿	نظام حکومت کی غیر ثباتی	123
✿	ٹائبریس، کیلی گولا اور نیرو کی یادگاریں	123
✿	رومیوں کے خاص مصائب	124
✿	مشرقی اقوام کی مثالیں	124

✿	رومیوں کے علوم اوران کی حریت پسندی	125
✿	سلطنت کی وسعت	127
✿	باب چہارم: کموڈوس کے مظالم، حماقتیں اور قتل اور پرٹینکس کا انتخاب	129
✿	مارکس کی نرم دلی	129
✿	فاسٹینا کے ساتھ تعلقات	129
✿	کموڈوس سے اس کا سلوک	130
✿	کموڈوس کی تخت نشینی	131
✿	کموڈوس کے کردار کی تصویر کشی	132
✿	روم واپسی	132
✿	کموڈوس پر قاتلانہ حملہ	133
✿	کموڈوس کی سینیٹ کے خلاف کارروائی	134
✿	کوئنٹیلین خاندان پر مظالم	134
✿	وزیر پیرینس	135
✿	میٹرنوس کی بغاوت	136
✿	وزیر کلینڈر	137
✿	کلینڈر کی سازش اور موت	138
✿	کموڈوس کی عیش پرستی	140
✿	جہالت اور سیر وشکار کا شوق	140

✿	جنگلی جانوروں کا شکار	141
✿	کموڈوس کا اپنے کمالات کا مظاہر دکھانا	141
✿	کموڈوس اور پٹہ بازی کا شغف	142
✿	بدنامی اور بے اعتدالی کی انتہا	143
✿	ایک محلاتی سازش	144
✿	کموڈوس کی موت 31 دسمبر 192ء	144
✿	پرٹینکس کا انتخاب	145
✿	پرٹینکس محافظ سپاہ کے کیمپ میں	145
✿	سینیٹ کی رضامندی وتوثیق	146
✿	کموڈوس کے اعزازات اور خطابات کی منسوخی	147
✿	شہنشاہوں پر سینیٹ کے اختیارات	147
✿	پرٹینکس کے اطوار وعادات	148
✿	اصلاح نظام حکومت	149
✿	قواعد وضوابط	149
✿	اس کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت	150
✿	محافظ فوج کی بے اطمینانی	151
✿	ایک اور سازش	151
✿	محافظ فوج کا پرٹینکس کو قتل کرنا	152

✿	باب پنجم: محافظ سپاہ کی ڈیڈوس جولیانوس کو سلطنت کی کھلے عام فروخت	153
✿	کلوڈوس البی نوس برطانیہ میں، پسکی اوس نائجر شام میں سویرس کا اعلان جنگ	153
✿	آبادی اور فوج میں نسبت باہمی	153
✿	محافظ فوج کا ادارہ	154
✿	محافظ فوج کی چھاؤنی	155
✿	اس کی طاقت اور خود اعتمادی	155
✿	ان کے بظاہر جائز مطالبات	155
✿	ان کا حکومت کو نیلام کرنا	156
✿	جولین کا سلطنت کو خریدنا	157
✿	جولیانوس کو سینیٹ نے شہنشاہ تسلیم کیا	158
✿	رعایا کی برہمی	159
✿	برطانیہ، شام اور پنونیا کی افواج	159
✿	کلاڈیس البی نوس	160
✿	پسکنی اوس نائجر	161
✿	پنونیا اور ڈالمیشیا	162
✿	سپٹمیس سویرس	163
✿	پنونیا کی فوج کا سویرس کو شہنشاہ بنانے کا اعلان	163

✿	اطالیہ میں داخلہ	163
✿	روم کی طرف پیش قدمی	164
✿	جولین کی مصیبت اور پریشانی	165
✿	اس کا طریق عمل	165
✿	محافظ فوج کا جولین کو تنہا چھوڑ دینا	166
✿	جولین کا قتل	167
✿	محافظ سپاہ کی ذلت	167
✿	سویرس مسند عدالت پر جلوہ افروز ہوا	167
✿	پرٹینکس کی آخری رسومات	168
✿	سویرس کا اپنے حریفوں پر فتح یاب ہونا	168
✿	دو خانہ جنگیاں	169
✿	سویرس کی حکمت عملی	169
✿	نائیجر کے ساتھ اس کا رویہ	170
✿	البی نوس کے ساتھ اس کا برتاؤ	170
✿	خانہ جنگی	171
✿	بارنطیم کا محاصرہ	173
✿	نائیجر اور البی نوس کی موت اور خانہ جنگی کے نتائج	174
✿	سویرس کے سینیٹ کے خلاف اقدامات	174

✿	اس کی دانائی اور انصاف	175
✿	امن کا دور دورہ	176
✿	فوج کی عیش کوشی	176
✿	محافظ فوج کا دوبارہ تقرر	177
✿	محافظ فوج کی سالاری	178
✿	سینیٹ فوج کے دباؤ میں	179
✿	شاہی اختیارات کے نئے اسلوب	179
✿	باب ششم: سویرس کی موت، کیراکلا کے مظالم، مارکونیس کا غاصبانہ قبضہ ایلاگابولوس کی حماقتیں، الیگزینڈر سویرس کی عمدہ خصلتیں اور فوج کی عیش کوشیاں اور روم کے بجٹ کی عام حالت	181
✿	سویرس کی عظمت اور بے چینی	181
✿	امپریس جولیا	182
✿	کیراکلا اور گیٹا	183
✿	باہمی حسد ورقابت	183
✿	تین شہنشاہ	184
✿	جنگ کیلڈونیا 208ء	184
✿	فنگال اور اس کے سورما	185
✿	رومی اور کیلیڈونیوں میں اختلاف	185

✿	کیراکلا کی حرص	186
✿	سویرس کی وفات اور دونوں بیٹوں کا تخت نشین ہونا	187
✿	باہمی رقابت وحسد	187
✿	بھائیوں میں بیکار خط وکتابت	188
✿	گیٹا کا قتل، 27 فروری 212ء	189
✿	کیراکلا کا پچھتاوا اور اس کے مظالم	190
✿	پی ٹین کی موت	191
✿	کیراکلا کے مظالم کا دائرہ پوری سلطنت پر محیط ہوگیا	192
✿	انتظامی امور میں خلل	193
✿	کیراکلا کا قتل 8 مارچ 217ء	194
✿	سکندر اعظم کی پیروی	195
✿	میکری نیس کا انتخاب	196
✿	سینیٹ کی ناراضگی	197
✿	فوج کی حالت	197
✿	میکری نیس کی اصلاح فوج	198
✿	ملکہ جولیا کی موت اور الاگابالس	199
✿	میکرینیس کی شکست اور موت	200
✿	ایلاگابولس کا سینیٹ کے نام خط	201

✿	ضعیف الاعتقادی	202
✿	ایلاگابولس کی تصویر	204
✿	نئے شہنشاہ کی زنانہ عیش پرستیاں	204
✿	شہنشاہ کی خصوصیات	205
✿	فوج کی بے اطمینانی کی کیفیت	206
✿	الیگزینڈی سویرس کی ولی عہدی	207
✿	محافظ سپاہ کی بغاوت اور ایلاگابولس کا قتل	207
✿	الیگزینڈر سویرس کی تخت نشینی	208
✿	مامائیا کے اختیارات	208
✿	عمدہ اور بہتر انتظام سلطنت	210
✿	الیگزینڈر کی عمدہ تعلیم وتربیت	210
✿	الیگزینڈر کا روزنامچہ	211
✿	رومی سلطنت کی خوش حالی کا دور	212
✿	الیگزینڈر انطونی نس کا خطاب اختیار نہیں کرتا	213
✿	فوج کی اصلاح کی کوششیں	213
✿	محافظ فوج نے الپیین کو قتل کر دیا	214
✿	مورخ ڈایونی کیسس کی جان کو خطرہ	215
✿	فوج کا بگڑنا	215

۞	شہنشاہ کا استقلال	216
۞	اس کی ذاتی کمزوریاں	217
۞	خزانے کے خالی ہونے کے سبب	218
۞	بنیاد	219
۞	رومیوں کو ٹیکس سے نجات	219
۞	ایشیا سے وصول کیے جانا والا ٹیکس	220
۞	مصر کا محصول	220
۞	افریقہ کا محصول	221
۞	اسپین کا محصول	221
۞	جزیرہ گیاروس کا مالیہ	221
۞	تمام محاصل	222
۞	آگسٹس کا رومیوں پر ٹیکس عائد کرنا	222
۞	محصول چنگی	223
۞	آگسٹس کے آبکاری محصولات	224
۞	وراثت ٹیکس	224
۞	قوانین اور عادت کے مطابق ٹیکس	225
۞	شہنشاہوں کے قواعد وضوابط	226
۞	مختلف صورت حال اور کیراکلا کا حکم	227

✿	صوبجات میں بسنے والوں کو شہریت دینے کا مقصد	228
✿	روم کی عام آزادی کے نتائج	228
✿	باب ہفتم: میکسمین کی تخت نشینی اور اس کے مظالم، سینیٹ کے اشارے پر افریقہ اور اطالیہ میں بغاوت ہونا، خانہ جنگیاں، میکسمین اس کے بیٹوں کا تشدد آمیز قتل، فلپ کا سلطنت کو غصب کرنا اور اس کے کھیل تماشے	230
✿	استہزا	230
✿	اس کے فوائد	231
✿	شخصی حکومتیں	231
✿	رومیوں کے ہاں اس بات کا لحاظ نہیں تھا	232
✿	میکسمین کی پیدائش اور قسمت کے کھیل	233
✿	فوجی خدمات اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونا	234
✿	میکسمین کی سازش	234
✿	الیگزینڈر سویرس کا قتل	236
✿	میکسمین کے مظالم	236
✿	صوبجات میں اس کے مظالم	238
✿	افریقہ میں بغاوت	239
✿	گورڈیانوس کا انتخاب	240

✿	گورڈیانوس کے عادات واطوار	240
✿	اختیارات کو مستحکم کرنے کی استدعا	242
✿	سینیٹ کے نام خطوط	242
✿	سینیٹ گورڈیان کے انتخاب کی توثیق کرتی ہے	242
✿	روم اور اطالیہ پر قبضہ	244
✿	خانہ جنگی کی تیاریاں	244
✿	گورڈیانوس کی شکست اور موت	245
✿	میکسمیس اور بیلبانوس کا انتخاب	246
✿	شہنشاہوں کے عادات واطوار	247
✿	روم میں ہنگامے اور گورڈین کے بیٹے کا سیزر قرار پانا	247
✿	میکسمین سینیٹ اور اس کے شہنشاہوں پر حملہ کرتا ہے	248
✿	اٹلی پر حملہ	249
✿	ایکوئیلیا کا محاصرہ	250
✿	میکسمیس کا طرزِ عمل	251
✿	اپریل 238ء، میکسمین اور اس کے بیٹے کا قتل	251
✿	میکسمین کی تصویر	252
✿	رومی دنیا میں مسرت کی لہر	253
✿	روم کی سازش	254

۞	محافظ سپاہ کی بددلی	254
۞	میکیس مئیس اور بیلبانوس کا قتل	255
۞	صرف گورڈین تیسرا شہنشاہ باقی بچا	256
۞	گورڈین کی معصومیت اور اس کی خوبیاں	257
۞	مسی تھیئس کا طرزِ حکومت	258
۞	جنگ فارس	258
۞	فلپ کی کارگزاریاں	259
۞	گورڈین کا قتل	259
۞	حکومت پر فوجی رنگ چھا گیا	259
۞	گورڈین کی تنہا حکومت کرنے کی خواہش	260
۞	فلپ کی حکومت	261
۞	سو سال میں ایک بار منعقد ہونے والے کھیل	261
۞	سلطنت روم کا تنزل	262
۞	باب ہشتم: ساسانی سلطنت میں اردشیر کی بحالی ملک فارس کی کیفیت اور نظام حکمرانی	264
۞	وحشی اقوام کے ہیبت ناک حملوں کا آغاز	264
۞	ساسانی سلطنت کا قیام اور اس کے اثرات	265
۞	اردشیر کی تخت شہنشاہی تک رسائی	266

✿	اہل فارس کی مذہبی حالت	267
✿	زرتشت کا مسئلہ ثنویت	267
✿	زرتشت کی دینیات کی تفہیم میں غلطی	268
✿	زرتشت کے مدارج	268
✿	اردشیر کا سلطنت کو مستحکم کرنا	269
✿	خارجہ محاذ پر	270
✿	نادیر پار ومی فتوحات	271
✿	اردشیر کی طرف جنگ کا مڑنا	272
✿	الیگزنڈر سیویرس کی ناتجربہ کاری اور بزدلی	273
✿	اردشیر کی شاہ پور کو وصیت	274
✿	باب نہم: شہنشاہ دقیانوس کا عہد۔ وحشی قبائل کے حملوں سے پہلے جرمنی کی کیفیت۔ شہنشاہ گیلوس، ایمیلیانوس، ویلیرئین اور لیگی نوس تیس متشدد شخصیات	277
✿	روم کے زوال وانحطاط میں اہل فارس کا کردار	277
✿	شہنشاہ دقیانوس (Decius) کی تخت نشینی	277
✿	گوتھ قبائل کے حملے اور گوتھ	279
✿	گوتھ مختلف ادوار میں	280
✿	گوتھوں کا دوسرا حملہ	281

۞	شہنشاہ کی گمشدگی	281
۞	ہوسٹیلیانوس کی تخت نشینی کا فیصلہ اور صلح	282
۞	سلطنت کی کمزور اور خطرناک حالت	282
۞	ایمیلیانوس کو شہنشاہ کا خطاب	283
۞	ویلیرین کی تخت نشینی	283
۞	جرمنی کے جنگجو قبائل کا روما پر حملہ	284
۞	گیلی نوس کی پریشانی	285
۞	گوتھوں کی بحری مہمات	285
۞	شاہ پور کی فتوحات	287
۞	ویلیرین شاہ پور کی قید میں	287
۞	غلام شہنشاہ کی اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش	288
۞	شاہ پور اور اوڈینا تھوس کا تحفہ	290
۞	ویلیرین سے ذلت آمیز سلوک	290
۞	گیلی نوس کا رویہ	291
۞	تاج وتخت کے انیس دعویدار	292
۞	تخت شاہی کے یہ امیدوار	292
۞	انیس غاصبوں کا عہد	293
۞	سلطنت تباہی کے دہانے پر	294

✿	سسلی کی بدانتظامی	295
✿	اسکندریہ کی سیاسی بے چینی	295
✿	ایساعوریہ کی بغاوت	296
✿	تاریخ کا دور ابتلا	296
✿	مبالغہ آرائی	297
✿	باب دہم: کلاڈیس کی حکومت، گوتھوں کی ہزیمت اور ئیلین کی کامیابیاں اور موت، زینوبیا، ملکہ مشرق کے ذاتی اوصاف	298
✿	سلطنت کی عمومی کیفیت	298
✿	آریولوس کی نامزدگی	298
✿	اس کی آخری کوشش	299
✿	کلاڈیس کا حسب نسب اور تخت نشینی	300
✿	نئے شہنشاہ اور سینیٹ کے خوشگوار تعلقات	301
✿	نئے شہنشاہ کا انصاف	301
✿	سلطنت کی ماضی کی شان وشوکت کو بحال کرنے کی کوشش	302
✿	گوتھوں کے خلاف کارروائی	302
✿	کلاڈیس کا ایک مراسلہ سینیٹ کے نام	303
✿	جنگ نائسوس	303
✿	فاتح موت کا اسیر ہوگیا	304

۞	اورئیلین کی تخت نشینی اور کامیابیاں	305
۞	گوتھوں کی واپسی	306
۞	آلمانیہ قبائل کی بغاوت	307
۞	ٹیڑی کوس کے خلاف کارروائی	308
۞	زینوبیا کی شکست	308
۞	اورئیلین کی آخری کامیابی اوراس کا کردار	311
۞	سب سے کامیاب رومی جرنیل	312
۞	اورئیلین کی موت	312
۞	باب یک از دہم: اورئیلین کی موت کے بعد فوج اور سینیٹ کی حکمت عملی، ٹیسی ٹس، پروبوس، کاروس اوراس کے بیٹے کا عہد	314
۞	رومی شہنشاہوں کا انجام	314
۞	ٹیسی ٹس کا انتخاب	315
۞	ٹیسی ٹس کا عذر وانکار	315
۞	ٹیسی ٹس کا انتظام سلطنت	316
۞	صوبوں کو مراسلات کی ترسیل	317
۞	شہنشاہ افواج کے روبرو	318
۞	الانی قبائل سے جنگ اور کامیابی	318
۞	ٹیسی ٹس کی حکومت کی مختصر مدت	319

✿	فلاریانوس کی نااہلی	319
✿	پروبوس کی تخت نشینی اوراس کا کردار	320
✿	پروبوس کی فوجی عظمت	321
✿	رومی سلطنت کی سب سے اہم اور بڑی خدمت	322
✿	مشرق میں ساطری نوس کی بغاوت	322
✿	مغرب میں بونوسوس اور پرکوس کی بغاوت	323
✿	پروبوس کی فتوحات کا جشن	323
✿	پروبوس کا قتل	324
✿	کاروس کی تخت نشینی	324
✿	کاروس کی حکومت کے بارے میں پیشن گوئی	325
✿	فارس کی مہم پر روانگی	325
✿	شاہ بہرام کی امن پسندانہ حکمت عملی	326
✿	کاروس کے خیمہ پر آسمانی بجلی کا گرنا	326

.....☆☆☆.....

کچھ مصنف کے بارے میں

انگلستان کے مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن Edward G کا شمار گذشتہ تقریباً سوا دو سو سال سے دنیا کے مستند اور قابلِ اعتبار مؤرخین میں ہوتا ہے۔ اس کی یہ شہرت اس کی شہرۂ آفاق تصنیف Fall of the Roman Empire کی وجہ سے ہے۔ اپنی اس معرکۃ الآرا تصنیف میں گبن نے نہ صرف روما کی صدیوں کی تاریخ سمو دی ہے بلکہ اس نے اپنی اس کتاب میں بے شمار قبائل، اقوام عالم اور بادشاہوں اور شرفا کے شجرۂ نسب کا ذکر بھی کیا ہے۔ ''زوال و انحطاط روما'' کی پہلی جلد 1776ء میں شائع ہوئی تھی۔ گبن کا خیال تھا کہ پہلی بار صرف پانچ سو جلدیں شائع کی جائیں مگر اس کے ناشر نے ایک ہزار جلدیں شائع کرنا مناسب سمجھا۔ 1776ء میں جب یہ کتاب شائع ہوئی تو لوگوں نے اس کی اتنی قدر افزائی کی کہ اس کا یہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا اور جلد ہی دوسرے، تیسرے اور پھر چوتھے ایڈیشن کی ضرورت پیش آ گئی۔ اس کتاب کی نہ صرف عام قاری بلکہ سمجھ دار اور وسیع النظر نقادوں نے بھی تعریف کی۔ 1781ء میں اس کی اگلی دو اور جلدیں شائع ہوئی تاہم وہ پہلی جلد کی طرح مقبولیت نہ حاصل کر سکیں۔

ایڈورڈ گبن 8 مئی 1737ء میں پیدا ہوا۔ گبن بچپن میں ایک ضعیف القویٰ بچہ تھا اور اکثر بیمار رہتا تھا۔ بیماری کے سبب وہ مسلسل تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ اس نے اپنی تعلیم میگڈیلین کالج

سے حاصل کی اور رومن کیتھولک چرچ سے وابستہ ہوگیا جبکہ اس کے والدین پروٹسٹنٹ تھے۔ چونکہ کیتھولک ہوجانے کی وجہ سے اسے یونیورسٹی میں داخلہ نہیں مل سکتا تھا اس لیے اس کے والد نے طے کیا کہ اس کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے سوئٹزرلینڈ بھیج دے۔ سوئٹزرلینڈ میں وہ مسٹر پیولارڈ کی اتالیقی میں رہا۔ اسی مسٹر پیولارڈ کی اتالیقی کی بدولت اس میں علمی وتاریخی ذوق پیدا ہوا اور اسی ذوق نے گبن کو وہ شہرت دی جو آج زبان زد خلائق ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں گبن کے پانچ برس علمی مشاغل میں صرف ہوئے۔ اس نے مختلف زبانوں پر دسترس حاصل کی اور مسلسل مطالعہ کرتا رہا۔ اسی زمانے میں اس کی ملاقات سوزن کوکارڈ سے ہوئی۔ وہ ایک پادری کی بیٹی تھی اور علمی ،ادبی ذوق رکھتی تھی۔ گبن اسے پہلی نظر سے دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگا تاہم جب وہ واپس انگلستان لوٹا تو اس کے والد نے اسے سوزن کوکارڈ سے شادی کی اجازت نہ دی۔۔ اس بارے میں وہ خود لکھتا ہے کہ: ''میں نے ایک نامراد عاشق کی طرح سرد آہ بھری مگر اپنے باپ کا حکم بجا لایا۔'' وطن واپسی پر 1760ء میں گبن نے بغیر سوچے سمجھے فوج میں شمولیت اختیار کرلی اور ڈھائی سال تک فوج میں رہا۔ پھر اسے فوج سے نفرت ہوگئی اور 1763ء میں وہ فوج سے علیٰحدہ ہوگیا اور اس کے صرف ایک ماہ بعد وہ پیرس کے سفر پر نکلا جس کی اسے مدتوں سے آرزو تھی۔ 1763ء کے اوائل میں پیرس میں تقریباً تین ماہ مقیم رہا اور پھر 8 مئی 1763ء کو پیرس سے لوزان گیا اور پھر وہاں سے اٹلی کی سیاحت کے لیے نکلا۔ اٹلی کے دارالحکومت روم میں قیام کے دوران اس نے روم کی ہر تاریخی عمارت، مقام اور ہر چیز کا غور سے مطالعہ کیا۔ وہ روم کے بعد تقریباً چار ماہ اور نیپلز میں ڈیڑھ ماہ رہا اور جون 1765ء میں واپس وطن لوٹا۔ لندن میں اپنے والد کی وفات کے بعد وہ تنہا زندگی بسر کرتا رہا اس کا معمول تھا کہ صبح سویرے مطالعہ کتب کرتا تھا۔ 1774ء میں وہ پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوگیا مگر اسے ملکی معاملات سے دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی وہ سیاست میں دل بستگی رکھتا تھا، تاہم اس زمانے میں اس نے علمی مشاغل جاری رکھے اور نتیجتاً تین برس کی مسلسل محنت کے بعد

اس کتاب ''زوال انحطاط روما'' کی پہلی جلد مکمل ہوئی۔

گبن کی زندگی کے آخری سال نہایت بے سکونی میں بسر ہوئے۔اس کی صحت جواب دے گئی اور وہ اکثر بیمار رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے لیے وہ دوبارہ لوزان میں رہا مگر پھر واپس انگلستان آ گیا اور اس نے 1794 میں صرف 57 برس کی عمر میں وفات پائی۔

گبن کو قیامِ روم کے دوران اس کے تاریخی کھنڈرات اور عمارتوں کو دیکھ کر روم کی قدیم اور عظیم سلطنت کے زوال اور انحطاط کی یہ تاریخ لکھنے کا خیال آیا تھا جس کے بعد اس نے یہ عظیم الشان تاریخی شاہکار تصنیف کیا جس نے چہار دانگ عالم میں مقبولیت پائی۔

.....☆☆☆.....

عرضِ مؤلف

ایڈورڈ گبن نے اپنی خودنوشت سوانح میں لکھا ہے کہ وہ 15 اکتوبر 1764ء کو روم میں تھا اور دنیا کے اس قدیم دارالحکومت کے کھنڈرات میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ ننگے پاؤں والے لوگ جو پیٹر کے مندر میں مناجات گاتے ہوئے نظر آئے۔ یہ اس کا تصور تھا جو اسے تاریخ کے اس قدیم دور میں لے گیا جب جو پیٹر کے مندر میں یہ بھجن گائے جاتے تھے۔ اس تصور ہی نے گبن کے دل میں ''زوال انحطاط سلطنت روما'' لکھنے کا خیال پیدا کیا۔ ایسی کتاب جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ 27 جون 1787ء کو اپنی تکمیل کو پہنچی۔ اس کی تکمیل پر گبن نے یک گونہ سکون محسوس کیا۔

وہ لکھتا ہے کہ آدھی رات کا وقت تھا جب اس نے اس کتاب کی آخری سطور لکھیں۔ اس نے کتاب کے آخری پیرے میں لکھا کہ اس کا یہ کام اب پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور اس کی تکمیل میں اس کی زندگی کے تیس برس صرف ہوئے ہیں۔ اب اپنا یہ کام وہ دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس نے بڑے عجز وانکسار سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ اتنے بڑے کام میں یقیناً کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہوں گی۔ قارئین سے امید ہے کہ ان سے درگزر کریں گے۔ اس کی یہ استدعا انتہائی مقبولیت کے درجے کو پہنچی۔

1776ء میں جب گبن کی عمر 39 برس تھی تو اس کی رندگی بھر کے اس کام کا نتیجہ قارئین کے سامنے آیا تھا۔ یہ ''ڈیکلائن آف فال آف رومن ایمپائر'' کی پہلی جلد تھی۔ اس کتاب کی اشاعت نے تہلکہ مچادیا تھا۔ اسے نقادوں، مؤرخوں اور قارئین سب نے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا تھا۔

گبن کی اس عظیم اور بے مثل کتاب کی باقی تین جلدیں 1788ء میں شائع ہوئی۔ 1793ء میں گبن، لوزان سے واپس انگلستان آیا اور 1794ء میں اس کا انتقال ہوگیا مگر اس کا یہ عظیم شاہکار آج بھی زندہ وتابندہ ہے۔ گبن کا فقید المثال شاہکار ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے اور دنیا کے چند بڑے اور ضخیم ادبی کاموں میں سے ایک ہے۔ روم کی ابتدا سے روم کے زوال تک یہ داستان اس کے صفحات میں سموئی ہوئی ہے۔ تاریخِ روما کا کوئی گوشہ تشنہ لب اور نامکمل محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بہت بڑا صاحبِ اسلوب مصنف بھی تھا۔ اس کی کتاب کا مطالعہ قارئین کے لیے ایک بڑے تجربے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تجربہ ایسی زبان میں تحریر کیا گیا ہے جو بہت مؤثر اور خوب صورت ہے۔ عام طور پر مؤرخین اتنی سادہ اور اتنی مؤثر زبان استعمال نہیں کرتے جتنی گبن نے اس شاہ کار میں استعمال کی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا بھر کے نقادوں نے گبن کی زبان کو بہت مؤثر اور تخلیقی نوعیت کی زبان قرار دیا ہے۔

اپنی اس تصنیف میں گبن نے اپنے ذاتی علم، ذاتی تجربے کی بنیاد پر صدیوں کا سفر کیا ہے۔ یہ سفر مختلف مذاہب، مختلف تہذیبوں اور انسانی تاریخ کے انتہائی اہم مراحل کا سفر ہے۔ اس سفر میں کیسے کیسے انسان اور کیسے کیسے معاشرے قاری کی توجہ کھینچتے ہیں۔ اس سفر میں وہ کتنے ہی گرد آلود چہروں سے گرد جھاڑتا ہے۔ کتنے ہی نامکمل واقعات کو تکمیل کی صورت بخشتا نظر آتا ہے۔ کتنے ہی علوم اس کی تحریروں کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ گبن کا یہ سفر صدیوں پر محیط ہے۔ اس کے اس سفر کا اختتام 1453ء کے سال پر ہوتا ہے جب مغربی اور مشرقی رومی سلطنت کا زوال مکمل ہو چکا تھا۔

اپنی عظمت اور ایک بے مثال علمی اور تاریخی کارنامے کی حیثیت سے اس عظیم کتاب کا مطالعہ ہر باشعور نسان کے لیے ناگزیر ہے، لیکن چونکہ جدید ذرائع کی آمد کے بعد آج کے دور میں مطالعہ کا ذوق لوگوں میں بہت کم رہ گیا اور پھر کون اتنی ضخیم کتب میں سر کھپانے کے لے تیار ہوتا ہے۔ان وجوہات کے پیش نظر اس کام کو احقر نے ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ قارئین کم سے کم وقت میں اس سے مکمل استفادہ حاصل کر سکیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اخلاق احمد قادری، ملتان

8 جون 2017

email=ikhlaqqadri@live.com

Phone # 03337619827

.....☆☆☆.....

باب اوّل

قیصران انطونینس کے عہد میں سلطنت کی وسعت

دوسری صدی عیسوی میں سلطنت روما روئے زمین کی بہترین سلطنتوں میں سے ایک تھی۔اس سلطنت کی قلمرو میں دنیا کی مہذب اور متمدن اقوام آباد تھی۔اس عظیم الشان سلطنت کی حفاظت کچھ تو رومی افواج کے ذمہ تھی اور کچھ اس کی شہرت اور اقبال مندی اتنی تھی کہ کہ دشمن اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔دوسرے رومی قوانین اتنے پر اثر تھے کہ ان کی وجہ سے سلطنت کے تمام صوبے متحد و مربوط تھے۔ان صوبوں میں آباد رومی رعایا امن پسند اور متمول تھی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کے ساتھ اسراف کی حد تک بڑھی ہوئی تھی۔رومی حکومت کی بنیاد آزادی کے اصولوں پر رکھی گئی تھی۔لوگ اس کی عزت اور احترام کرتے تھے۔رومی سینیٹ یا مجلس ملکی کو تمام اعلیٰ اختیارات حاصل تھے اور یہی وہ مجلس تھی جو رومی شہنشاہوں کو اقتدار اعلیٰ پر فائز کرتی تھی۔سلطنت کے اولین 80 برس کے عرصے میں سلطنت کی باگ دوڑ قیصر نروا (Nerva) قیصر ٹراجن (Trajan)، قیصر ہیڈرین (Hadrian) اور دو انطونینس جیسے مدبر حکمرانوں کے ہاتھ میں رہی تھی۔مارکس انطونی کی وفات کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے جو رومی سلطنت کے زوال کا باعث بنے۔یہی وہ زبردست انقلاب تھا جو کبھی تاریخ عالم کے صفحات سے فراموش نہیں کیا جاسکتا اور اس کے اثرات آج بھی اقوام عالم پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

آگسٹس کا اعتدال

سلطنت روما کی بیرونی فتوحات زیادہ تر جمہوریہ کے زمانہ میں حاصل ہوئیں۔ بعد ازاں جو شہنشاہ تخت نشیں ہوئے وہ ان فتوحات سے مطمئن تھے جو سینیٹ کی حوصلہ افزائی اور لوگوں کے عسکری جوش کی وجہ سے حاصل ہوئی تھیں۔ پہلی سات صدیوں میں رومنوں کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں مگر یہ امر صرف آگسٹس کا مرہون تھا کہ اس نے تمام روئے زمین کے باشندوں کو زیر نگیں کرنے کی خواہش کو بالائے طاق رکھ کر پبلک کونسلو میں اعتدال کی روح پھونک دی تھی۔ چونکہ وہ فطرتاً صلح جو اور اعتدال پسند تھا اس لیے اسے معلوم تھا کہ اس زرّیں عہد میں سلطنت کو بہت سے خطرات درپیش ہیں اور مزید فتوحات کی امید بہت کم تھی۔ یہ امر بھی اس کے سامنے عیاں تھا کہ اگر دور دراز مقامات پر فوج کشی کی جائے تو رومی فوج کو نت نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر بہت سے مقامات پر قبضہ بھی کرلیا جائے تو ان پر تصرف قائم رکھنا مشکل ہوگا جس کی وجہ سے سلطنت کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا۔۔ آگسٹس کے ان خیالات کو اس کے ذاتی تجربوں سے بڑی تقویت ملی اور اسے اس بات کا یقین ہوگیا کہ سلطنت روما کی عظمت و بقا کے لیے وحشی اقوام سے جن چیزوں کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے وہ جنگوں کے بجائے اس کے کونسلو کی خارجہ حکمت عملی سے زیادہ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اہل ایران (پارتھیا) سے جنگ لڑ کر خود اور اپنی سپاہ کو ہلاکت میں ڈالنے کی بجائے اس نے معاہدہ صلح کرلیا جس کی رو سے اس کو وہ تمام رومی علم اور جنگی قیدی واپس مل گئے جو کراسس (۱) کی شکست کے وقت اہل پارتھیا نے اس سے چھین لیے تھے۔

---

(۱) کراسس CRASSUS ان تی رومی جرنیلوں میں سے ایک تھا جنھوں نے جولیس سیزر کے قتل کے ارباب ثلاثہ کی حکومت قائم کی تھی یعنی انطونی، آکٹوین اور کراسس

آگسٹس کے عہد کے ابتدائی سالوں میں اس کے سالار عسکری ایتھوپیا (حبشہ) اور ملحقہ عرب سرزمین میں خط سرطان کے جنوب میں ایک ہزار میل آگے تک پیش قدمی کرتے چلے گئے مگر ان خطوں کی گرم آب وہوا نے انھیں جلد ہی واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح ان ممالک کے امن پسند باشندے ان کے ہاتھوں تاخت وتاراج ہونے سے بچ گئے۔ اس زمانے میں شمالی یورپ کے ممالک ابھی اتنے ترقی یافتہ نہ تھے کہ ان کے خلاف عسکری کارروائی کر کے مال غنیمت اکٹھا کیا جا سکتا۔ جرمنی کے دلدلی جنگلات میں ایسی وحشی اقوام آباد تھیں کہ جو مفتوح ہونے کے بعد زندگی سے متنفر ہو جاتی تھیں۔ ان اقوام پر ابتدائی رومی حملوں میں محسوس ہوتا تھا کہ وہ مسخر ہو جائیں گی مگر اپنے طرزِ عمل سے انھوں نے آزاد رہنا ثابت کر دیا اور آگسٹس کو تلخ تجربہ سے دوچار کیا۔ انھی تجربات کی بنیاد پر آگسٹس نے اپنے جانشینوں کے لیے جو وصیت لکھوائی جو اس کی موت کے بعد پڑھ کر سنائی گئی اس میں انھیں وصیت کی تھی کہ سلطنت روما کی ان حدود سے تجاوز نہ کیا جائے جو قدرت کی طرف سے اس کے لیے متعین کر دی گئی ہیں۔ قدرتی طور پر سلطنت کے مغرب میں بحر اوقیانوس، شمال میں دریائے رائین Rhine اور دریائے ڈینیوب Danube، مشرق میں دریائے فرات اور جنوب میں سرزمین عرب اور براعظم افریقہ کے ریگزاروں کو اس کی سرحدیں تسلیم کیا جائے۔

قیصر آگسٹس کے جانشین اور اس کے مقلد

خوش قسمتی سے آگسٹس کے جانشین اس کے مقلدین ثابت ہوئے اور وہ اس کی اعتدال پسندی پر قائم رہے اور امن پسندی کی حکمت عملی کو اپنائے رکھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ خود ظالم ہونے کی وجہ سے انتہائی بزدل تھے اور عیش وعشرت میں پڑنے کی وجہ سے انھیں افواج کی تنظیم وتربیت کا خیال تک نہیں آیا اور وہ صوبوں کی دیکھ سے بھی واسطہ نہیں رکھتے تھے نہ ہی انھوں نے اپنے ماتحتوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ ان مقامات کو فتح کریں جن پر ابھی تک فوج کشی نہیں کی گئی تھی۔ اگر کوئی فنون حربیات میں شہرت حاصل کر لیتا تو اسے شہنشاہ کے خلاف براہ راست

کارروائی سمجھا جاتا۔ ہر رومی جرنیل کی ذمہ داری صرف یہ تھی کہ وہ رومی مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کریں اور وحشی قبائل کے حملوں سے انھیں بچائیں جس کی وجہ سے انھیں نئے علاقے فتح کرنے کا خیال تک نہیں آتا تھا۔

برطانیہ کی اکلوتی فتح

پہلی صدی عیسوی میں صرف برطانیہ کا صوبہ ہی ایسا علاقہ تھا جو فتح کر کے رومی سلطنت میں شامل کیا گیا اور اس کی اکلوتی فتح آگسٹس کی مندرجہ بالا اعتدال پسند حکمت عملی سے مستثنیٰ تھی۔ جولیس سیزر اور آگسٹس کے جانشینوں کو اس موقع پر مجبور کیا گیا کہ وہ آگسٹس کی بجائے جولیس سیزر کی فاتحانہ پالیسی اختیار کریں اس کے علاوہ برطانیہ رومی صوبے گال (فرانس) کے بہت قریب واقع تھا اور وہاں کے سیاسی حالات خود رومیوں کو اس کی دعوت دیتے تھے اور برطانوی ساحلوں پر موتی نکالنے کی حرص نے بھی اس کی ترغیب دی تھی۔ برطانیہ کو براعظم یورپ میں بالکل الگ ایک دور افتادہ دنیا تصور کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی فتح کی نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ برطانیہ پر حملہ کرنے والا قیصر کلاڈیس تھا جسے احمق سمجھا جاتا تھا اور وہاں جنگ جاری رکھنے والا شہنشاہ نیرو تھا جو سب سے زیادہ عیش پرست قیصر تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ برطانیہ میں جنگ کو ختم کرنے والے قیصر ڈامیشن کو سب سے کمزور بادشاہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ جنگ چالیس سال تک جاری رہی اور یہ ملک رومیوں کے زیر انتداب آ گیا۔ برطانیہ کے قبائل بہادر تھے اور آزادی سے محبت رکھنے کے باوجود وہ منظم و متحد نہ تھے۔ انھوں نے رومیوں کے خلاف ہتھیار تو اٹھائے مگر انتہائی خوف کے ساتھ مگر جلد ہی وہ باہمی خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ متحد نہ ہونے کی وجہ سے وہ اکثر ہمیشہ شکست کھاتے تھے۔ کیراکٹیکس (Karactacus) جیسے برطانوی سردار کی مستقل مزاجی، ملکہ بوڈیشیا (Bodaicea) کی مایوسی اور ڈروئیڈس (Druids) کا جوش غرض کوئی چیز بھی برطانیہ کو رومیوں کی غلامی سے نہ بچا سکی اور رومی سپہ سالار آگے بڑھتے چلے گئے۔ انھیں سالاروں نے رومی وقار کو اس زمانے میں بھی بحال رکھا جب

روما کے تخت پر کمزور اور نااہل قیصران جلوہ افروز تھے۔ عین اس وقت جب قیصر ڈومیشن (Domitian) نے اپنے آپ کو اپنے ہی محل میں محصور کرلیا تھا اور وہ خوف سے کانپ رہا تھا اسی لیے اس کا قابل فوجی جرنیل ایگریکولا کیلیڈونینس اور برطانیہ کی متحدہ افواج کو گرامپا (Grampia) میں شکست دے رہا تھا اور اس کا بحری بیڑہ جزائر برطانیہ میں رومی عسکری طاقت کی دھاک بٹھا رہا تھا۔ ایگریکولا برطانیہ کی فتح کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آئرلینڈ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس مغربی جزیرہ پر قبضہ کرکے جزائر برطانیہ کی فتح کو مستقل کیا جاسکتا ہے جس کے بعد برطانوی عوام کے گلے میں غلامی کا طوق آسانی سے پہنایا جاسکے گا۔

ایگریکولا کی عسکری قابلیت ہی اس کو برطانیہ کی گورنری سے علیٰحدہ کرنے کا سبب بن گئی اور اس کا عظیم الشان فتوحات کا منصوبہ بھی ساتھ ہی اختتام کو پہنچ گیا؛ تاہم اس سے پہلے کہ یہ عقل مند رومی سپہ سالار برطانیہ سے رخصت ہوتا اس نے برطانیہ میں اپنی فتوحات کے تحفظ کا انتظام کردیا۔ اس کی رائے کے مطابق برطانیہ دو حصوں میں منقسم تھا جن کے درمیان ایک خلیج حائل تھی جس کے دوسرے طرف اسکاٹ لینڈ واقع ہے۔ اس نے اس خلیج کے دونوں کناروں پر چالیس میل کے فاصلے پر رومی فوجی چھاؤنیاں قائم کردیں جنھیں قیصر انطونینس پاکباز (Antoninus Pius) کے عہد میں قلعہ بند کردیا گیا تھا اور ایک حفاظتی دیوار موجودہ ایڈنبرگ اور گلاسگو (Glasgow) میں آج بھی موجود ہے اور انطونینس کی دیوار کہلاتی ہے۔ یہ دیوار رومی مقبوضات کی حد تھی۔ برطانیہ کی ایک شمالی آبادی کیلیڈونیا نے اپنی وحشت آمیز آزادی کو قائم رکھا تھا۔ اسکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ بہادر اور جاں باز تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ رومیوں کو انھیں شکست دے کر کوئی مالی مفاد حاصل نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ مفلس ترین قبائل پر مشتمل تھے، تاہم یہ وحشی جب بھی رومی مقبوضات پر حملہ آور ہوتے تو انھیں پسپا کردیا جاتا تھا۔

رومی جو کرہ ارض پر ایسے ممالک پر قابض تھے جن کی آب وہوا نہایت خوش گوار تھی

انھوں نے اس شمالی حصہ کو حقارت سے چھوڑ دیا کیونکہ اس علاقے میں موسم سرما میں یہاں کی جھیلوں پر نیلی دھندیا کہر چھائی رہتی تھی اور اس علاقے کے ویران جنگلوں میں برہنہ وحشی ہرن کے شکاریوں کے علاوہ کوئی اور ذی روح دکھائی نہیں دیتا تھا۔

ڈیشیا (Dicia) کی فتح

آگسٹس کی اعتدال پسندی قیصر ٹراجن کی تخت نشینی تک قائم رہی مگر شہزادہ ٹراجن جسے فوجی تعلیم وتربیت دی گئی تھی اس میں ایک اچھے جرنیل کی تمام خصوصیات موجود تھیں۔ اس نے اپنے بزرگوں کی صلح پسند حکمت عملی کو اپنی فوجوں کی نقل وحرکت سے بدل دیا۔ رومی شاہی تخت پر مدتوں کے بعد ایک ایسا تاجدار رونق افروز ہوا جسکے دل میں سپاہیانہ جوش اور ذہن میں عسکری فتوحات حاصل کرنے کا جنون تھا۔ ٹراجن نے ڈیشیائی لوگوں پر سب سے پہلے حملہ کیا۔ وہ دریائے ڈینیوب کے دوسرے کنارے پر رہتے تھے۔ انھیں لوگوں نے قیصر ڈومیشین کے عہد میں سلطنت روما کی تحقیر کی تھی۔ ڈیشیائی لوگ انتہائی طاقت ور اور خونخوار ہونے کے ساتھ ساتھ حیات ابدی و تناسخ ارواح کے قائل تھے اور دنیاوی زندگی کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، ان کا بادشاہ ڈیسی بلوس (Decebalus) خود کو ٹراجن کا مدمقابل سمجھتا تھا۔ اس نے اس وقت تک ہمت نہ ہاری جب تک خود دشمن نے اس کی بہادری کا اعتراف نہ کرلیا۔ جنگ ڈیشیا پانچ سال تک جاری رہی۔ ٹراجن نے اپنی پوری عسکری طاقت کو استعمال کر کے بالآخر ڈیشیا کو فتح کرلیا۔ ڈیشیا کے نئے صوبے کی فتح رومی تاریخ میں آگسٹس کے اعتدال پسند اصولوں سے برطانیہ کی فتح کے بعد دوسرا بڑا انحراف تھا۔ یہ صوبہ تیرہ سو میل وسیع تھا۔ اس کی حدود زیریں ڈینیوب اور اور بحیرہ اسود (Black Sea) کے ساحلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ آج بھی ٹراجن کی تعمیر کردہ ایک فوجی شاہراہ کے نشانات دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ شاہراہ دریائے ڈینیوب سے بینڈر (Bender) تک جاتی ہے جو آج کل روس اور ترکی کی سرحد پر واقع ہے

قیصر ٹراجن کی مشرق میں فتوحات

ٹراجن شہرت کا طالب بھی تھا اور اس کی قسمت میں بہت زیادہ شہرت لکھی ہوئی بھی تھی۔ بنی نوع انسان اپنے تباہ کرنے والوں کی بہ نسبت اپنے ان محسنوں کو زیادہ یاد رکھے گی جن کا مطمع نظر فوجی فتوحات تھا اور وہ طالب شہرت تھے۔ مورخین نے سکندر اعظم کی مشرق میں فتوحات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس سے ٹراجن کو سکندر اعظم سے حسد پیدا ہو گیا تھا۔ ٹراجن نے سکندر اعظم کی تقلید میں دنیائے مشرق پر حملہ کیا لیکن وہ اس بات پر مغموم تھا کہ اس کی عمر کے آخری حصے نے اسے سکندر اعظم کے نقش قدم پر چلنے کی مہلت نہ دی تاہم اس کی فتوحات اگرچہ عارضی ثابت ہوئیں مگر وہ بڑی ممتاز تھیں اور انتہائی تیز رفتاری سے کی گئیں۔ ایرانی یا پارتھی اپنے اندرونی اختلاف کی وجہ سے اس کے سامنے نہ جم سکے اور میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ٹراجن آرمینا کے پہاڑوں پر اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑتا ہوا دریائے دجلہ کے کناروں پر اترا اور خلیج فارس تک پہنچ گیا۔ ٹراجن روما کا پہلا اور آخری شہنشاہ اور جرنیل تھا جس نے اتنے دور دراز سمندر میں سفر کیا۔ اس کے جہاز جزیرہ نما عرب کے ساحلوں تک پہنچے اور ٹراجن اس بات پر فخر کرتا تھا وہ ہندوستان کے قریب تک پہنچ گیا ہے۔ اس کے عہد میں رومی سینیٹ کو تواتر سے یہ خبریں موصول ہوتی تھیں کہ آج فلاں نیا مقام فتح ہوا اور کل نئی قوم اطاعت گزار بن گئی۔ سینیٹ کو بتایا گیا کہ باسفورس، کالکوس، آبسریا اوس روئین (Osrhoene) اور خود پارتھیا کے بادشاہوں نے رومی فاتح کے زیر نگین ہونا گوارہ کر لیا ہے۔ میڈیا (Media) اور کارڈوشیا (Carducia) کے آزاد پہاڑی قبائل نے اس کا مطیع بننا پسند کیا ہے۔ میسوپوٹیما (عراق) اور آشوریہ (Assyria) جیسے امیر ممالک نے رومی سلطنت کے صوبوں کی حیثیت اختیار کر لی ہے مگر ٹراجن کی موت نے اس کی فتوحات پر پانی پھیر دیا اور جلد ہی اس کے بزور شمشیر فتح کردہ بیشتر ممالک نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا کیونکہ اب وہ فاتح ہی موجود نہیں تھا جس نے ان ممالک کو فتح کیا تھا۔

ہیڈرین کا مشرق سے منہ موڑنا

رومی دیومالا میں ایک روایت قدیم یہ چلی آتی ہے کہ جب کبھی کوئی رومی شہنشاہ اجلاس گاہ (Capatol) کی بنیاد رکھتا تو حدود متعین کرنے والا رومی دیوتا ٹرمینس (Termunus) جس کا سنگی مجسمہ بھی کیپٹل میں رکھا جاتا تھا اپنے اختیار مشتری (Jupiter) دیوتا کو منتقل کرنے سے انکار کر دیتا جبکہ دوسرے تمام دیوتا اپنے اختیارت جوپیٹر کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس واقعہ سے لوگ یہ خوش خیالی میں پیشن گوئی کرتے کہ سلطنت روما کی حدود کبھی تنگ نہ ہوں گی تاہم یہ بات بھی اہم ہے کہ گوٹرمینس نے جوپیٹر سے اختلاف ضرور کیا تھا مگر اس نے قیصر ہیڈرین کے اختیارات کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہیڈرین نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ٹراجن کی مشرقی فتوحات سے منہ موڑ لیا اور ایرانیوں نے (Parthians) کو اجازت دے دی کہ وہ ایک خودمختار سلطنت قائم کر کے ایک آزاد بادشاہ منتخب کر لیں۔ اس نے مشرقی صوبجات آرمینیا، میسوپوٹیمیا اور اشوریہ (Assyria) سے اپنا افواج کو واپس بلا لیا اوآگسٹس کی اعتدال پسندی کو سامنے رکھتے ہوئے دریائے فرات کو سلطنت روما کی مشرقی سرحد قرار دے دیا تاہم جو لوگ بادشاہوں کے کاموں پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے انھوں نے ہیڈرین کو ٹراجن کا حاسد قرار دیا حالانکہ اسی نے نہایت دانشمندی سے اعتدال پسند خارجہ حکمت عملی اختیار کی تھی جو تقاضائے وقت تھی۔ تاہم یہ صرف ٹراجن کی جنگجویانہ اور حوصلہ مند طبیعت اور ہیڈرین کی اعتدال پسند طبیعت کا باہمی اختلاف تھا۔

ہیڈرین اور انطونینس پا کباز کا اختلاف طبع

اس طرح جب ہیڈرین کی فعلیت کا انطونینس پا کباز کی طبیعت کا جب مقابلہ کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انطونینس آرام پسند زندگی کا عادی تھا جبکہ قیصر ہیڈرین کی زندگی اس طرح گزرتی تھی جیسے کوئی حالت سفر میں ہو۔ اس میں سپاہیانہ، مدبرانہ اور علمی قابلیتیں بدرجہ اتم موجود

تھیں اور وہ اپنے مشاغل اپنے فرایض کی ادائیگی کے بعد کرتا تھا۔ وہ موسموں کی شدت اور اختلاف آب وہوا کو کبھی خاطر میں نہ لاتا تھا چاہے کیلیڈونیا کے برف زار ہوں یا شمالی مصر کے ریگزار وہ بلا تکان اور ننگے سر گھوما کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کا کوئی صوبہ نہ تھا جہاں جا کر اس نے خود معائنہ نہ کیا ہو اس کے مقابلے میں قیصر انطونینس پاکباز کی زندگی آسائش پسندی کا مرقع تھی۔ اپنے 23 سالہ عہد حکومت میں اس نے جو سب سے طویل سفر کیا وہ روما سے اس کے شاہی محل لینووین ولا (Lanuvian Villau) تک کا تھا۔

ہیڈرین اور انطونینس کی کی صلح پسند حکمت علمی

اس اختلاف طبع کے باوجود ہیڈرین اور انطونینس نے آگسٹس کی اعتدال پسند اور صلح جو حکمت عملی کو اپنائے رکھا۔ وہ سلطنت کے حدود اربعہ کو بڑھائے بغیر سلطنت کی عظمت قائم رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔ وحشی اقوام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر انھیں یقین دلایا کہ وہ سلطنت روما کی حدود میں کسی قسم کی توسیع کے قائل نہیں۔ 43 برس تک ان قیصران روم نے اپنی سرحدوں پر امن وامان قائم رکھا اور اس کے لیے نیت نیتی سے جو محنت کی وہ کامیاب رہی سوائے ان چھوٹی موٹی جھڑپوں کے جو سرحدوں پر امن کی بحالی کے لیے لڑی گئیں۔ ہیڈرین اور دونوں انطونیوں کے عہد حکومت کو تاریخ روما میں امن وانصاف کا زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے دور دراز کے ممالک اور دیگر اقوام عالم سلطنت روما کا احترام ملحوظ رکھتی تھیں اور اکثر بہت سے وحشی قبائل اپنے جھگڑوں کو رومی شہنساہ کے دربار میں فیصلے کے لیے پیش کرتے تھے۔ اس عہد کے مورخین کے مطابق کچھ تاجدار اس غرض سے رومی شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے تھے کہ ان کو سلطنت روما کی رعایا ہونے کا شرف بخشا جائے لیکن قیصران روم نے ان کی اس درخواست کو مسترد کردیا۔

مارکس انطونینس کی دِفاعی جنگیں

رومی سپاہ ہر وقت فوجی تیاریاں کر کے ان شہنشاہوں کی اعتدال پسندی کی حکمت عملی کو

چار چاند لگائے رکھتی تھی۔ افواج کے ہمہ وقت جنگ کے لیے تیار رہنے کی وجہ سے ہمسایہ ممالک کے شاہان سلطنت روما سے معاہدات صلح برقرار رکھنے پر مجبور رہتے تھے۔ آگسٹس نے ہمسایہ اقوام کو اعلانیہ کہہ دیا تھا کہ ہم تمھیں کسی طرح نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم تمھاری کسی زیادتی کو بھی برداشت کریں۔ ہیڈرین اور بڑے انطونینس کے زمانے میں جس عسکری طاقت کی نمائش کی گئی تھی اسے شہنشاہ مارکس کے عہد میں جرمنوں اور اہل پارتھیا کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اس فلسفی بادشاہ کو ان وحشیوں کی عناد پسندی سے بڑا طیش آیا اور حفاظت خود اختیاری میں قیصر مارکس اور اس کے سپہ سالاروں نے دریائے فرات اور دریائے ڈینیوب کی وادیوں میں شاندار فتوحات حاصل کیں۔ اسی عسکری طاقت کی وجہ سے اندرون سلطنت میں بھی امن وامان قائم رہا اور رومیوں کو بیرونی محاذوں پر بھی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

سلطنت روما کا عسکری نظام

رومی جمہوریہ کے زمانہ میں عسکری زندگی یا اسلحہ کے استعمال کا حق صرف ان شہریوں کو حاصل ہوتا تھا جو محب وطن ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب مال وجائیداد ہوتے تھے یا جو قانون نافذ کرنے والے اداروں سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم جیسے جیسے رومی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا شخصی آزادی ختم ہوتی چلی گئی پھر اسی نسبت سے قواعد جنگ نے ایک فن اور پیشے کی شکل اختیار کر لی ۔فوجیوں کا رومی شہری ہونا لازمی تھا چاہے وہ کسی دور افتادہ رومی صوبے سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ یہ شرط رومی فوج میں بھرتی ہونے کے لیے ہر لحاظ سے ضروری تھی تاہم سپاہیوں کو بھرتی کرنے میں عمر، طاقت اور قد وقامت کا خیال بھی رکھا جاتا تھا۔ شمالی آب وہوا کو البتہ جنوبی آب وہوا پر ترجیح دی جاتی تھی۔ شہروں کی نسبت فوجی دیہاتوں سے زیادہ بھرتی کیے جاتے تھے بجا طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مشقت پیشہ لوگ جیسے لوہار، بڑھئی اور شکاری وغیرہ ان لوگوں کے مقابلے میں جو آرام دہ پیشوں سے منسلک لوگوں کی نسبت بہتر سپاہی ثابت ہوتے ہیں۔ جب فوج میں بھرتی ہونے کے

لیے دولت مند ہونے کی شرط اٹھالی گئی تو پھر بھی افسران فوج عموماً تعلیم یافتہ اور معزز خاندانوں سے لیے جاتے تھے مگر عام سپاہی جدید یورپ کے اجرتی سپاہیوں کی طرح ادنی ترین طبقہ سے اور عموماً آوارہ مزاج ہوتے تھے۔

فوج کا نظم وضبط

جذبہ حب الوطنی کی وجہ یہ تھی کہ ان کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ ہم کو اس آزاد حکومت کی بقا کے لیے پوری کوشش کرنا ہے جس کے ہم رکن ہیں۔ اسی احساس نے جمہوریہ روم کی افواج کو ناقابل تسخیر بنادیا تھا لیکن جب شہنشاہیت کے قیام کے بعد فوجیوں کی حیثیت بادشاہوں اور شہزادوں کے ذاتی ملازموں کی ہوگئی تو ان کی وہ خصوصیت بھی باقی نہ رہی تو ضروری ٹھہرا کہ اس خصوصیت کو کسی اور طریقے سے پیدا کیا جائے۔ یہ کمی مذہبی مقاصد سے پوری کی گئی۔ کسانوں اور ہنرمندوں کے طبقہ کو یہ یقین تھا کہ سپاہیانہ پیشہ زیادہ معزز اور قابل احترام ہے کیونکہ اس پیشہ میں انسان اپنی ذاتی بہادری سے بہت جلد مرتبہ شہرت کو پہنچ سکتا ہے تاہم ایک معمولی سپاہی کے لیے شہرت حاصل کرنے کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے پھر بھی اس کے کارناموں سے اس کی پلٹن بلکہ پوری فوج نیک اور بدنام قرار پاسکتی تھی فوج میں شمولیت کے موقع پر حلف وعدہ لیا جاتا کہ میں قومی جھنڈے کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دوں گا اور قومی مفادات کے سامنے اپنے ذاتی مفاد کو کبھی ترجیح نہیں دوں گا، اپنے افسروں کے احکام کی تعمیل کروں گا اور اپنی جان شہنشاہ اور سلطنت کے نام پر قربان کروں گا۔ رومی سپاہی جس جذبہ وفاداری سے فوج کے جھنڈے کی حفاظت کرتا وہ مذہب اور عزت کے اثر سے پیدا ہوتا تھا۔ سنہری عقاب کی جو تصویر رومی سپاہ کے آنکھوں کے سامنے رہتی وہ وفاداری کی علامت تھی اور خطرے کے وقت بھی اس سنہری عقاب والے جھنڈے کو میدان جنگ میں چھوڑ دینا ایک فوجی جرم تھا۔ جرنیل اس جرم پر سزائے موت دے سکتا تھا، اچھے سپاہی کے لیے اس وجہ سے اپنے دشمن سے زیادہ اپنے جرنیل سے ڈرنا فرض تھا جس سے فوجی کے وقار اور نظم وضبط میں اضافہ ہوتا تھا۔

فوج کے قواعد وضوابط

رومی ذاتی بہادری سے زیادہ فن حرب سے آشنائی کے متعلق سنجیدہ تھے۔ وہ فنون حرب کی مشق اور قواعد کو انتہائی ضروری خیال کرتے تھے۔ خود لفظ فوج بھی ایک ایسے لفظ سے اخذ کیا گیا تھا جس کے معنی قواعد اور ضوابط کے تھے۔ قواعد وضوابط ان کے فوجی انتظام کی لازمی چیز تھی۔ نوجوان سپاہیوں اور نئے بھرتی ہونے والوں کو صبح وشام مسلسل فوجی قواعد کی تربیت دی جاتی تھی یہاں تک کہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار سپاہی بھی ان قواعد سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ فوجی مشقوں کے لیے موسم سرما کے لیے تعمیر کردہ فوجی عمارات مخصوص تھیں۔ ان عمارات میں خراب موسم میں بھی مشق کی جاسکتی تھی۔ جن ہتھیاروں کو ان فوجی مشقوں میں استعمال کیا جاتا تھا وہ ان ہتھیاروں کی نسبت دوگنا زیادہ بھاری ہوتے تھے جو میدان جنگ میں استعمال کیے جاتے تھے۔ یہاں رومی فوج کے تمام قواعد وضوابط کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ فوجی مشقوں میں ہر وہ ورزش شامل تھی جس سے جسمانی قوت بڑھتی تھی اور جس سے سپاہی کے اعضا چست اور چالاک ہوجاتے تھے۔ سپاہیوں کو مارچ کرنے، دوڑنے کودنے، تیرنے بھاری وزن اٹھانے اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت دی جاتی تھی یہاں تک کہ ساز کی آواز پر حرکت کرنا اور جنگی رقص تک سکھائے جاتے تھے۔ ایک مورخ کے مطابق جنگ اور فوجی مشق میں صرف یہ فرق تھا کہ میدان جنگ میں خون کی بارش ہوتی تھی اور مشق اس سے مامون تھی۔ رومی تاریخ بتاتی ہے کہ انتہائی قابل جرنیلوں اور شہنشاہوں کا یہ معمول تھا کہ وہ مشق کے دوران اپنی موجودگی سے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ شہنشاہ ہیڈرین اور شہنشاہ ٹراجن بہ نفس نفیس خود نا تجربہ کار سپاہیوں کی تربیت کرتے اور محنت کرنے والوں کو انعام دیتے تھے۔ ان شہنشاہوں کے زمانے میں افواج کو عسکری نقل وحرکت کا پورا علم تھا اور وہ جنگی چالوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔

شہنشاہوں کے زمانے میں فوج کا ارتقا

رومی تاریخ کی کشت وخون سے بھری نو صدیوں کے دوران رومی فوج کی حالت بتدریج ارتقا پذیر ہوئی۔ قرطاجنہ کے خلاف لڑی جانے والی پیونی جنگوں (Puni War) میں جو فوجیں میدان جنگ میں گئی تھیں مشہور رومی مورخ پولیبیس کے مطابق وہ ان فوجیوں سے بالکل مختلف تھیں جنھوں نے جولیس سیزر کے عہد میں فتوحات حاصل کی تھیں اور جنھوں نے ہیڈرین اور انطونیوں کے دور میں سلطنت کی حفاظت کی تھی۔ شاہی افواج کے خصائص چند الفاظ میں یوں بیان کیے جاسکتے ہیں کہ یہ بھاری اسلحہ سے لیس پیدل دستوں پر مشتمل تھیں۔ یہ دس مختلف حصوں اور باون کمپنیوں میں منقسم تھیں۔ یہ دستے اپنے افسران اور ٹریبونوں (مجسٹریٹوں) کے ماتحت ہوتے تھے۔ ان کا کمانڈر ان چیف جس کو سنہری عقاب کا نشان سپرد کیا جاتا سب سے زیادہ معزز رینک سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے ماتحت گیارہ سو پانچ سپاہی ہوتے تھے جن کی بہادری ووفاداری مسلم اور شک وشبہہ سے بالاتر تھی۔ اس دستے کے علاوہ باقی نو دستوں میں سے ہر ایک پانچ سو پچاس سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا اس طرح تمام لشکر چھ ہزار ایک سو سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

اسلحہ جات

اس لشکر کے پاس یکساں نوعیت کا اسلحہ ہوتا تھا۔ ہر سپاہی کے سر پر ایک خود ہوتا جس کے اوپر کلغی آویزاں ہوتی تھی۔ جسم کے بالائی حصہ میں زرہ بکتر، محفوظ رکھنے والا لوہے کا ایک خاص قسم کا لباس ہوتا تھا۔ بائیں ہاتھ میں ایک ڈھال یا سپر ہوتی تھی۔ رومیوں کی یہ سپر مستطیل شکل کی ہلکی لکڑی کی بنی ہوتی تھی اس کی لمبائی چار فٹ اور چوڑائی ڈھائی فٹ ہوتی تھی۔ اس پر نیل کا چمڑہ منڈھا ہوتا تھا۔ مزید حفاظت کے لیے اس پر پیتل کے پترے چڑھائے جاتے تھے، ایک چھوٹی سی برچھی کے علاوہ سپاہیوں کے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا نیزہ ہوتا تھا جس کی لمبائی چھ فٹ ہوتی تھی۔ اس نیزے کے ایک سرے پر مثلث نما اٹھارہ انچ کی انی ہوتی تھی۔ یہ اسلحہ

موجودہ زمانہ کے آتشیں اسلحہ سے کم درجہ کا تھا۔ دس بارہ قدم کے فاصلے سے حملہ کیا جائے تو تو صرف ایک مرتبہ کیا جا سکتا تھا، البتہ اس ہتھیار کو کوئی توانا اور مضبوط ہوشیار آدمی استعمال کرتا تو سوار بھی اس کے نزدیک نہیں پھٹک سکتا تھا نہ ہی کسی قسم کی ڈھال سے اس ہتھیار کا وار روکا جا سکتا تھا۔ جب سپاہی نیزہ سے وار کر چکتا تو وہ تلوار کھینچ کر دشمن پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ یہ تلواریں ہسپانیہ کی بنی ہوئی عمدہ ترین دودھاری اور چھوٹی چھوٹی ہوتی تھیں۔ ان کو بھونکا بھی جا سکتا تھا۔ رومی سپاہیوں کو عموماً یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ وہ تلوار سے ضرب لگانے کی بجائے اسے دشمن کے جسم میں بھونکنے کی کوشش کریں کیونکہ اس صورت میں دشمن کو مہلک زخم لگایا جا سکتا تھا جبکہ خود کو دشمن سے محفوظ رکھا جا سکتا تھا۔ عموماً رومی سپاہ آٹھ آٹھ کی قطاروں میں پیچھے کی جانب رہتی تھی۔ ان قطاروں کے درمیان تین فٹ کا فاصلہ رہتا تھا۔ سپاہیوں کے دستے حالت جنگ میں بھی یہ ترتیب بحال رکھتے تھے۔ اس ترتیب سے سپاہیوں کو اسلحہ کے آزادانہ استعمال کے لیے کافی جگہ مل جاتی تھی اور سپاہیوں کو تھک جانے کے بعد محاذ سے الگ کر کے تازہ دم افواج بھی بھیجی جا سکتی تھی۔ اہل مقدونیہ یا اہل یونان کا طریقہ جنگ بالکل مختلف تھا۔ ان کی فوج کی مرکزی طاقت اس دستے کے ہاتھ میں ہوتی تھی جو سولہ صفوں میں منقسم ہوتا تھا۔ یونانی جتھوں میں تقسیم ہو کر لمبی برچھیاں استعمال کرتے تھے مگر یہ جتھہ بندی رومی سپہ کی تنظیم کے سامنے بے حیثیت تھی۔

گھڑ سوار دستے

گھڑ سوار فوج کے بغیر فوج کی طاقت نامکمل رہتی ہے۔ رومی سوار سپاہ دس حصوں میں تقسیم تھی۔ پہلے حصہ میں ایک سو تیس سوار تھے جو پیدل دستوں کا ساتھ دیتا تھا باقی نو حصوں میں 66 سوار ہوتے تھے۔ اس طرح اس پورے محکمہ میں سات سو چھتیس سواروں کی پلٹن ہوتی تھی جو اپنی اپنی پیادہ سپاہ کے ساتھ رہتی تھی مگر کبھی کبھی پیادہ سپاہ سے الگ ہو کر محاذ جنگ پر میمنہ یا میسرہ کی شکل میں بھی لڑتی تھی۔ دور شہنشاہیت میں جو سوار فوج تھی وہ جمہوریہ زمانے کی فوج سے مختلف

تھی۔ عہد جمہوریہ میں روما اور اٹلی کے شرفاء سوار فوجی بھی شمولیت کرتے تھے اور قومی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اس طرح وہ خود کو سینیٹ کا رکن ہونے کا اہل بھی بناتے تھے مگر جب حکومت کی کایا پلٹی تو شرفا نے سوار فوج چھوڑ کر مجسٹریٹی یا محصول جمع کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا تاہم وہ اگر فوج میں شمولیت اختیار کرنا چاہتے تو ان کو سواروں کے دستے میں افسری مل جاتی تھی۔ ٹراجن اور ہیڈرین اپنی فوج کے سوار دستے ملک کے صوبجات سے بھرتی کیا کرتے تھے۔ یہ سوار دستے اکثر سپین اور کپاڈوشیا میں تربیت حاصل کیا کرتے تھے۔ رومی سوار فوج ان زرہوں کو جو مشرق میں جسم کی حفاظت کے لیے سپاہیوں کے زیر استعمال تھیں ناپسند کرتی تھی۔ ان کو جو اسلحہ جات پسند تھے وہ رومی خود، مستطیل سپر، ہلکے بوٹ اور بالائی حصہ جسم کو محفوظ رکھنے والی زرہ تھی۔ حملہ کرنے کے لیے انھیں صرف ایک نیزہ اور ایک چوڑی تلوار درکار تھی۔ اس کا بھی سراغ لگتا ہے کہ رومیوں نے برچھے اور بلم کا استعمال وحشی قبائل سے سیکھا تھا۔

امدادی فوج

گو سلطنت روما کی بقا اس کی خاص فوج پر انحصار کرتی تھی مگر آہستہ آہستہ وہ تمام باتیں حکمرانوں نے اختیار کر لیں جو جنگ میں ان کے لیے مفید تھیں۔ صوبوں کے ان باشندوں کو جنھیں شہریت حاصل نہیں ہوئی تھی، خصوصی مراعات دی گئیں۔ مفتوح بادشاہوں اور محکوم گروہوں کو جو سرحدوں پر رہتے تھے فوجی خدمات سرانجام دینے کے وعدہ پر آزادی دی گئی تھی۔ ایسا بھی ہوا کہ وحشی قبائل کے منتخب سپاہیوں کو روما کی مرکزی حکومت کے لیے فتوحات حاصل کرنے کے لیے ارباب حکومت نے جبراً یا لالچ دے کر دور دراز کے ممالک میں بھیجا۔ یہ سب امدادی فوجوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کی تعداد روما کی سرکاری فوج کے تقریباً برابر تھی۔ ان امدادی فوجوں کے جو دستے اپنی شجاعت اور بہادری کی بنیاد پر نمایاں ہوتے تھے انھیں رومی سالاروں کی سرکردگی میں مزید فوجی تربیت دی جاتی تھی۔ امدادی فوج کے لیے بھی نظم وضبط کی پابندی ضروری تھی لیکن وحشی

قبائل سے متعلقہ یہ فوجی دستے اپنی پرانی عادات، آبائی اسلحہ اور وحشی طرز زندگی کو اتنا پسند کرتے تھے کہ ترک کرنا گوارہ نہ کرتے تھے۔ امدادی افواج کا فائدہ یہ تھا کہ رومی فوج کے ہر دستہ کا کچھ حصہ جنگجو وحشیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اقوام عالم سے لڑنے کی قابلیت رکھتے تھے جس کا سبب ان کی رومی فوجی تربیت تھی۔

منجنیقیں یا توپ خانہ

رومی فوج کے پاس وہ بھاری اسلحہ اور جنگی سامان بھی ہوتا تھا جسے آج کل توپ خانہ کہتے ہیں۔ ان کے پاس دس بڑے اور پچپن چھوٹے لڑاکا انجن یا قدیم منجنیقیں ہوتی تھیں۔ یہ لڑاکا انجن جھکی ہوئی شکل میں زیادہ خوفناک طریقے پر پتھر برساتے تھے اور دشمن کے قلعوں کی دیواریں اور شہر پناہ کو مسمار کر دیتے تھے۔ ان کو محاصراتی جنگ میں بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا تھا۔

چھاؤنیاں یا لشکر گاہیں

ان لشکر گاہوں یا چھاؤنیوں کی شکل بالکل ان شہروں سے ملتی تھی جو فصیل بند ہوتے۔ ان چھاؤنیوں میں رومی افواج قیام کرتی تھیں۔ جب کوئی مقام چھاؤنی کے قیام کے لیے پسند کیا جاتا تو پہلے ہراول دستے کے لوگ وہاں پہنچ کر زمین ہموار کرتے تھے۔ اس کی شکل مربع رکھی جاتی تھی۔ سات سو مربع گز کی ایک چھاؤنی میں تقریباً بیس ہزار رومی سپاہ قیام کرتی تھی۔ حالانکہ موجودہ زمانے میں اتنی سپاہ کے لیے اس سے تین گنا جگہ کی ضرورت ہوگی۔ چھاؤنی کے وسط میں فوج کے افسران اور سپہ سالاروں کے خیمے نصب کیے جاتے تھے۔ یہ سب سے بلند مقام پر نصب کیے جاتے تھے۔ ان کے بعد سوار پیادہ اور امدادی فوج کے لیے الگ مقامات ہوتے تھے۔ خیموں اور فصیل کے درمیان کم از کم 200 فٹ کا فاصلہ رکھا جاتا تھا اور فوجی نقل وحرکت کے لیے سڑکیں بہت کشادہ اور سیدھی رکھی جاتی تھیں۔ چھاؤنیوں کی فصیل عموماً بارہ فٹ بلند ہوتی تھی اور اس کی حفاظت کے لیے اس کے گرد ایک خندق کھودی جاتی اور مضبوط اور پیچیدہ مورچے تعمیر کیے جاتے

تھے۔ سپاہیوں کے لیے لازم تھا کہ جس طرح وہ تلوار اور نیزہ کا استعمال جانتے ہوں اسی طرح وہ پھاوڑے اور چھینی وغیرہ کو بھی استعمال کر سکتے ہوں۔ بہادری، ممکن ہے کہ عطیہ فطرت ہو، مگر اس طرح کے پر مشقت کام کرنے کی صلاحیت جس میں انتہائی صبر کرنے کی ضرورت ہو بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔

حالت کوچ

جب کوچ یا روانگی کا اعلان کیا جاتا تو تمام سپاہ چھاؤنی سے نکل کر اپنی اپنی جگہ پر بالترتیب پہنچ جاتی تھی۔ اسلحہ کے علاوہ سپاہیوں کو سپاہیوں کو استعمال کے برتن، کئی دن کا راشن اور فصیل بنانے یا گرانے کے اوزار اٹھا کر چلنے پڑتے تھے۔ اس زمانہ میں اتنا وزن بخوشی اٹھا لیا جاتا تھا کہ جسے آج کے زمانے میں اٹھانا پڑے تو مصیبت بن جائے۔ رومی سپاہ کو یہ وزن اٹھا کر حالت کوچ میں روزانہ چھ گھنٹے سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس دوران وہ تقریباً بیس میل کا سفر کرتے تھے۔ اگر حالت سفر میں دشمن سامنے آجاتا تو وہ اپنا وزن اتار کر صف بندی کر لیتے۔ تیر انداز اور پتھر برسانے والے آگے رہتے۔ امدادی سپاہ کے پیچھے رومی سپاہ ہوتی۔ فوج کے دائیں بائیں سواروں کے رسالے ہوتے اور فوجی انجن سب سے آخر میں ہوتے تھے۔

فوج کی تعداد اور ترتیب

یہی رومی فنون حرب تھے جن کی بدولت قیصران روما فتوحات حاصل کرتے تھے اور اس وقت تک اپنی سلطنت کو محفوظ رکھ سکے جب تک عیش پسندی اور خود مختار شخصی حکومت نے زوال کا عمل شروع نہ کر دیا۔ اگر ہم رومی فوج کے نظم وضبط کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کی تعداد بھی بتائیں تو تمام حقائق سامنے آجائیں گے۔ اندازہ ہے کہ اصل رومی فوج کی تعداد چھ ہزار یا آٹھ ہزار اکتیس سپاہیوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ امدادی فوج سمیت یہ تعداد بارہ ہزار پانچ سو ہو جاتی تھی۔ ہیڈرین اور اس کے جانشینوں کے پر امن زمانے میں ایسی افواج کی تعداد تیس گنا ہو چکی تھی اور غالباً تین لاکھ

پچھتر ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ رومی فوج کے نزدیک شہروں کی فصیلوں کے اندر مقیم رہنا کمزوری کی علامت تھی۔ اس لیے وہ فوج کا پڑاؤ دریاؤں کے کنارے اور وحشی اقوام کی سرحدوں کے نزدیک رکھتے تھے۔ چونکہ ایسے مقامات پر چھاؤنیاں مستقل طور پر قائم کی جاتیں اس وجہ سے سپاہ کی تقسیم بیان کرنا بھی مناسب ہے۔ برطانیہ کے لیے صرف تین رومی فوجیں کافی تھیں۔ رومی افواج کی بڑی تعداد دریائے راہین (Rhine) اور دریائے ڈینیوب کے کناروں پر مقیم رہتی۔ یہ تعداد میں سولہ رسالے تھی۔ یہ مندرجہ ذیل حصوں میں منقسم تھی۔ دو حصے جرمنی کے جنوب میں اور تین شمال میں رہتے۔ ایک حصہ راہیشیا (Rhaetia)، ایک ناریکم (Noricum)، تین مائیشیا (Maesia) اور دوڈیشیا (dacia) اور چار پینونیا (Panonia) میں مقیم رہتے۔ دریائے فرات کے کنارے واقع علاقوں کے لیے آٹھ لشکر مخصوص تھے جن میں سے چھ شام میں اور باقی دو کپاڈوشیا میں رہتے تھے۔ مصر، افریقہ اور چونکہ مرکز سلطنت سے بہت دور تھے اس لیے ان صوبوں کی حفاظت کے لیے صرف ایک ایک فوج وہاں رکھی جاتی تھی۔ اٹلی کے مرکزی علاقے کو بھی کبھی فوج سے خالی نہیں رکھا گیا۔ بیس ہزار سے زائد سپاہی جو شہری دستوں اور شہنشاہ کے محافظین کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں دارالسلطنت میں قیصر کی حفاظت کے لیے موجود رہتے تھے۔ یہ سپاہی اکثر محلاتی سازشوں اور خوفناک حکومتی انقلابات میں مرکزی کردار ادا کرتے تھے اس لیے جلد ہی یہ سب سے زیادہ توجہ اپنی طرف مبذول کرنے لگے؛ تاہم ان کے عمومی حالات اور اسلحہ میں کوئی چیز دوسری افواج سے مختلف نہیں تھی۔ ہاں ان میں صرف شان وشوکت کا مظاہرہ اور نظم وضبط کی پابندی کچھ کم ضرور تھی۔

بحری طاقت یا بحریہ

رومی شہنشاہوں کی بحری طاقت یا بحریہ ان کی عظمت کے مقابلے میں بہت کم تھی لیکن پھر بھی ضرورت کے مطابق کافی تھی۔ رومی اپنی فتوحات کا دائرہ خشکی تک محدود رکھنا چاہتے تھے اور صور (Tyre) قرطاجنہ (Carthage) اور مارسلیس (Marceilles) کے جہاز

رانوں کی طرح مہم جو بھی نہیں تھے اور نہ ہی ان کی طرح سمندر پار ممالک کی فتح کے آرزو مند تھے۔اس کی بجائے وہ سمندر سے خائف تھے اور اس میں ان کے لیے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ قرطاجنہ کی تباہی اور بحری قزاقوں کی سرکوبی کے بعد پورا بحیرہ روم ان کے زیر انتداب آ گیا اور اس کے کنارے آباد ممالک کو انھوں نے صوبوں کی شکل دے دی۔قیصران روم کی حکمت عملی یہ تھی کہ ان علاقوں میں امن وامان قائم رہے اور رعایا بحری تجارت سے مستفید ہو۔آگسٹس نے اس مقصد کے لیے اٹلی کے دو بحری مقامات ایک ایڈریاٹک کے قریب ریونا (Ravenna) کے مقام پر اور دوسرا نیپلز پر بحری بیڑے معین کر دیے۔رومیوں نے اپنے تجربات کی بنا پر جان لیا تھا کہ بحری جہاز دو یا تین مرتبہ بحری جنگوں میں شمولیت کے بعد خدمات کی بجائے نمائش کے لیے بہتر رہ جاتے ہیں۔

آگسٹس نے ایکٹیوم (Actium) کی فتح کے بعد محسوس کیا تھا کہ چھوٹے بحری جہاز بڑے جہازوں سے بہتر ہوتے ہیں۔آگسٹس نے ریونا اور مسینیم میں جو بحری بیڑے متعین کے تھے وہ چھوٹے بحری جہازوں پر مشتمل تھے۔ان میں سے ایک بحری بیڑا بحیرہ روم کے مشرقی حصوں کی اور دوسرا مغربی حصوں کی نگرانی کرتا تھا۔ان بیڑوں پر ہزاروں ملاح تعینات تھے۔ان کے علاوہ رومی بحریہ کے مرکزی مقامات پر ایک بڑی بحری فوج متعین کر دی گئی تھی۔ان میں سے ایک مرکزی مقام فریجوس (Frejus) تھا جو صوبائی ساحل پر واقع تھا جبکہ دوسرا بحیرہ اسود تھا جس کی حفاظت کے لیے چالیس جہاز اور تین ہزار فوج مامور کی گئی تھی۔ان کے علاوہ کچھ بحری جہازوں سے برطانیہ اور گال (فرانس) کے درمیان آمدورفت جاری رہتی تھی اور کچھ بحری جہاز دریائے رائین اور ڈینوب میں لنگرانداز رہتے تھے۔ان کی وہاں موجودگی وحشی اقوام کو آگے بڑھنے سے روکتی تھیں۔

تخمینہ افواج

رومی افواج کی تعداد کا سرسری جائزہ لیں تو ان کی تعداد حد چار لاکھ پچاس ہزار سے زائد

نہ تھی۔ یہ تعداد بڑی ضرور محسوس ہوتی ہے مگر یہ تعداد تو گزشتہ صدی میں محض شاہان فرانس کی افواج کے برابر ہے جن کے قبضہ میں صرف رومی سلطنت کا محض ایک صوبہ تھا۔

سلطنت کے صوبے

ابھی تک ہم روما کی عسکری طاقت اور اس کے نظم وضبط کو بیان کر رہے تھے کہ جو ہیڈرین اور انطونیوں کے اعتدال پسندانہ اصولوں کے لیے تقویت کا باعث تھی۔ اب مختصر طور پر ان صوبوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو روما کی عظیم الشان سلطنت کے زیر انتداب آ گئے تھے مگر اس سے پہلے خود مختار ریاستوں میں منقسم تھے۔

ہسپانیہ (Spain)

سپین یورپ کے انتہائی مغرب میں واقع ہے۔ اس ملک کی حدود ہمیشہ قدرتی طور پر قائم رہی ہے۔ یہ حدود سلسلہ کوہ پائرینین (Pyrenean)، بحیرہ روم اور بحر اوقیانوس پر مشتمل ہیں۔ سپین آج کل دو سلطنتوں میں منقسم ہے۔ آگسٹس نے اسے تین صوبوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ان صوبوں کے نام لوزیتانیہ، بائیکا (Baetica) اور ٹیراکونینسس (Tarraconensis) تھے۔ آج کل کا پرتگال لوزیتانیا کی جنگجو حکومت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس سلطنت کو مشرق میں جو نقصان پہنچا تھا اس کی تلافی اس نے شمال میں واقع خطہ پر قبضہ کر کے کر لی تھی۔ غرناطہ اور اندلس کے علاقے ہمیں رومی صوبے بائیکا کی یاد دلاتے ہیں۔ سپین کے باقی حصے گیلیشی ا (Gallicia) اسطوریہ (Asturias)، بسکے (Biscay) نوار (Navarre)، قشالیہ اور مرسیہ وغیرہ سبھی رومی سلطنت کے زیر انتداب تھے۔ ان علاقوں پر حکومت ٹیراگونا (Taragona) نامی دارالحکومت سے کی جاتی تھی۔ ان علاقوں میں مقامی قبائل بہت جنگجو اور سرکش تھے۔ ان قبائل نے سب سے آخر میں رومیوں کی اطاعت قبول کی۔ یاد رہے یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے بعد کے زمانے میں سب سے پہلے عربوں سے آزادی حاصل کی۔

گال یا فرانس

گال کا قدیم رومی صوبہ جو کوہ الپس، دریائے رائن اور سمندر تک کے درمیانی علاقہ پر محیط تھا یہ موجودہ فرانس سے وسعت میں کہیں زیادہ تھا۔ جدید فرانس میں اگر اس کے زمانہ حال کے اضافہ شدہ علاقے السا س (Alsace) اور لورین (Lorrain) کے علاوہ سیوائے (Savoy)، سوئٹزرلینڈ، رائن کی ریاستیں اور لکسمبرگ وغیرہ بھی شامل کریں تو کہیں جا کر قدیم گال کے برابر ہوسکتا ہے۔ جب آگسٹس نے اپنے منہ بولے باپ جولیس سیزر کے مفتوحہ علاقوں میں قانون نافذ کیا تو اس نے اپنی افواج کی نقل وحرکت میں آسانی کے لیے گال کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح اس مفتوحہ علاقہ میں کئی آزاد ریاستیں بھی مدغم ہوگئیں۔ بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں لینگی ڈوک (Languedo) پروینس (Provence) اور ڈافائن (Dauphine) کو نار بون کی نوآبادی کا نام دیا۔ ایکوی ٹین کی حکومت پائیرینا سے لوائر (Loire) تک وسیع کر دی گئی۔ لوائر اور دریائے سین (River Seine) کے درمیانی خطے کو کلٹی گال (Celtic-gaul) کا نام دیا گیا۔ دریائے سین کے دوسرے کنارے پر بیلجک (Belgic) کا علاقہ واقع تھا۔ ماضی میں اس کی حدود دریائے رائن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیزر کی فتوحات سے کچھ عرصہ پہلے اس علاقے پر جرمنوں نے بزور قبضہ کر لیا تھا۔ انطونیوں کے عہد میں گال کو چھ صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جن کو نار بونیز (Narbonnese)، ایکویٹین (Aquitain)، کلٹی بالائی اوینز دو جرمن صوبوں کے نام دیے گئے تھے۔

برطانیہ

ہم اس سے پہلے رومیوں کی فتح برطانیہ اور رومیوں کے عہد میں اس کی انتظامی تقسیم کا ذکر کر چکے ہیں۔ رومی قلم رو میں پورا انگلستان، ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے جنگلی حصے ڈمبارٹن، ایڈن برگ سے فرتھ تک کے تمام علاقے شامل تھے۔ انگلستان پر رومیوں کا قبضہ ہونے سے پہلے یہ ملک

تیس وحشی قبائل پر مشتمل تھا۔ ان قبائل میں سب سے زیادہ قابل ذکر بلگائی (Belgae) بری گارنٹس (Brigarntes) اور سائیلورس (Silures) کے قبائل تھے۔ جہاں تک ان کی عادات واطوار اور زبان کا سراغ لگایا جاسکا ہے یہ گال، سپین کے لوگوں سے ملتی جلتی تھیں اور یہ سب ایک بہادر قوم کی مختلف شاخیں نظر آتی تھیں۔ رومیوں کی اطاعت اختیار کرنے سے پہلے یہ لوگ اکثر آپس میں لڑتے رہتے تھے جب وہ رومی حکومت کے زیر اثر آ گئے تو مغربی یورپ کے صوبوں میں ان کی آبادیاں ہرکولیس کے استونوں سے لے کر انطونیوں کی دیوار تک اور دریائے ٹیگس کے دہانے سے لے کر دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کے کنارے تک پھیلی ہوئی تھے۔

اٹلی، اطالیہ

رومیوں کی فتح سے پہلے لمبارڈی کہلانے والا علاقہ اطالیہ میں شامل نہیں تھا۔ اس علاقے کو گال قبائل نے فتح کر کے یہاں اپنی نوآبادی قائم کی تھی۔ وہ دریائے پو (Po) کے کناروں پر لیڈی مانٹ سے رومگنا (Romagana) تک آباد ہو گئے اور کوہ الپس سے اپی نائن (Appennine) تک اپنی جنگجوئی کی دھوم مچادی۔ لیگورینس (Ligurians) اس سنگلاخ ساحل سمندر پر آباد ہو گئے جہاں آج کل جنیوا کی جمہوریت قائم ہے۔ جمہوریہ وینس اس وقت تک وجود میں نہیں آیا تھا، تاہم اس ریاست کی حدود میں وینشیائی (Venetians) قبائل آباد تھے۔ جزیرہ نما کے وسطی حصہ میں جہاں آج کل ڈیوک آف ٹسکنی اور کلیسائی جاگیر واقع ہے ایٹروسکی اور ایمبریائی قبائل کا مسکن واقع تھا۔ یاد رہے ایٹروسکی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اٹلی میں اوّلین تہذیب کی شمع روشن کی تھی۔ اس لیے اٹلی ان قبائل کا ممنون ہے۔ روم کی سات پہاڑیوں کے دامن میں دریائے ٹائبر بہتا تھا اور اس دریا سے نیپلز کی حدود تک سبائن (Sabines)، لاطینی (Latine) اور وولسی (Volsci) قبائل آباد تھے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں ابتدائی فتوحات اور مجلس مشاورت کا آغاز ہوا تھا۔ اور یہیں اولین مسیحی خانقاہیں تعمیر ہوئی تھیں۔ نیپلز سے آگے کی سرزمین

کیپوا(Capua)اور کمپانیا(Campania) کے لوگوں کے قبضہ میں تھی۔اطالیہ کے باقی علاقوں میں متعدد جنگجو قبائل مثلاً مارسی(Marsi)سامنی(Samnites) اپولیائی (Apulians)اور لوسین آباد تھے جبکہ ساحلی علاقوں پر یونانی نوآبادیاں قائم تھیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب آگسٹس نے اطالیہ کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا تو اسٹریا کے چھوٹے سے صوبے کو دارالحکومت روما میں شامل کر دیا تھا۔

ڈینیوب اور الیریا

سلطنت روما کے یورپی صوبوں کی سرحدوں کا تحفظ دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کی قدرتی حد بندی سے انجام پاتا تھا۔دریائے ڈینیوب دریائے رائن کے منبع سے صرف تیس میل دور پہاڑوں سے نکلتا ہے۔جنوب مشرقی حصہ میں یہ تیرہ سو میل تک زمین کو سیراب کرتا ہے۔اس میں تیس کے قریب ایسے دریا گرتے ہیں جو جہاز رانی کے قابل ہیں۔اس کے بعد یہ دریا چھ شاخوں میں منقسم ہو کر بحیرہ اسود میں جا گرتا ہے۔ڈینیوب کے صوبوں کو الیری کوم یا الیریا کا نام دیا گیا ہے۔یہاں آباد لوگ اس لیے قابل تعریف ہیں کہ یہ جنگجو خیال کیے جاتے ہیں۔ڈینیوب کے صوبوں کے نام اس طرح ہیں۔رائیشیا،نوری کوم،پینونیا،ڈالمیشا،ڈیشیا،مائیشیا،تھریس،مقدونیہ اور یونان۔

رائیشیا

رائیشیا کے صوبے نے جلد ہی وندلیشیا(Vindelician)صوبے کا نام ونشان تک مٹا دیا تھا۔یہ کوہ الپس کی بلندیوں سے شروع ہو کر دریائے ڈینیوب کے ساتھ ساتھ اس کے دریا کے سنگم سے ہوتا ہوا بویریا تک پہنچ جاتا ہے۔بویریا کے حکمران رومی سلطنت کے باجگزار تھے۔ یہاں واقع شہر آئسمرگ کی حفاظت جرمن حکومت کے سپرد تھی۔یہاں آباد گرسنس قبائل پہاڑوں میں آباد تھے اور ٹائرال میں اور قبائل کا شمار آسٹریا کے صوبوں میں ہوتا تھا۔

ناریکم اور پینونیا

وہ وسیع خطہ جو دریائے ان (River Inn) ڈینیوب اور سیو (Save) کے درمیان واقع ہے اس میں آسٹریا، کارنتھیا، سٹائیریا، کارنیولا، زیریں ہنگری اسکودونیا کے ممالک واقع ہیں۔ اس مجموعہ ممالک کو پرانے زمانے میں ناریکم اور پینونیا کا نام دیا جاتا تھا۔ ابتدائی دور میں یہاں کے وحشی قبائل میں اتحاد و یگانگت پائی جاتی تھی۔ رومی عہد میں بھی ان میں عموماً اتحاد ہی رہا اور یہ ایک خاندان کے افراد کی طرح زندگی گزارتے رہے۔ عصر حاضر میں ایک جرمن شاہزادہ اس علاقے میں رہتا ہے اور خود کو رومی شہنشاہ کہتا ہے۔ اس کی تمام تر قوت کا انحصار آسٹریا پر تھا۔ یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر ہم بوہیمیا، موریویا، آسٹریا کے شمالی حصہ اور ہنگری کا وہ علاقہ جو ٹیاس (Teyss) اور ڈینیوب کے درمیان واقع ہے الگ کردیں تو باقی حصہ جو آسٹریا کی حکومت میں شامل رہ جاتا ہے تمام تر رومی حکومت کے زیر نتداب تھا۔

ڈالمیشیا (Dalmacia)

جہاں دریائے ڈینیوب، دریائے ٹیاس اور دریائے سیو (Save) سے ملتا ہے اس جگہ کا نام یونانیوں نے ڈالمیشیا رکھا تھا تاہم اسے الیری کم کہنا زیادہ موزوں ہے یہ ایک تنگ مگر طویل خطہ ہے جو دریائے سیو اور بحرہ ایڈریاٹک کے درمیان واقع ہے۔ یہ بہترین ساحلی علاقہ ہے اس کا قدیم نام اب تک چلا آتا ہے آج کل یہ ریاست وینس کا ایک حصہ اور ایک چھوٹی سی ریاست راگوسا (Ragusa) کا دارالحکومت ہے۔ اسی خطے کے اندرونی علاقے کو سلوانیا، کروشیا اور بوسینیا کے نام دیے جاتے ہیں۔ کروشیا آسٹریا کی سلطنت کا صوبہ ہے جبکہ بوسنیا ایک ترکی پاشا کے زیر حکومت ہے۔ اس علاقہ میں عیسائی اور اسلامی حدود کے درمیان حد فاصل کا پتہ نہیں چلتا۔ قدیم زمانہ میں یہاں وحشی قبائل آباد تھے۔

میزیا اور ڈیشیا

دریائے ڈینیوب کے دریائے ٹیاس اور سیو کے سنگم کے علاقے کو یونانی ایسٹر (Ister) کا نام دیتے تھے۔ قدیم زمانے میں یہ سنگم میزیا اور ڈیشیا کے درمیان حد فاصل تھا۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ڈیشیا شہنشاہ ٹراجن کی فتوحات میں شامل تھا۔ رومی سلطنت کا یہ واحد صوبہ تھا جو دریا کے پار واقع تھا موجودہ زمانے میں دریائے ڈینیوب کے بائیں کنارے پر واقع حصے اور ٹرانسلونیا کئی انقلابات کے بعد سلطنت ہنگری میں شامل کر لیے گئے ہیں جبکہ مولڈیویا اور ولاچیا سلطان ترکی کو اپنا فرمانروا تسلیم کرتے ہیں میزیا جو دریائے ڈینیوب کے داہنے کنارے پر واقع ہے ازمنہ وسطیٰ میں تین بربری ریاستوں میں منقسم تھی جن میں سے سرویا اور بلغاریا سلطنت ترکی کے ماتحت ہیں۔

تھریس، مقدونیا اور یونان

تھریس، مقدونیا اور یونان کے وسیع خطے کو ترک آج بھی رومیلیا (Roumelia) کا نام دیتے ہیں۔ یہ نام اس دور کی یاد دلاتا ہے جب یہ علاقے سلطنت روما کے زیر انتداب تھے۔ انطونیوں کے عہد میں تھریس کا جنگجو خطہ درہ دانیال تک ایک صوبہ کہلاتا تھا۔ بہت سے بادشاہوں کے تخت سلطنت بیٹھنے اور کئی مذہبی تغیرات کے رونما ہونے کے باوجود یہ اسی حیثیت سے قائم چلا آتا ہے۔ شہنشاہ قسطنطین اعظم نے باسفورس کے کنارے جو نیا روم آباد کیا تھا وہ قسطنطنیہ کہلاتا تھا اور زمانہ حال تک شہنشاہوں کا دارالحکومت چلا آتا تھا۔ اسی طرح سکندر اعظم کے عہد میں مقدونیوں کی ریاست ایشیائی ممالک تک وسیع ہو گئی تھی۔ اس علاقے کو فلپ اول اور ثانی کے عہد میں بہت سے فوائد حاصل ہوئے اور یہ تھسلی اور ایپروس سے نکل کر بحرہ آیونیا تک پھیل گئی تھی جب ہم اسپارٹا کے مشاہیر، تھیبز اور آرگاس کی شہرت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مشکل سے اس بات کا یقین آتا ہے کہ یہ غیر فانی جمہوری ریاستیں بھی رومی سلطنت کے ایک صوبہ میں شامل کر لی گئی تھیں۔ یہ صوبہ چونکہ اخین لیگ کے زیر اثر تھا اس لیے اخیا کہلاتا تھا۔

ایشیائے کوچک

رومی شہنشاہوں کے عہد میں یورپی ممالک کی حالت کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا ہے جبکہ وہ ایشیائی صوبے جو شہنشاہ ٹراجن نے عارضی طور پر فتح کیے تھے، آج کل سلطنت ترکی میں شامل ہیں۔ ان علاقوں کی شخصی یا عارضی تقسیم کی بجائے بہتر ہوگا کہ ان کی قدرتی تقسیم کو مدنظر رکھا جائے۔ اس جزیرہ نما کو جو بحیرہ اسود اور بحیرہ روم کے درمیان واقع ہے ایشیائے کوچک (Asia Miner) کا نام دیا جاتا ہے اس طرف سے دریائے فرات کی وادیوں سے براعظم یورپ کی طرف سفر کیا جاتا تھا اس وسیع اور زرخیز خطے کو جو کوہ ٹارس (Tarus) اور دریائے ہیلیز (Halys) کے مغرب میں واقع تھا رومیوں نے ایشیا کا نام دیا تھا۔ اس رومی صوبے میں ٹرائے، لیڈیا اور فریجیا کی قدیم سلطنتیں پاتھیلیا، لائسیا اور کیریائی قبائل کے علاقے جو ساحل سمندر پر واقع تھے شامل تھے۔ اس کے علاوہ یونان کی نوآبادیاں جو ایونیا کہلاتی تھیں اسی خطے کے ساحلوں پر آباد تھیں۔ ایونیا کے لوگ اپنے آباواجداد کی طرح فنون سپاہ گری میں تو طاق نہیں تھے البتہ فنون لطیفہ میں ان سے کم بھی نہیں تھے۔ بیتھنیا اور پونٹس جزیرہ نما کے شمالی حصہ پر قسطنطنیہ سے ٹریبی زونڈ تک قابض تھے۔ ان کے مخالف سمت میں سلیشیا کا صوبہ شام کے پہاڑوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اندرونی علاقہ میں دریائے ہیلیز کی قدرتی حد فاصل کی وجہ سے رومی ایشیا سے علیحدہ تھے۔ دریائے فرات انھیں آرمینیا سے الگ کرتا تھا۔ قدیم عہد میں یہاں کلاڈوشیا کی سلطنت قائم تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دریائے ٹریبی زونڈ اور دریائے ڈینیوب کے پار کے یورپی علاقے بھی رومی شہنشاہوں کی حکمرانی کو تسلیم کرتے تھے۔ وہ یا تو رومیوں کے باج گزار تھے یا پھر ان علاقوں میں رومی افواج مقیم تھیں۔

شام، فونیقیا اور فلسطین

سکندر اعظم کے جانشینوں کے عہد میں شام پر سیلیوکس (Seleuciae) کی حکمرانی

تھی۔ وہ بالائی ایشیا پر اس وقت تک قابض رہا جب پارتھیوں کی کامیاب بغاوت کی وجہ سے دریائے فرات اور بحیرہ روم کے مابین کا علاقہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب شام پر رومی حکومت قائم ہوئی تو یہ اس سلطنت کی مشرقی حد فاصل بن گیا۔ اس کی حدود شمال میں کپاڈوشیا کے پہاڑوں اور جنوب میں مصر کے گردونواح اور بحیرہ احمر (Red Sea) تک وسیع تھیں۔ فونیقیہ (لبنان) اور فلسطین کو بھی شام میں شامل کرلیا جاتا تھا اور کبھی یہ اس سے علیٰحدہ ہوجاتے تھے۔ فونیقیہ ایک تنگ اور سنگلاخ پہاڑی ساحل تھا جبکہ فلسطین اپنی زرخیزی اور رقبے میں دیلز سے کسی طرح کمتر نہیں تھا۔ فونیقیہ اور فلسطین ہمیشہ اپنی قدیم تہذیب پر فخر کرتے رہیں گے کیونکہ یاد رہے کہ اہل مغرب کو رسم الخط سمیت دیگر علوم فونیقیہ نے عطا کیے جبکہ وہ مذہب کے معاملے میں ارض فلسطین کے ممنون ہیں۔ شام کے گردونواح میں ایک صحرا ہے جہاں نہ درخت ہیں اور نہ پانی۔ یہ دریائے فرات سے لے کر بحیرہ احمر تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ صحرا عربوں کی خانہ بدوشی کا ضامن تھا۔ ان خانہ بدوشوں کو اپنی آزادی بڑی عزیز تھی۔ یہ صحرائی نخلستانوں میں قیام پذیر تھے اور رومی اطاعت قبول کرتے تھے۔

مصر

قدیم جغرافیہ دانوں کو اکثر یہ دقت پیش رہی ہے کہ کرہ ارض کے کس حصے کو ملک مصر قرار دیں۔ بلحاظ محل وقوع مصر براعظم افریقہ میں واقع ہے لیکن مصر تک رسائی صرف براعظم ایشیا سے ممکن تھی۔ اسی وجہ سے مصر نے ایشیا میں آنے والے ہر انقلاب کو قبول کیا ہے۔ یاد رہے بطلیموس شاہ مصر کے تخت پر ایک رومی سردار جلوہ افروز رہا اور عصر حاضر میں مصر کی عنان حکومت ایک ترکی پاشا کے ہاتھ میں ہے۔ دریائے نیل اس ملک میں خط سرطان سے بحیرہ روم تک پانچ سو میل کا سفر کرتا ہوا بہتا ہے اور اپنے اردگرد کی زمینوں کو اپنے سالانہ آنے والے سیلابوں سے زرخیز کرتا ہے۔ سائرین (Cyrene) جو ایک یونانی نوآبادی تھی ساحل سمندر پر مغربی سمت میں واقع

تھی۔ بعد ازاں اس نوآبادی کو ایک مصری صوبے کی حیثیت دی گئی تھی۔ زمانہ حال میں اسے صحرائے برقہ (Barca Desert) نے اپنی پنہائیوں میں غائب کر دیا ہے۔

افریقہ

سائرین سے لے کر بحیرہ روم تک افریقہ کی وسعت پندرہ سو میل سے زائد ہے تاہم وہ خطہ جو بحیرہ روم اور صحرائے اعظم کے درمیان میں واقع ہے وہ اس قدر تنگ ہے کہ اس کی چوڑائی کسی مقام پر 80 یا 100 میل سے زائد نہیں۔ رومی افریقہ کے مشرقی حصہ کو اس کا اہم صوبہ خیال کرتے تھے۔ فونیقیوں کی آمد سے پیشتر یہ زرخیز علاقہ لیبیائی قبائل کے تصرف میں تھا۔ ان قبائل کو اس زمانے میں دنیا کی وحشی ترین قوم سمجھا جاتا تھا۔ پھر جب یہ اہل قرطاجنہ کے زیر نگین آیا تو یہ تجارت اور حکومت کا مرکز بن گیا۔ زمانہ حال میں ماضی کے قرطاجنہ کی سلطنت زوال پذیر ہو کر طرابلس اور تیونس کی ریاستوں میں منقسم ہو گئی۔ الجزائر کی فوجی حکومت نومیڈیا کے بڑے علاقے پر قابض رہی ہے۔ نومیڈیا کی سرزمین کسی زمانے میں میں نسا اور جگورتھا (Jagurtha) کے زیر اثر متحد تھی۔ آگسٹس کے عہد میں نومیڈیا کی حد بندی کر دی گئی تھی اور اس خطہ کا دو تہائی حصہ موریطانیہ کے نام پر قبول کر کے اسے قیصریہ (Caesariensis) کا نام دیا گیا۔ حبشیوں کا ملک اصلی موریطانیہ آج کل فیض (Fez) کے نام سے موسوم ہے۔ سیلی (Salle) کا بحری مقام جو آج کل بحری قزاقی کی وجہ سے مشہور ہے اسے رومی اپنی سلطنت کی حد فاصل خیال کرتے تھے۔ رومیوں کا تعمیر کردہ ایک اور شہر آج کے مراکو کے قریب دیکھا جا سکتا ہے۔ اگرچہ مراکش کے بادشاہ کو بربری اور غیر مہذب سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ یہ جنوبی مملکت بھی سیگل میں ا (Segelmessa) کے ساتھ رومیوں کے زیر نگیں تھی۔ مغربی افریقہ سلسلہ کوہ اطلس کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس پہاڑ کی شعراء نے غیر ضروری تعریفیں کی ہیں۔ یہ سلسلہ کوہ سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقہ کا بیشتر حصہ اب سمندر برد ہو گیا ہے۔

بحیرۂ روم اور اس کے جزائر

رومی سلطنت کے صوبجات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اب اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ براعظم افریقہ اور سپین کے درمیان ایک تنگ آبنائے حائل ہے۔ اسے زمانہ حال میں آبنائے جبرالٹر کہتے ہیں۔ بحراوقیانوس کا پانی اسی آبنائے سے گزر کر بحیرہ روم کے پانیوں سے ملتا ہے۔ اس آبنائے کی چوڑائی صرف بارہ میل ہے۔ ہرکولیس کے ستون جو پرانے زمانے میں بہت مشہور تھے یہ دراصل اس آبنائے میں موجود دو پہاڑیاں تھیں جو عناصر کی کشمکش سے پھٹ گئی تھیں اور جو پہاڑ سرزمین یورپ پر واقع ہے اب اس پر جبرالٹر کا قلعہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اسے عرب جبل الطارق کا نام دیتے ہیں۔ پورا بحیرہ روم رومی سلطنت کے زیرنگین تھا۔ اس کے تمام جزائر اور سواحل بھی جن میں سے دو بڑے جزیرے مجورکا اور منورکا کہلاتے ہیں ان میں سے اول الذکر آج کل سپین کے زیرانتداب اور آخرالذکر برطانیہ عظمیٰ کے ماتحت ہے، رومیوں کے قبضے میں تھے۔ کوسیگا کے حالات بیان کرنے کی بجائے اس کی قسمت پر افسوس کرنا بہتر ہے۔ دو اطالوی بادشاہوں کے خطابات مارڈینیا اور سسلی سے متعلق ہیں۔ جزیرہ کریٹ جس کا دوسرا نام کینیڈیا ہے بحیرہ روم ہی میں واقع ہے۔ متعدد چھوٹے چھوٹے جزیرے جو یونان اور ایشیا میں واقع ہیں ترکوں کے قبضے میں ہیں جبکہ سنگلاخ جزیرے مالٹا ان کی طاقت کے آگے سرنگوں نہ ہوا اور اپنی شان وشوکت اس نے برقرار رکھی۔

سلطنت روما کے عام حالات

رومی سلطنت کے مندرہ بالا ذکر کیے گئے صوبے اور ان کے تقسیم شدہ حصے آج کی معروف سلطنتوں اور طاقتور حکومتوں میں بدل چکے ہیں جو ہمیں رومیوں کی جہالت اور غرور کی بے ثباتی کا یقین دلاتے ہیں۔ حکومت کے نشہ میں بے خود ہوکر رومی شہنشاہ اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو حقیر گردانتے تھے۔ اسی نشہ میں بدمست ہوکر وہ کبھی کبھی رومی سلطنت کو دنیا بھر کی اجارہ

داری کی صورت سمجھنے لگتے تھے، مگر جدید مورخ کے مزاج کے لیے اس سے زیادہ مبنی بر حقائق زبان کا استعمال ضروری ہے۔ وہ اپنے مشاہدے سے رومی سلطنت کی ایک صحیح تصویر پیش کر سکتا ہے کہ رومی سلطنت کرہ ارض پر انطونیوں کی دیوار سے ایشیا کی شمالی حد سے لے کر کوہ طلس اور خط سرطان تک تقریباً دو ہزار میل چوڑی تھی جبکہ اس کی طوالت مغربی سمندر سے لے کر دریائے فرات کے کنارے تک تقریباً تین ہزار میل تھی۔ یہ سلطنت منطقہ معتدلہ کے بہترین مقام پر ارض بلد شمالی کے چوبیسویں درجے اور چھبیسویں درجے تک وسیع تھی۔ مورخین کے مطابق اس کا رقبہ سولہ لاکھ مربع میل تھا جس میں دنیا کے زرخیز ترین اور مزروعہ رقبے شامل تھے۔

.....☆☆☆.....

باب دوم

انطونیوں کے عہد میں سلطنت کا اتحاد اور داخلی خوش حالی

اصول سلطنت

صرف فتوحات کی رفتار اور وسعت سے سلطنت روما کی عظمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو روس کا شہنشاہ جو اس سے کہیں زیادہ رقبہ پر حکومت کرتا ہے زیادہ عظیم تر قرار پاتا۔ درہ دانیال (Helspont) کو عبور کرنے کے صرف سات برس بعد سکندر اعظم نے مقدونیہ کی سرحد کو دریائے ہائی فاس کے کناروں تک وسیع کر دیا تھا۔ صرف ایک صدی سے بھی کم عرصے میں چنگیز خان اور دیگر مغل شہزادوں نے ظلم وستم کا بازار گرم کرتے ہوئے اور تباہی پھیلاتے ہوئے چین کے سمندروں سے مصر اور جرمنی تک ایک عبوری حکومت قائم کر دی تھی مگر کیا ان کے یہ کارنامے کسی عظمت کے امین تھے؟ اس کے مقابلے میں رومی سلطنت کی مضبوط بنیاد مدتوں کی غور وخوص کے بعد قائم کی گئی تھی۔ ٹراجن اور انطونیوں کے مطیع صوبے قانوناً سلطنت میں شامل کر لیے گئے تھے اور علوم وفنون کے زیور سے آراستہ کر دیے گئے تھے۔ کبھی کبھی ارباب حکومت کے ناجائز اختیارات سے ان کو نقصان بھی پہنچتا مگر رومی حکومت کے عمومی اصول انصاف اور عقل پر مبنی تھے جس سے انھیں بہت سے فوائد بھی حاصل ہوتے اور فاتحین کے سے مساویانہ حقوق بھی حاصل ہوتے۔ رومی شہنشاہ اپنے آباواجداد کے مذہب پر قائم تھے مگر رعایا سے انصاف اور مساوات قائم رکھتے تھے۔

مذہبی رواداری

رومی شہنشاہ اور سینیٹ کی مذاہب کے متعلق حکمت عملی روشن خیالی اور رعایا کے عقائد اور مذاہب کے احترام پر مبنی تھی۔ رومی حکومت سلطنت میں مروجہ طریق عبادات کو صحیح تسلیم کرتی تھی۔ اگر فلسفی کسی عقیدے کو درست قرار نہ دیتے تو عدلیہ اسے درست تسلیم کرتی تھی۔ اسی مذہبی رواداری کی وجہ سے نہ صرف لوگ ایک دوسرے کے مذاہب پر معترض نہ ہوتے بلکہ ان میں مذہبی ہم آہنگی بھی قائم تھی۔

عوام

عوام کی ضعیف الاعتقادی میں مذہب کی سختی کو کوئی دخل نہیں تھا اور نہ ہی کسی مخصوص طرز فکر تک محدود تھے۔ کثیر المعبود مذاہب کے لوگوں کو بھی قومی رسومات میں شامل کیا جاتا۔ اس طرح وہ دنیا کے تمام مذاہب کی سچائی پر یقین رکھتے اور رواداری کے اصول پر قبول کرتے تھے۔ خوف، تشکر اور تجسس، خواب کسی قسم کا شگون، عدم تنظیم یا کسی دور دراز کا سفر سب مل کر ان کے عقائد کی تعداد میں اضافہ کرتے جس سے ان کے محافظ دیوتاؤں کی تعداد بھی بڑھ جاتی تھی۔ بہادر اور عقل مند لوگوں کو جن سے ملک کو کوئی فائدہ پہنچا، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، وہ اس اعزاز کے مستحق ٹھہرتے کہ انہیں اگر دیوتا نہ بھی تسلیم کیا جائے مگر تمام بنی نوع انسان ان کا احترام ضرور کرے۔ رومیوں کے نزدیک ہزاروں درختوں کے جھنڈوں اور ہزاروں چشموں کے دیوتا الگ الگ تھے اور وہ سب ایک دوسرے سے لڑے بغیر نہایت سکون سے مختلف مقامات پر اپنا اثر قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کی آزاد خیالی کا یہ عالم تھا کہ وہ خود دریائے ٹائبر کے غصے سے استغفار کرتے رہتے تھے مگر ان مصریوں سے کسی قسم کی نفرت نہ کرتے جو دریائے نیل کی دیوی کے آگے تحفے تحائف (انسانی جانیں تک) پیش کرتے تھے۔ ان کی نزدیک فطرت کی ظاہری طاقتیں، سیارے اور عناصر تمام دنیا کے لیے یکساں تھے۔ ان کے ہاں ہر خوبی و بدی کا ایک الگ دیوتا تھا اور ہر فن اور پیشہ کا

ایک ایک مربی تھا۔ اگر چہ وہ مشترکہ دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے مگر سب نے ان دیوتاؤں کے اپنے لیے الگ الگ نام رکھ لیے تھے۔ مشہور یونانی شاعر ہومر نے اپنی شاعری میں قدیم زمانے کے شرک کی بہت خوبصورت تصویر پیش کی۔

فلاسفہ

یونانی فلسفیوں نے اپنے دیوتاؤں کو مظاہر فطرت کی بجائے انسانی صفات سے متصف کیا ہے۔ وہ مذہب اور احکام خداوندی سے زیادہ سروکار نہ رکھتے اور پاکیزہ فطرت پر اس لحاظ سے غور کرتے کہ وہ نہایت عجیب چیز ضرور ہے۔ اس طرح اپنی بلند پایہ تحقیق کے نتیجے میں انسانی فطرت کا گہرا مطالعہ کیا۔ یونانی فلسفے کے چار مشہور مکاتب فکر تھے۔ ان میں رواقیوں (Stoics) اور افلاطونیوں (Platonists) نے استدلال اور نیکی میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ہمارے لیے مسبب الاسباب کی ہستی اور اس کے اکمل ہونے کے جو ثبوت چھوڑے ہیں وہ نہایت زبردست ہیں۔ رواقی چونکہ مادے کی تخلیق کے مسئلے کو نہ سمجھ سکے اس لیے وہ خالق اور خلق میں خط تقسیم نہ کھینچ سکے۔ اس کے برعکس افلاطون اور اس کے شاگردوں کے نزدیک خدا وجود کی بجائے صرف تصورات میں مخلوق سے مشابہ تھا۔ اپیکیورلیس (Epicurius) اور اس کے اشراقی پیروکار اور دیگر لذت طلب افراد کے خیالات مذہب کے معاملہ میں کمزور تھے۔ اشراقیوں نے اپنی کم علمی کی وجہ سے ہر چیز کو شک کی نظروں سے دیکھنا شروع کیا تو آخر الذکر گروہ کی جہالت نے انھیں کبھی قادر مطلق کی طاقت پر ایمان لانے نہیں دیا۔ تحقیق کے شوق اور ہمسری بلکہ دوسرے پر فوقیت کی خواہش نے فلسفیوں کو نہ صرف مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا بلکہ وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ ایسے نوجوان جو تحصیل علم کے لیے سلطنت کے مختلف حصوں سے اتھینز آتے تھے انھیں ہر مکتب فکر سے یہی تعلیم ملتی تھی کہ وہ متعدد خداؤں پر اعتقاد رکھنے والے مذاہب سے بیزاری کا اعلان کریں۔ واقعی یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ ایک فلسفی شعرا کے بتوں کو خدایا

دیوتا تسلیم کرے یا بے ترتیب روایات قدیمہ کو مذہبی حقائق کی مثل تسلیم کرے اور معمولی انسانوں کی دیوتاؤں کی طرح پرستش کرے۔ ایسے نااہل دشمنوں کے خلاف رومی فلاسفہ میں سے سرونے استدلال کے ہتھیار اٹھا کر اور لوسیا نے طنز کے تیر چلا کر ان کی ہجو کی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر تعلیم یافتہ طبقے میں دیوتاؤں کے لیے نفرت اور ذلت کے خفیہ جذبات بیدار نہ ہوتے تو وہ کبھی اپنے ملک کے دیوتاؤں کی کھلم کھلا تضحیک نہ کرتے۔

انطونیوں کے عہد میں لامذہبیت کو اگرچہ کچھ فروغ حاصل ہوا تھا مگر عوام کی اکثریت پروہتوں کے زیر اثر تھی اور ان کا احترام کرتی تھی۔ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس زمانے کے فلسفی عقل کی برتری اور آزادی کا اعلان کرتے تھے مگر اپنے اعمال میں وہ مروجہ ضابطہ قوانین اور روایات کے پابند تھے۔ وہ عوام کی غلطیوں کو افسوس اور ہمدردی کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن اپنے آباواجداد کی رسوم پر سختی سے قائم تھے۔ ان مندروں میں بھی چلے جاتے جہاں اوہام پرستی کی جاتی تھی، ایسے تھیٹروں میں بھی کوئی ایسا کردار کر لیتے جس کی بنیاد اوہام پرستی پر ہوتی تھی تاہم وہ اپنے دہریانہ خیالات کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ اس طبیعت کے حامیان عقل وفلسفہ سے اسی وجہ سے یہ امید بھلا کیسے ہوسکتی تھی کہ وہ اپنے عقائد اور مذہب کو بچانے کے لیے دوسروں کا مقابلہ کریں۔ یہ لوگ کثرت پرستوں کے احمقانہ خیالات سے کسی بھی صورت میں لاتعلق ہی رہتے تھے۔ باطنی طور پر وہ ان کی حرکات سے نفرت کرتے مگر ظاہری احترام کرتے ہوئے وہ اولمپین کی قربان گاہوں اور جیوپیٹر کے مندر کی تقریبات میں شرکت بھی کر لیتے تھے۔

رومی حکام

یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ظلم وجبر نے کس طرح رومی حکام، کونسلوں اور مجسٹریٹوں میں جگہ پائی تاہم عدالتوں کو یہ الزام نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اندھی تقلید اور تعصب کا شکار ہوئیں کیونکہ رومی مجسٹریٹ خود بھی فلسفی تھے اور اسٹھینز کے مکتب فکر نے ہی رومیوں کو قوانین عطا کیے تھے۔ ان

پر ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول یا لالچ و حرص کا اثر کبھی نہیں پڑ سکتا تھا کیونکہ مذہبی اور سیاسی دونوں اقتدار ان کے ہاتھوں میں دے دیا گیا تھا۔ معززار اکین سینیٹ سے ہی پروہتوں کا انتخاب کیا جاتا تھا اور پروہت اعلیٰ کے اختیارات ہمیشہ شہنشاہ کے ہاتھ میں رہتے تھے۔ یہ لوگ مذہبی اقتدار اور ان سے حاصل ہونے والے مفادات سے بھی بے خبر نہیں تھے۔ اسی وجہ سے امور حکومت سے بھی ان کا تعلق قائم رہتا تھا۔ وہ عوامی تہواروں اور تقاریب کی حوصلہ افزائی محض اس لیے کرتے تھے کہ انکی وجہ سے عوام میں انسان نوازی کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔ وہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کے انصرام کو اپنی داخلی حکمت عملی میں انتہائی اہمیت دیتے تھے کہ اس سے معاشرتی اتحاد قائم رہتا تھا۔ وہ مذہب کے عمومی فوائد کو تسلیم کرتے تھے مگر اس امر کی ترغیب پر کہ نیکی دنیا اور عقبیٰ میں بھی مفید ہے، یقین رکھتے تھے جبکہ جھوٹ بولتے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے پر ان کے دیوتاؤں کی طرف سے بھی سزا موجود تھی۔ وہ اس بات پر بھی اعتقاد رکھتے کہ عبادات کے مختلف انداز یکساں مقاصد کے حامل ہیں مگر ہر ملک کے باشندوں کے ذاتی مقاصد اور لالچ کی وجہ سے ضعیف الاعتقادی پھیلی ہے۔

صوبوں کی حالت

اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ فاتحین نے مفتوحین کے مندروں، دیوتاؤں کے بتوں اور سامان آرائش وغیرہ کو لوٹ لیا۔ تاہم رومی مفتوحین کو رومی فاتحین نے ان کے اسلاف کے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی اور بعض ان کی پرستش گاہوں کو حفاظت بھی فراہم کی۔ گال (فرانس) کا صوبہ تھا جو اس کلیہ سے مستثنیٰ تھا۔ انسانی قربانی کی رسم کو ختم کرنے کی آڑ میں شہنشاہ ٹائبیرس اور شہنشاہ کلاڈیس نے ڈرڈوس (Druids) کی حد سے بڑھی ہوئی صوبائی طاقت کو پامال کر دیا لیکن یہاں بھی پروہت ان کے دیوتا، ان کی قربان گاہیں اور مندر وغیرہ قائم رہے جب تک کفر کا پورا استحصال نہ ہوا۔

روما کی حالت

روما میں جو ایک بڑی شخصی سلطنت کا دارالحکومت تھا دنیا کی ہر قوم کے باشندے موجود رہتے تھے۔ ان غیر ملکیوں کو اپنے ملک کی مذہبی رسوم ورواج پر عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ اسی طرح سلطنت کے ہر شہر کو اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ اپنے قدیم رسم ورواج کو جاری رکھے تاہم سینیٹ کبھی کبھی مداخلت کر کے غیر ملکی رسوم کو روکنے کی کوشش کرتی تھی۔ مصری رسوم جو انتہائی درجے کی قابل نفرت اور مذموم تھی انھیں ممنوع قرار دے دیا گیا نتیجتاً سراپس دیوتا (Serapis) اور آئی سس دیوی (Isis) کے بت توڑ دیے گیے اور ان کے پجاریوں کو روم اور اطالیہ سے نکال دیے گئے لیکن تعصب مذہبی کا جوش حکومت کی حکمت عملی پر غالب آتا تھا جو لوگ نکال دیے گئے واپس آئے اور انھوں نے اپنی آبائی مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا اور مندر دوبارہ آباد ہو گئے۔ پھر یہاں تک ہوا کہ سراپس دیوتا اور آئی سس دیوی جن کے مندر منہدم کر دیے گئے تھے وہ رومی دیوتاؤں کی صف میں شمار کیے جانے لگے۔ یہ عمل حکومت کے سابقہ طرزِ عمل سے بالکل مختلف تھا۔ جمہوریہ کے زمانے میں یونانی دیوتا ایسکولاپیس (Asulpius) اور دیوی سیبل (Cybele) کے بتوں کو لینے کے لیے کئی مرتبہ سفارت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں رواج تھا کہ محفوظ شہروں کے شہریوں کو رومی ایسی ترغیب دیتے کہ وہ ان کے دیوی دیوتاؤں کا ویسا ہی احترام کریں گے جیسا کہ ان کے ملک میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے محکوم اقوام کا مرکز روم بن گیا تھا اور اس کے نتیجے میں دنیا بھر کے دیوتاؤں کو اس شہر میں آزادی مل گئی تھی۔

روما کی آزادی

ایتھینز اور سپارٹا کی تنگ نظری پر مبنی یہ حکمت عملی کہ اپنی نسل کو مخلوط ہونے سے بچانے کے لیے غیروں سے الگ تھلگ رہا جائے بالآخر ان کی تباہی کا باعث بنی تھی مگر رومیوں کی ترقی پسند دانش نے اپنی انا کو ترقی پسندی پر قربان کر دیا اور اس بات کو قابل احترام جانا کہ دانش وحکمت

کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام کی دانش وفکر کی بھی قدر کی جائے اور چاہے یہ کہیں سے بھی ملے اسے حاصل کیا جائے۔ ایتھینز کی جمہوری حکومت کے شاندار عہد میں رعایا کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی لیکن یہ بتدریج کم ہوتے ہوئے اکیس ہزار رہ گئی۔ اسکے برعکس اگر ہم روما کی آبادی کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ جنگی اور نوآبادیاتی نقصانات کے باوجود شہنشاہ سرویس تولینس (Sevius Tulinis) کی پہلی مردم شماری میں روما کی کل آبادی تراسی ہزار سے بڑھ کر چار لاکھ تریسٹھ ہزار ہوگئی۔ یہ آبادی ایسے باشندوں پر مشتمل تھی جو بوقت جنگ اپنے ملک کے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھا سکتے تھے۔ جب روما کے اتحادیوں نے مساویانہ حقوق کا مطالبہ کیا تو سینیٹ نے انتہائی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کیا کہ ہمارے لیے اس طرح کی مراعات دینا سخت بدنامی کا باعث ہوگا اور اس کا مقابلہ بزور شمشیر کرنا چاہیے۔ سامانیوں اور لوکانیوں نے اپنی جلد بازی کا پورا پھل پایا اور انہیں خطیر جرمانہ ادا کرنا پڑا لیکن اطالیہ کی دوسری ریاستیں جو رفتہ رفتہ رومی حلقہ اثر میں آتی گئیں اور جمہوری حکومت کے زیر سایہ جو لوگ تھے وہ شاہانہ اختیارات رکھتے تھے۔ یہی لوگ جلد ہی عوامی آزادی کی تباہی کا باعث بنے۔ جمہوری حکومت میں شہری آزادی کی دولت سے اس وقت تک لطف اندوز ہوتے ہیں جب تک وہ اپنے معاملات میں نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن اگر عوام عدم نظم وضبط کا مظاہرہ کریں تو جلد ہی یہ اختیارات غلط ہاتھوں میں منتقل ہو جاتے ہیں یا ان سے چھین لیے جاتے ہیں۔ جب روما کی شاہی انتظامیہ نے عوام کے پرامن اجتماعات کو سختی سے کچل دیا تو فاتحین اور مفتوحین میں امتیاز ظاہر ہونے لگا۔ جب عوام میں نظم وضبط پیدا ہو گیا تو اس نوعیت کے تمام خطرات بھی ٹل گئے۔ اس کے باوجود جو قیصران آگسٹس کے نقش وقدم پر چلتے رہے اور روم کی شان وشوکت کی حفاظت بھی کرتے رہے اور روما کے شہریوں کی آزادی کو اپنے تدبر اور فہم سے قائم رکھنے میں کامیاب رہے۔

اٹلی

سلطنت کے ممالک محروسہ کی آبادیوں کے مقابلے میں جب تک رومیوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت ہوتی رہی اس وقت تک اطالیہ اور دیگر صوبجات کے درمیان امتیاز قائم رہا۔ روما رعایا کے اتحاد کا مرکز تھا اور اسے قانون سازی اور دستور کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اطالیہ کو یہ فخر حاصل تھا کہ یہ شہنشاہوں اور سنیٹ کے تمام اراکین کی جنم بھومی تھی۔ اسی کو وہ اپنا وطن قرار دیتے تھے۔ اسی وجہ سے اطالیہ کی ریاستیں ٹیکس سے مستثنیٰ تھیں اور یہاں کے باشندوں کے خلاف من مانی حکومتی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان کے بلدیاتی ادارے دارالحکومت کے بلدیاتی ادارہ سے مشابہ تھے۔ ان کو مرکزی حکومت کے زیر نگرانی قانون سازی کا حق حاصل تھا۔ الپس کے دامن سے لے کر کیلابریہ (Calabria) کی آخری حد فاصل تک اطالیہ کے تمام باشندے بلا شک وامتیاز رومی شہری تسلیم کیے جاتے تھے۔ ان کے جزوی لسانی اور دیگر اختلافات کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا تھا اور وہ ایک قوم کی طرح متحد تھے اور یکساں حقوق رکھتے تھے۔ جمہوریہ کی حکمت عملی سب کے لیے یکساں تھی اور یہ عوام سے فیاضانہ طرز عمل رکھتی تھی۔ رومیوں کی متبنیٰ اولاد کو بھی حکومت کے لیے خدمات کا استحقاق حاصل تھا۔ اگر رومیت صرف اس کی فصیلوں تک محدود رہتی تو بعض مشاہیر کے ناموں کا وجود تک نہ ہوتا اور یہ شہر اپنے معزز ترین نفوس سے محروم ہو جاتا مثلاً ورجل مانٹوا (Mantua) کا باشندہ تھا، ہوریس اس شک میں مبتلا تھا کہ وہ خود کو اپولین کہے یا لوکانی؟ پیڈوا کے ایک پیدائشی نے رومی فتوحات کی تاریخ مرتب کی۔ کیٹس کا خاندان آبائی طور پر سکولم (Tusculum) سے تعلق رکھتا تھا۔ ماریوس اور سسرو جیسے رومی مشاہیر اور چھوٹے سے قصبے آرچی نم کے پیدائشی تھے۔ ماریوس کو رومی تاریخ میں رومولس اور کیمی لس کے بعد روما کا تیسرا بانی سمجھا جاتا ہے۔ سسرو وہ دانش مند تھا جس نے

اپنے ملک کو کیٹلائن کی سازش کا بھانڈا پھوڑ کر بچایا تھا اور خود کو تھیمز کے فن تقریر سے مقابلے کے قابل بنایا تھا۔

سلطنت کے صوبجات

سلطنت کے مختلف صوبوں کی تفصیل باب اول میں دی جا چکی ہے۔ صوبوں میں بسنے والے عوام دستوری تحفظ سے محروم تھے۔ اٹروریا (Etruria) یونان اور گال میں رومی سینیٹ نے وہاں کی اسمبلیوں کو ختم کر دیا تھا کیونکہ ان اسمبلیوں کے ارکان یہ کہتے تھے کہ رومیوں نے دوسرے ممالک اور اقوام کے نفاق سے فائدہ اٹھا کر سلطنت قائم کی ہے۔ اگر ہم متحد ہو جائیں تو رومیوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ وہ غیر ملکی حکمران جن کو محض دکھاوے کے لیے یا فیاضی کی وجہ سے حکمرانی کی اجازت دی گئی ان کو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تخت سے علیحدہ کر دیا جاتا تھا۔ ان کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اپنے ملکوں کی رعایا کو رومیوں کا طوقِ غلامی پہنائیں۔ وہ خود مختار ریاستیں جنہوں نے رومی مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کیا انھیں برائے نام اتحادیوں کا درجہ دے دیا گیا مگر وہ بھی بتدریج غلامی کے درجے تک پہنچ گئیں۔ حکومتی اختیارات صرف سینیٹ اور شہنشاہوں کا یا ان کے مقرر کردہ وزراء کو حاصل تھے۔ ان کے یہ اختیارات لامحدود تھے اور ان کے اقتدار پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں تھی اور نہ ہی وہ اصول وضوابط کے پابند تھے۔ وہ اس طریق کار پر عمل کرتے تھے جس کی بدولت خود اطالیہ میں امن قائم کیا گیا تھا۔ صوبوں کی عوام میں بتدریج ایک رومی قوم تشکیل دی گئی جس کے دو مقاصد اعلیٰ تھے۔ ایک تو نو آبادیاں قائم کرنا دوسرے وفادار اور مستحق صوبوں کو روم کی آزادی میں شریک کرنا۔

نو آبادیاں اور بلدیاتی ادارے

رومی فلسفی سینیکا کا قول ہے کہ رومی جس علاقے کو فتح کرتے اس میں وہ خود مقیم ہو جاتے۔ تاریخ اور تجربہ دونوں اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ اطالیہ کے باشندے اپنی آسائش یا

دلچسپی کی وجہ سے فتوحات کے لیے نکلے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایشیائی علاقوں کی فتح کے تقریباً چالیس سال بعد متھری ڈیٹس کے حکم پر اسی ہزار رومیوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو رضا کارانہ طور پر وطن چھوڑ کر ان مقامات میں زیادہ تر تجارت، زراعت اور محصول جمع کرتے تھے۔ مگر جب شہنشاہوں نے رومی افواج کو وہاں مستقل طور پر متعین کر دیا تو صوبوں کی آزادی محض رومی فوجیوں تک محدود ہو گئی۔ یہ فوجی وہ لوگ تھے جنھیں ان کی خدمات کے صلے میں جاگیر یا نقد روپیہ ملتا تھا۔ وہ لوگ اپنے خاندان سمیت ان جاگیروں میں آباد ہو جاتے تھے تمام تر سلطنت میں خصوصی طور پر مشرقی علاقے زرخیز تھے۔ ان عمدہ مقامات کو نوآبادیوں کے لیے مخصوص کر دیا جاتا۔ ان نوآبادیوں میں بعض سول (Civil) اور بعض عسکری نوعیت کی ہوتی تھیں۔ اپنے داخلی معاملات میں یہ روما کے انتظامی ڈھانچے کی نقل کرتیں۔ جب ان نوآبادیوں کے لوگ مقامی آبادی سے دوستانہ مراسم قائم کرتے تو وہ بھی رومیوں کا احترام کرتیں۔ رومی بھی ان کی اس خواہش کا احترام کرتے کہ وہ شایان شان، اعزازات اور مفادات میں شریک ہوں۔ بلدیاتی اداروں کے حامل شہر شان و شوکت اور عزت و احترام میں ان نوآبادیوں کے برابر ہوتے۔ ہیڈرین کے عہد میں اس بات پر اختلاف رونما ہو گیا تھا کہ ان شہریوں اور ان معاشروں کو کیا حیثیت دی جائے جن کو رومی معاشرے میں شامل کر لیا گیا تھا یا جن کو رومی شہریت دی گئی تھی۔ اسی دور میں ایک اصطلاح لیٹیم کے حقوق (Right of Latium) مروج ہوئی تھی جس سے مراد ایسے شہر تھے جن پر کسی حد تک زیادہ مراعات کی گئی تھیں۔ مجسٹریٹ جب اپنے عہدے سے سبک دوش ہو جاتے تو انھیں رومی شہریت عطا کی جاتی۔ چونکہ مجسٹریٹ ہر سال مقرر اور سبک دوش کیے جاتے تھے اس وجہ سے چند ہی سالوں میں معزز خاندانوں میں ایسے لوگوں کی تعداد وسیع تر ہو جاتی تھی۔ وہ صوبائی باشندے جو فوج میں خدمات سرانجام دے سکتے یا انھیں کسی عہدے پر فائز کیا جا سکتا تھا یا وہ جنھوں نے کوئی کار خاص انجام دیا ہو، ان کو کسی قسم کا کوئی تحفہ یا انعام دیا جاتا جن کی قیمت وقت

کے ساتھ ساتھ شہنشاہوں کے مزید عطیوں کی وجہ سے گھٹ جاتی تھی تاہم انطونیوں کے عہد میں جب سلطنت کے اکثر شہروں کو آزادی مل چکی تھی اس رعایت سے خاصے فوائد حاصل ہو جاتے تھے۔ان بہت سے لوگوں کو جن کو یہ خطابات ملتے، رومی قوانین سے خصوصی طور پر شادی، وصیت ناموں اور وراثت کے بارے میں فوائد حاصل ہوتے اور ان لوگوں کی قسمت کا ستارہ بھی چمک اٹھتا جن کو حقوق کے ساتھ مراعات خصوصی حاصل ہو جاتیں۔گال کے جن سپوتوں نے جولیس سیزر کو ایلشیا میں محصور کیا تھا انھیں فوج کے دستوں کی کمان، صوبوں کی گورنری دی گئی اور انھیں رومی سینیٹ کا اعزازی رکن بنا دیا گیا۔وہ بھی ان انعامات کے جواب میں حکومت کے امن وامان کا خیال رکھتے اور اس کو تحفظ اور تکریم فراہم کرتے تھے۔

لاطینی اور یونانی

رومی اپنی زبان کے اثرات کے متعلق اس قدر حساس تھے کہ وہ اسلحہ اور لاطینی زبان کی ترویج وترقی کو یکساں مقام عطا کرتے تھے اور اس معاملے کو ہمیشہ سنجیدہ طور پر لیتے تھے۔ اطالیہ کی قدیم دیگر زبانیں سبائن، اٹروسکن اور وینیشیائی قعر گم نامی میں دفن ہوتی چلی گئیں۔رومی بہ نسبت مشرق ومغرب میں اپنی قومی زبان کو فروغ دینے میں کامیاب رہے۔مشرق ومغرب کے اس ظاہری فرق سے سلطنت کے ان دونوں حصوں میں یہ فرق بڑھتا چلا گیا۔گو عروج کے زمانے میں یہ زیادہ نمایاں نہ ہوا لیکن جب سلطنت پر زوال کی گھٹائیں چھائیں تو فرق زیادہ نمایاں ہو گیا۔اقوام مغرب تک بھی تہذیب کی روشنی رومی فاتحین کے ذریعے پہنچی تھی۔جونہی وحشی قبائل اطاعت گزاری کے عادی ہوئے ان کے اذہان پر علوم وتہذیب وشائستگی کے اثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔ورجل اور سسرو کی لاطینی زبان میں اگرچہ اغلاط پائی جاتی تھیں پھر بھی وہ افریقہ، سپین، گال، برطانیہ اور پینونیا وغیرہ میں رائج ہو گئیں۔صرف پہاڑی قبائل اور کسانوں میں کلٹی (Celtic) زبان کی باقیات باقی رہیں۔لاطینی زبان کی تدریس اور مطالعے سے مقامی

آبادیوں میں رومی حکومت کی طرف مائلگی پیدا ہوئی۔ اطالیہ اپنے مفتوحہ ممالک کو روایات اور قانون مہیا کرتا رہا اور اسی وجہ سے ان میں اطالوی طرز لباس بھی رائج ہو گیا تاہم یہ لوگ مطیع رہنے کے عوض حکومتی اعزازات اور آزادی کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ انھیں لوگوں کی وجہ سے ادب اور فن سپہ گری کو چار چاند لگ گئے۔ رومی سلطنت میں ٹراجن کی شکل میں ایک ایسا شہنشاہ پیدا ہوا جسے وہ جنرل سیپیو() کی طرح غیر ملکی قرار نہیں دے سکتے تھے۔ یونانی اطاعت گزاروں کی حالت وحشی قبائل کے مقابل میں بالکل مختلف تھی کیونکہ زمانہ قدیم سے تہذیب سے آشنا تھے مگر بداخلاقیوں کے مرتکب ہوئے تھے۔ انھیں بھی اپنی زبان کو ترک کرنا اور غیر زبانوں کو قبول کرنے کا شوق تھا۔ جب وہ اپنے اجدادی خوبیوں کو ترک کر چکے اور غیر ملکی اداروں کو اپنے ہاں مروج کرنے لگے تو انھوں نے بھی رومی فاتحین کو ذاکھر درے انداز میں گلے لگا لیا اور وہ ان کی عقل اور طاقت کی تعریف کرنے لگے۔ یونانی زبانوں کے اثرات اب باقی نہ رہے اگرچہ یہ ماضی میں شہرہ آفاق تھے۔ یونانی سلطنت عروج کے زمانے میں نوآبادیوں میں اضافے اور فتوحات کی وجہ سے ایڈیاٹک سے لے کر دریائے فرات اور دریائے نیل تک پھیل چکی تھی اور ایشیا یونانی شہروں سے بھر گیا تھا۔۔ شاہان مقدونیہ کی طویل حکومت نے شام اور مصر میں خاموش انقلاب پیدا کر دیا۔ ان شاہان کے درباروں میں ایتھنز کی فصاحت و شائستگی اور مشرق کی عیش کوشی مل کر ایک ہو گئی اور رعایا بھی اپنے حکمرانوں کی تقلید کرنے لگی۔ اسی وجہ سے رومی سلطنت کی لسانی تقسیم لاطینی اور یونانی زبانوں میں کی جاتی تھی۔ اس میں ایک تیسرے عنصر کا اضافہ شام اور مصر میں رائج مقامی زبانوں کا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اپنے اسلاف کی زبانوں کے استعمال کی وجہ سے یہ دوسری اقوام کے ساتھ نہ تو تجارت کر سکتے تھے اور نہ ہی ترقی کے میدان میں قدم رکھ سکتے تھے۔ رومی فاتحین کی نظر میں یونان کی بزدلی اور مصریوں اور شامیوں کی بدتہذیبی قابل نفرت تھی۔ ان ممالک نے رومیوں کی اطاعت کو قبول کر لیا تھا مگر سلطنت کے

دوسرے شہروں کی طرح نہ تو ان میں آزادی کی خواہش تھی اور نہ ہی وہ اس کے مستحق تھے۔ شاہان بطلیموس کے عہد میں مصر کی تباہی کے کہیں دوسو برس بعد ایک مصری شخص کو اس قابل سمجھا گیا کہ اسے رومی سینیٹ کا رکن بنایا جائے۔

دونوں زبانوں کا عام استعمال

یہ کہنا کہ رومی فاتحین نے یونانی فنون لطیفہ اور افکار کے آگے سر جھکا لیا تھا بالکل صحیح ہے۔ وہ غیر فانی مصنفین جن کی کتابوں پر یورپ اب بھی فخر کرتا ہے انھیں بہت جلد اطالیہ اور سلطنت روما کے مغربی صوبوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی تھی اور ان کی نقل بھی کی جانے لگی تھی۔ مگر رومیوں کے ذوق، مشاغل اور حکمت عملی سے متعلق اپنی جگہ پر قائم رہے۔ یونانیوں کی خوبیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود انھوں نے لاطینی زبان کے وقار کو قائم رکھا اور ملکی اور عسکری شعبوں میں اس کا چلن قائم رہا۔ اس طرح سلطنت میں لاطینی اور یونانی دونوں زبانیں بیک وقت رائج رہیں۔ اول الذکر علوم وفنون کی زبان تھی جبکہ ثانی الذکر کو انتظامی امور اور قانون کی زبان کا درجہ حاصل تھا۔ تمام سرکاری اور عوامی دستاویزات لاطینی میں تحریر کی جاتی تھیں۔ وہ لوگ جو تجارت اور کاروبار کے ساتھ ساتھ علم وفضل کا ذوق رکھتے تھے وہ دونوں زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ رومی عہد حکومت میں ہر پڑھا لکھا شخص دونوں زبانیں آسانی سے پڑھ لیتا تھا اور کوئی تعلیم یافتہ شخص ان سے بے بہرہ نہیں تھا۔

غلاموں کی حالت

استقلال سلطنت کی وجہ سے کئی دیگر اقوام عالم رومی قوم میں پنہاں ہوگئیں تاہم ہر صوبے اور کئی خاندانوں میں ایسے افراد بھی موجود تھے جنھیں اس معاشرے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا تھا الٹا نقصان ہی اٹھانا پڑا۔ رومی معاشرے میں زمانہ قدیم سے نجی غلام مسلسل ظلم وستم کا شکار چلے آرہے تھے۔ رومی سلطنت ایک طویل ظلم وجبر کے بعد وجود میں آئی تھی۔ غلام وہ لوگ تھے جو وحشی قبائل کے ساتھ جنگوں میں بطور جنگی قیدی گرفتار کیے گئے تھے یا انھیں معمولی قیمت

دے کر خرید لیا جاتا تھا۔ غلاموں کا طبقہ اپنی آزادی کے چھینے جانے اور زیادتی کیے جانے کا بدلہ لینے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ غلاموں کی کئی بار بغاوتوں کے نتیجے میں جمہوریہ روما کئی بار تباہی کے کنارے تک پہنچ چکی تھی۔ حفاظت خود اختیاری کے لیے غلاموں کے خلاف سخت سے سخت قوانین بنائے جاتے اور ان سے بدترین سلوک بھی روا رکھا جاتا تھا مگر جب رومی فتوحات کے نتیجے میں یورپ، ایشیا اور افریقہ سب ایک حکومت کے زیر نگیں آ گئے تو غیر ممالک سے جو غلام بڑی تعداد میں آئے تھے اس میں کمی آ گئی تو رومیوں نے غلاموں سے نرم رویہ اختیار کیا اور متعدد رومی خاندان اور جاگیردار غلاموں کی باہمی ازدواج کی حوصلہ افزائی کرنے لگے اور اس مظلوم طبقے کی حوصلہ افزائی کی گئی اور غلاموں کا وجود ایک قیمتی اثاثے کی شکل اختیار کر گیا۔ اگرچہ غلام کی حالت کا انحصار اس کے آقا کے مزاج اور حالات پر ہوتا تھا تاہم رومی اپنے غلاموں کے ساتھ خوف اور پابندیوں کی بجائے ان مفادات کا خیال رکھتے ہوئے جو غلاموں سے حاصل ہوتے تھے انسانیت نوازی سے پیش آتے تھے۔ غلاموں کے لیے رویے میں اسی تبدیلی کی وجہ سے اور ہیڈرین اور انطونیوں کے فرامین کی وجہ سے طبقہ غلاماں کی موت وحیات کا اختیار اب آقاؤں کی بجائے عدلیہ کو مختص کر دیا گیا۔ نجی قید خانے اور عقوبت خانے ختم کر دیے گئے۔ اگر کوئی غلام اپنے آقا کے ظلم وستم کی شکایت مجسٹریٹوں کو کرتا تو اسے آزادی مل جاتی یا پھر اسے کسی نرم مزاج آقا کی تحویل میں دے دیا جاتا تھا۔

غلاموں کی آزادی

غلاموں کی ان امیدوں پر پانی نہیں پھیر دیا جاتا تھا جو وہ بہتر حالات کے لیے کرتے تھے۔ غلام یہ امید کر سکتا تھا کہ کسی وقت اسے اس کی محنت، وفاداری اور خدمات کے صلے میں آزادی مل سکتی ہے۔ رومی آقا بھی اپنے غلاموں پر اکثر اوقات ایسی نوازشیں کرتے اور اسے اپنی امارت، شان وشوکت اور نمود ونمائش کا مظاہرہ سمجھتے تھے، لیکن رومی قوانین نے اس ریاکاری پر

پابندی عائد کردی ورنہ اندیشہ تھا کہ حسن عمل کے اس غلط طریقہ کار سے معاشرے کو کوئی بڑا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ قدیم ضابطہ قوانین میں یہ وضاحت ملتی تھی کہ غلام کا کوئی وطن نہیں ہوتا تاہم جب اسے آزادی مل جاتی تو وہ اپنے آقا کے وطن کو اپنے وطن کے طور پر اختیار کر سکتا تھا۔ اس حکمت عملی کے نتیجے میں رومی شہریت کے فوائد ایک وسیع طبقہ تک پہنچ جاتے تھے۔ اس قانون میں ایسی مستثنیات کا اہتمام کیا گیا کہ صرف ایسے غلاموں کو شہریت دی جاسکتی تھی جو کوئی کارہائے نمایاں انجام دیتے اور کوئی مجسٹریٹ ان کی توثیق کر دیتا۔ قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے حلفی بیانات بھی اس کی فائل میں شامل کیے جاتے تھے تاہم ایسے غلاموں کو بھی صرف شہری حقوق حاصل ہوتے جبکہ دیوانی اور فوجی اعزازات کے حصول پر ان پر سخت امتناع نافذ تھا۔ غلاموں کی اولاد، چاہے کتنی بھی مالدار ہو جاتی، اس کو رومی سینیٹ کی رکنیت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ رومی خاندانی استحقاق بھی چوتھی یا پانچویں پشت کو ملتا تھا۔ رومی فخر و مباحات کی وجہ سے غلاموں کو بنی نوع انسان میں مشکل ہی سے شمار کیا جاتا تھا تاہم مستقبل بعید میں انہیں آزادی اور وقار کی امید دلائی جاتی تھی۔

غلاموں کی تعداد

ایک مرتبہ رومی سینیٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ غلاموں کو ان کے امتیازی لباس سے شناخت کیا جائے لیکن ڈر تھا کہ اس طریقہ کار سے غلاموں کو اپنی تعداد کا علم ہو جائے گا۔ یہ بات رومیوں کے لیے خطرے سے خالی نہیں تھی۔ غلاموں کی تعداد کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اطالیہ میں ان کی تعداد رومی افواج کے برابر ہے۔ بہر حال غلاموں کی تعداد رومی معاشرے میں نوکروں سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نوکروں کے رکھنے پر بہت زیادہ اخراجات اٹھتے تھے اور غلاموں کے رکھنے پر کوئی اخراجات نہیں آتے تھے۔ ذی عقل نوجوان غلاموں کو علوم و فنون کی تعلیم تربیت دی جاتی تھی ان کی عقل مندی اور خصوصیات سے ان کی قیمت کا تعین کیا جاتا تھا۔ تقریباً ہر قسم کے پیشوں سے وابستہ غلام سینیٹ کے اراکین کے گھروں پر تعینات

کیے جاتے تھے۔ وزراء اور امراء کے گھروں پر عیش وعشرت کا سامان غلام ہی بہم پہنچاتے تھے سوداگروں اور صنعت کاروں کے لیے ملازم رکھنے کی بجائے تربیت یافتہ غلام خرید لینا زیادہ ارزاں تھا۔ دیہاتوں میں غلاموں سے کھیتی باڑی کا کام لینا زیادہ ارزاں تھا۔ رومی معاشرے میں غلاموں کی تعداد بیان کرنے کیے لیے بعض واقعات سے مدد لی جاسکتی ہے مثلاً انتہائی نامساعد حالات میں بھی ایک رومی محل میں تقریباً چار سو غلام موجود تھے۔ غلاموں کی اتنی ہی تعداد ایک ایسی جاگیر میں متعین تھی جو کسی مصری بیوہ کی ملکیت تھی بلکہ غلاموں کی اتنی ہی تعداد اس نے اپنے بیٹے کو بخش دی تھی۔ آگسٹس کے عہد میں ایک آزاد شخص نے مرتے وقت تین ہزار چھ سو بیل، ان کا ساز وسامان۔ دو لاکھ پچاس ہزار چھوٹے مویشی اور چار ہزار ایک سو سولہ غلام چھوڑے۔ اس عہد میں غلاموں کو بھی مویشیوں میں ہی شمار کیا جاتا تھا۔

گنجان آبادی

قوانین کی تعمیل کرنے والی رومی رعایا کا صوبوں کے ایسے شہری اور غلاموں جنہیں اب اس درجے میں نہیں رکھا گیا تھا کی تعداد کا اندازہ شہنشاہ کلاڈیئس کی کرائی گئی مردم شماری سے 69 لاکھ 65 ہزار لگایا گیا تھا۔ اس اندازے میں اگر خواتین اور بچوں کی تعداد بھی شامل کی جائے تو یہ تعداد دو کروڑ تک پہنچتی تھی۔ ادنی طبقات کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اس لیے اس تعداد کو عین یقینی کہا جاتا تھا۔ ان عوامل پر غور کرنے کے بعد رومی شہریوں کی تعداد بیس صوبوں میں آباد لوگوں اور غلاموں کی تعداد کے برابر تھی۔ یہ تعداد مجموعی طور پر بارہ کروڑ بنتی ہے جو یورپ کی کل آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ انسانوں کا اتنا بڑا معاشرہ جو رومی سلطنت کے زیر انتداب تھا شاید ہی دنیا کی کسی اور حکومت کے زیر نگیں آیا ہوگا۔

اتحاد واطاعت گذاری

رومیوں کے معتدل رویے کی وجہ سے سلطنت میں امن واتحاد قائم تھا۔ اگر ہم ایشیائی

فتحی سلطنتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا سلطنت کے مرکز میں مطلق العنانی اور ظلم و جبر نظر آتا ہے جبکہ باہر کے علاقوں میں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔اس عہد میں عدلیہ قائم کرنے اور ٹیکس جمع کرنے کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے تھے جب فوجی استبداد مقائم ہو۔ حکومتی مراکز مخالف جماعتیں قدم جمائے بیٹھی تھیں۔صوبوں کے وہ حاکم جو خاندانی طور پر چلے آرہے تھے رعایا کے ذرائع پر وہ نسلی استحقاق قائم کیے ہوئے تھے۔وہ بغاوت کر کے ملک کے حصوں پر قابض ہوجاتے۔رومی رعایا میں اطاعت گزاری روادارانہ طور پر مستقل تھی۔مفتوحہ رعایا میں نہ تو آزادی کی خواہش تھی اور نہ ہی وہ رومی سلطنت سے علیحدگی کا تصور رکھتے تھے۔شہنشاہوں کا رعب ودبدبہ تمام مقبوضات میں بغیر کسی اہتمام کے قائم رہتا تھا۔دریائے ٹیمز (۱) اور دریائے نیل (۲) کے کناروں پر رومی اسی آسانی سے حکومت کرتے تھے جیسے وہ دریائے ٹائبر (۳) کے کنارے پر کرتے تھے۔فوج کی ذمہ داری تھی کہ وہ سرحدوں کی حفاظت اور عوام کی مخالف قوتوں سے جنگ کرے۔عدلیہ اور انتظامیہ کو شاذ ہی فوجی مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔امن عامہ کی ایسی محفوظ حالت اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے حکمران اور رعایا دونوں ہی سلطنت کی ترقی اور آراستگی کے لیے کوشاں تھے۔

رومی آثار صنادید

رومیوں کی تعمیر کردہ بے شمار عمارات میں سے بہت کم کے آثار تاریخ کی نظر میں آتے ہیں اور ان میں چند ایک ہی زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہ سکے ہیں۔اس کے باوجود بھی اٹلی کے صوبوں میں رومی آثارات کی تعداد کو شمار کرنا مشکل کام ہے۔یہ رومی آثار قدیمہ کی عظمت یا ان کی خوبصورتی ہماری توجہ کو اپنی جانب کھینچ لینے کے لیے کافی ہے۔یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ان شاندار

(۱) لندن میں بہنے والا مشہور دریا (۲) مصر کا مشہور دریا (۳) روم کے شہر میں بہنے والا اٹلی کا مشہور دریا

رومی عمارات میں سے اکثر کو شہنشاہوں نے تعمیر کرایا تھا کیونکہ شہنشاہوں کو دولت اور رعایا پر غیر محدود اختیارات حاصل تھے۔ آگسٹس اکثر فخر سے یہ کہتا تھا کہ اسے جب روم کی حکومت ملی تو دارالحکومت محض اینٹوں سے تعمیر شدہ تھا مگر اس نے اسے سنگ مرمر سے تعمیر کر کے چھوڑا۔ شہنشاہ ویسپاشین کی دادرسی سے اس کی شان وشوکت قائم تھی۔ ٹراجن کی تعمیر کردہ عمارات سے اس کی دانش مندی کا پتہ چلتا ہے۔ ہیڈرین کے زمانہ کی تعمیرات نہ صرف اس کے حکم پر تعمیر کی جاتی تھیں بلکہ وہ تعمیری عمل کا معائنہ بھی کرتا تھا۔ یاد رہے کہ تعمیراتی فن کے آثار ہی کسی شہنشاہ کے نام کو ہمیشہ کے لیے روشن رکھتے ہیں۔ انطونیس تعمیرات کی حوصلہ افزائی اس وجہ سے کرتا تھا کہ ان سے عوام کو فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ شہنشاہوں کے تعمیراتی کام رومی سلطنت میں اوّلیت کے حامل تھے مگر ایسے امراء کی بھی کمی نہیں تھی جو تعمیراتی کاموں میں حصہ لیتے تھے اور شہنشاہوں کی اس شعبے میں تقلید کرتے تھے۔ علی الاعلان یہ کہتے تھے کہ ان میں تعمیراتی ذوق موجود ہے۔ اور اس ذوق کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ان کے پاس دولت بھی موجود ہے۔ روما میں کالیسیم (۱) کی عمارت تعمیر کی گئی تو اسی نمونے اور شکل کی عمارات کیپواء اور ویرونا (Veruna) میں چھوٹے پیمانے پر تعمیر کی گئیں۔ الکنتارا (Alcantara) (۲) کے پل پر جو کتبہ آویزاں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پل کو دریائے ٹیگس (Tagus) (۳) پر کچھ صوبائی امراء نے تعمیر کرایا تھا۔ مشہور رومی مورخ پلینی (Palini) کو جب بائیتھینا اور درہ دانیال (Ponts) کی حکومت سپرد کی گئی تو اس کے علم میں آیا کہ یہاں کے شہر باوجود مفلس ہونے کے ایک دوسرے کے فن تعمیر کا مقابلہ کرتے ہیں اور ایسی عمارت تعمیر کرتے ہیں جنھیں دیکھ کر غیر ملکی دنگ رہ جاتے تھے اور وہ مقامی باشندوں کے

---

(۱) کالیسیم روم میں موجود مشہور تھیٹر (۲) سپین میں موجود ایک رومی پل (۳) قرطبہ کے نزدیک ہسپانیہ اور پرتگال میں بہنے والا مشہور دریا

تعمیراتی ذوق کی تعریف کیے بغیر نہیں رہتے تھے۔ علاقے کی مقامی کونسل کے سربراہ کا فرض تھا کہ وہ فن تعمیرات کے مذاق کو بہتر بنائے اور تعمیرات کی نگرانی بھی کرے۔ تعمیرات کو بہتر اور خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ اس کے نقائص کا ازالہ بھی کرے۔ رومی سینیٹ اور صوبائی کونسل کے ارکان اس فریضے کی ادائیگی کو فرض سمجھتے تھے۔ ایسے افراد کی ایک کثیر تعداد سلطنت میں موجود تھی جو ذاتی طور پر تعمیراتی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ انھیں میں سے ایک ہیرود ایٹی کوس، جو یونانی باشندہ تھا، وہ عہد انطونینس میں روم میں آ کر رہنے لگا تھا۔ اس نے جو تعمیراتی کارنامہ وہاں رہ کر سرانجام دیا وہ بڑے بڑے بادشاہوں کے شایان شان تھا۔

ہیرود ایٹی کوس کی مثال

ہیرود کا خاندان اپنی خوش قسمتی کے آغاز ہی سے خود کو ملیٹیا ڈیز، اپاکس اور جوپیٹر کی اولاد بتاتا تھا۔ ان دیوتاؤں اور بہادروں کی آئندہ نسلیں انتہائی پستی کا شکار ہوگئی تھیں۔ اس کے دادا کو بھی ملکی قوانین سے نقصان پہنچا تھا۔ ہیرود کے والد جولیس ایٹی کوس نے اپنی زندگی کے آخری ایام کسمپرسی اور عسرت میں گزارے تھے۔ اگر اسے ایک پرانے مکان کے نیچے سے خزینہ نہ ملتا تو اس کے وقار کے ساتھ ساتھ اس کا شجرہ نسب بھی مٹی میں مل جاتا۔۔ روما کے قوانین کے تحت شہنشاہ اس خزانہ پر قبضہ کر سکتا تھا مگر اس نے اس بات سے قطعی انکار کر دیا کہ کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگا ہے۔ انصاف پسند شہنشاہ نرو نے جو تخت شاہی پر متمکن تھا اس خزانہ کا کوئی حصہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایٹی کوس کو اسے استعمال کرنے کی اجازت عطا کی۔ مگر ایٹی کوس بھی اس بات پر جما رہا کہ یہ خزانہ رعایا کے کسی ایک فرد کے لیے بہت زیادہ ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اسے کس طرح استعمال کرے۔ شہنشاہ نے اسے جواب دیا کہ تم اس خزانے کو جس طرح چاہو استعمال کر سکتے ہو کیونکہ یہ اب تمھارا مال ہے۔ شاید بہت سے لوگ کہیں کہ واقعی ایٹی کوس نے ویسا ہی کیا تھا جیسا کہ شہنشاہ نے اسے کہا تھا مگر اس نے اپنی دولت جو شادی کی وجہ سے دوگنا ہوگئی تھی رفاہ عامہ کے کاموں پر

خرچ کی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے ہیرود کے لیے ایشیا کے آزاد شہروں میں سے ایک کی حکومت حاصل کی تھی۔ اس نے ٹروآس (Troas) کے شہر کے لیے پانی کی بہم رسانی کا انتظام کیا جو اس نے ہیڈریان کی عطا سے تین سو فرسنگ کے فاصلے سے حاصل کیا تھا۔ اس پانی کے لیے ایک نیا ذخیرہ آب تعمیر کیا جس پر ایک لاکھ پاؤنڈ کے برابر رقم خرچ آئی۔ جب اس کام کے اخراجات کا تخمینہ بڑھا تو اس نے حکام کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ وہ اضافی اخراجات خود ادا کرے گا۔

اس کی شہرت

نوجوان ہیرود کی تعلیم کے لیے اس نے یونان سے اور ایشیا سے قابل اساتذہ بلائے اور ان کی محنت کا ان کو شاندار صلہ دیا۔ جلد ہی یہ ہونہار لڑکا اس زمانے کے فن تقریر کے معیار کے مطابق ایک بہترین مقرر بن گیا۔ اس زمانے میں فن تقریر اسکولوں کی چار دیواری تک محدود تھا اور اس کا استعمال نہ عدالت میں ہوتا تھا نہ ہی مدبرین ملک کی مجلس میں۔ اس کو اعزازی طور پر روم کا قونصلر کا عہدہ دیا گیا مگر اس نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ ایتھینز میں فلسفیانہ گوشہ نشینی میں گزارا۔ کبھی کبھی وہ دیہات میں سے نکل کر سوفسطائی فلسفیوں کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا۔ اس کی زیرکی اور عقل مندی کی اکثر یادگاریں امتداد زمانہ سے مٹ چکی ہیں لیکن اب بھی اتنی یادگاریں باقی ہیں جو اس کی شہرت کے لیے کافی ہیں۔ اس نے جو اسٹیڈیم ایتھینز میں تعمیر کرایا تھا اس کے آثار اب تک باقی ہیں اور موجودہ زمانوں کے سیاحوں نے خود اسے دیکھا اور اس کی پیمائش کی ہے۔ اس کی طوالت چھ سو فٹ تھی اور اس کی تعمیر صرف سنگ مرمر سے کی گئی تھی۔ یہ اتنا وسیع تھا کہ ایک قصبے کی پوری آبادی اس میں سما سکتی تھی۔ اس کی تعمیر میں چار سال صرف ہوئے تھے۔ اس دورانیے میں ہیرود خود شہر کے کھیلوں کے ادارے کا سربراہ تھا۔ اس نے اپنی بیوی ایتھیلا کی یادگار کے طور پر ایک تھیٹر بھی تعمیر کیا تھا۔ اس تھیٹر کی اس زمانے میں پوری سلطنت میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی تھی۔ اس کی تعمیر میں صنوبر کی لکڑی استعمال کی گئی تھی جس پر خوبصورتی سے کندہ کاری کا کام کیا گیا

تھا۔ موسیقی خانہ کا نقشہ پیری کلیز نے تیار کیا تھا۔ اس میں موسیقی کی محفلوں کے علاوہ المیہ ڈراموں کی ریہرسل بھی کی جاتی تھی۔ یہ عمارت وحشی اقوام کی عظمت کے مقابلے میں تہذیب کی فتح کی علامت تھی کیونکہ اس میں جس قدر لکڑی استعمال ہوئی تھی وہ سب کی سب ایرانی بحری جہازوں کے مستولوں سے حاصل کی گئی تھی۔ اس قدیم عمارت کی بعد کے زمانے میں کیپاڈوشیا کے ایک بادشاہ نے مرمت کرائی تھی مگر یہ پھر بھی منہدم ہوگئی۔ ہیرود نے اس عمارت کو خوبی اور آراستگی سے مرصع کیا تھا۔ اس عظیم شہری کی فیاضیاں صرف ایتھینز تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ اس نے خاکنائے میں نیپچون دیوتا کا مندر بھی آراستہ کرایا تھا۔ کارنتھ میں ایک تھیٹر اور ڈیلفی کے قصبے میں ایک اسٹیڈیم بھی تعمیر کرایا تھا۔ اٹلی کے ایک قصبے کینسی ایم میں ایک ذخیرہ آب اور تھرموپلی کے مقام پر غسل خانے بھی تعمیر کرائے تھے۔ ان تعمیرات کے بعد اس کا خزانہ خالی ہوگیا مگر پورے یونان نے اس کی سخاوت سے فائدہ اٹھایا۔ یونان اور ایشیا کے شہروں میں بعض ایسے کتبات موجود ہیں جو ہیرود ایٹی کوس کی عظمتوں کا پتہ دیتے ہیں۔

رومیوں کی رفاہی عمارات

روما اور ایتھینز کے جمہوری ادوار میں نجی مکانات تعمیر میں سادہ اور یکساں تھے۔ عوام کی بہبود کے لیے جو سرکاری عمارات تعمیر کی جاتیں ان میں شان وشوکت کے مظاہرے کو ملحوظ رکھا جاتا تھا تاہم دوبارہ سلطنت کے قیام کے بعد یہ رفاہی عمارات تباہ ہوگئیں تاہم وہ روح جس کی بنا پر یہ تعمیر کی گئی تھیں دور شہنشاہیت میں بھی قائم رہی۔ نیک سیرت شہنشاہ بھی قومی وقار کو بڑھانے اور قومی مفاد کو سامنے رکھ کر ایسی تعمیرات کراتے تھے۔ شاہی تعمیرات میں شہنشاہ نیرو کا سنہری محل ایک ایسی عمارت تھا جس کو عوام نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس نے یہ محل ناجائز قبضہ کر کے کسی کی زمین پر تعمیر کیا تھا۔ خود شہنشاہ نیرو اپنے ظلم وجبر کی وجہ سے انتہائی نامقبول شہنشاہ تھا البتہ اس کے جانشینوں میں طیطس اور کلاڈیس کے عہد میں بہت سے عوامی عمارات تعمیر کی گئیں جن میں بہت

سے تھیٹر، عوامی غسل خانے شامل تھے۔ ان سب کو روما کی محافظ دیوی کے نام پر معنون کیا گیا تھا۔ روما کے آثار قدیمہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ رومیوں کی تعمیرات کو یونانی مجسموں اور تصویروں سے مرصع کیا جاتا تھا۔ امن کی دیوی کے مندر میں ایک خوبصورت کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا جس سے صاحب علم شہری استفادہ کرتے تھے۔ اس سے تھوڑے سے فاصلے پر شہنشاہ ٹراجن کا تعمیر کردہ دانش کدہ تھا۔ یہ ایک مربع شکل کی عمارت تھی جس کے اطراف میں چار محرابیں رکھی گئی تھیں۔ ان محرابوں سے عمارت کے داخلی راستوں کا کام لیا جاتا تھا۔ اس عمارت کے اندرون میں سنگ مرمر کے ستون تعمیر کیے گئے تھے جن کی بلندی ایک سو دس فٹ تھی ان ستونوں کی بلندی سے اس ملحقہ پہاڑی کی بلندی ظاہر ہوتی تھی جسے کاٹ کر یہ عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ یہ ستون جواب تک موجود ہیں اور اس خطے کے عظیم فاتح کے تعمیراتی کارناموں کی گواہی دیتے ہیں اور اٹلی کا قومی سرمایہ افتخار ہیں۔ اس دور میں رفاہ عامہ کی خاطر عمارتیں تعمیر کرنے کا جو جذبہ پیدا ہو گیا تھا اس سے نہ صرف دارالحکومت بلکہ صوبوں کی رونق بھی دوبالا ہو گئی تھی۔ شہر میں موجود سٹیڈیم، تھیٹر، مندر، غلام گردشیں، محرابیں، غسل خانے سبھی عوام کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر تعمیر کی جاتی تھیں اور ان میں شہریوں کے لیے تفریح اور عبادت وعقائد کا سامان موجود تھا اور یہ لوگوں کی صحت کے لیے مفید تھیں۔ رومی تعمیرات میں نہروں پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی تھی کیونکہ یہ جس مشقت اور ہمت و جرات سے پہاڑوں کو کاٹ کر بنائی جاتیں اور ان سے ملحقہ حوضوں میں شہریوں کی ضروریات کے لیے پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ رومی تعمیرات کے یہ آثار آج کے سیاحوں کو رومی تاریخ سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ اسپلیو، میٹر اور سیگو ویا کی نہریں کسی دارالحکومت کے شایان شان تھیں اور شاہی آسائش کا سامان بہم پہنچاتی تھی۔ افریقہ اور ایشیا کے متعدد سنسان مقامات کو شہروں کی رونق نے آباد کر دیا تھا۔ ان شہروں کو تازہ پانی کی فراہمی یہی نہریں کرتی تھی۔

سلطنت کے شہروں کی عظمت اور تعداد

گزشتہ سطور میں عوامی تعمیرات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے اس سے سلطنت کی آبادی کی تعداد اور عمارتوں کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ اگر ہم بعض ایسے منتشر حقائق بھی جمع کر لیں جو مندرجہ بالا حقائق کی تائید کریں تو یہ ہرگز بھی قارئین کے لیے ناگوار خاطر نہ ہوگا۔ تاہم یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ بعض مفتوحہ اقوام کے غرور اور زبان میں وسعت نہ ہونے کے سبب بعض ایسی خصوصیات بھی روما سے منسلک کر دی گئیں جو یقیناً مشکوک تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم اٹلی میں کل گیارہ سو ستانوے شہر تھے۔ یہاں یہ بات ماننا ذرا مشکل ہے کہ رومولس کے عہد کے روما کی آبادی انطونیوں کے عہد کے روما سے کم تھی۔ چھوٹی چھوٹی لاطینی ریاستیں جو روما میں ضم تھیں وہ اسکے اثرات کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہوتی تھیں۔ اٹلی کے یہ حصے پہلے پروہتوں یا پادریوں کے تابع تھے پھر ان پر متعین فوجی گورنر اپنے آپ کو صرف جنگی صعوبتوں تک محدود رکھتے تھے۔ تنزل کے اولین اثرات جو انھوں نے محسوس کیے انہیں سسلپائن گال کی بسرعت ترقی نے زائل کر دیا۔ اس کے باوجود ایکوئیلیا، پیڈوا میلان کی ترقی صرف الپس کے پہاڑوں تک محدود نہ تھی بلکہ برطانیہ کے جنگلات میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور ویرونا کی عظمت کے آثار تو آج بھی اس کے کھنڈرات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ برطانیہ کے جنگلات کو آہستہ آہستہ صرف اس لیے کاٹ دیا گیا کہ وہاں انسانی آبادیاں قائم کی جا سکیں۔ ان دنوں یارک حکومتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا جبکہ لندن تجارت کی بدولت مالا مال ہو چکا تھا۔ برطانوی قصبہ باتھ اپنے حیات بخش چشموں کی بنا پر حامل شہرت تھا۔ گال (فرانس) اپنے بارہ سو شہروں پر فخر کر سکتا تھا۔ اگرچہ یہ تمام شمال میں واقع تھے اور ان میں بیشتر جن میں پیرس بھی شامل تھا، بے قاعدہ قصباتی آبادیوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ جنوبی صوبے اٹلی کی دولت اور شان و شوکت کی نقل کرتے تھے۔ ان میں سے بعض شہر مارسیلز، آرلس، ناربون، طولوس، بورڈیاکس، ویانا، لائی اونز لینگرس اور ٹرویز کی حالت ایسی تھی جسے ان کی

موجودہ صورت حال سے بہتر قرار دیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک سپین کا تعلق تھا تو وہ ایک علیٰحدہ صوبے کی حیثیت سے ترقی کر رہا تھا جبکہ آج کل اس کی حیثیت ایک علیٰحدہ مملکت کی ہے جس کو زوال نے آ گھیرا ہے۔ سپین کو اپنی امریکی نوآبادیوں پر گھمنڈ ہے۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی طاقت کا بے جا استعمال کیا تھا اور اسی زعم کی بدولت اس کی طاقت میں کمی آنا ضروری تھا۔ شہنشاہ ویسپاشین کے عہد میں مورخ پلینی نے جن 360 شہروں کی فہرست کا ذکر کیا ہے اگر ہم ان کی آبادی پر نظر ڈالیں تو سپین کا غرور خاک میں مل جائے گا۔

افریقہ کے شہر

کسی زمانے میں براعظم افریقہ کے تین سو شہروں نے قرطاجنہ (Carthage) کے اقتدار کو تسلیم کیا تھا۔ غالباً ان شہروں کی تعداد قیصران روم کے عہد میں بھی کم وبیش اتنی ہی تھی۔ قرطاجنہ نے ایک بار پھر ترقی کر لی تھی اور ان کے دارالحکومت اور کارتھج اور کیپوا نے جلد ہی وہ قوت پالی تھی جس کی بنا پر وہ خودمختاری کا دعوی کر سکتے تھے۔ سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں رومی شان وشوکت کے ساتھ ترکوں کی وحشت کے آثار نظر آتے تھے۔ ان علاقوں میں موجود آثار قدیمہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے کھیت زراعت سے محروم تھے۔ ان کے کسانوں کے پاس مکانات نہیں تھے اور یہ عربوں کی طرح خانہ بدوشی پر گزارہ کرتے تھے۔ جولیس سیزر کے عہد میں ایشیا میں تقریباً پانچ سو گنجان آباد شہر آباد تھے جو قدرت کے عطیات سے مالا مال تھے اور اپنے علوم وفنون کی وجہ سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ ایک مرتبہ ایشیا کے گیارہ شہروں میں اس بات پر اختلاف ہو گیا تھا کہ کس شہر کو شہنشاہ ٹائبریس کو ایک مندر پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہو۔ سینیٹ نے ان شہروں کے استحقاق کا جائزہ لینے کے بعد ان میں سے چار شہروں کو محض اس لیے برباد کرنے کا حکم دیا تھا کہ وہ مروجہ تعمیراتی قوانین کے مطابق نہیں تھے۔ ان چاروں کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انتہائی خوبصورت شہر تھے۔ ان میں سے ایک لوڈیشیا اپنی بھیڑوں کی اون کی وجہ سے مشہور تھا جس

بڑی مقدار میں ٹیکس وصول ہوتے تھے۔ اس شہر کے ایک امیر شہری کی وصیت کے مطابق اس شہر کو اس کے مرنے کے بعد چار لاکھ پاؤنڈ کی خطیر رقم حاصل ہوئی تھی۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر اتنے امیر شہر کو غریب قرار دیا جائے تو پھر امیر شہروں میں کس قدر دولت موجود ہوگی جن کے مطالبات حکومت روما نے منظور کر لیے تھے۔ خاص طور پر پرگاموس، سمیرنا اور افیسوس کی دولت کا کیا ٹھکانا ہوگا کہ جنھیں ترجیح دی گئی تھی۔ یہ شہر آپس میں محض ایشیا کے صدر پروہت کا عہدہ حاصل کرنے کے لیے مدت تک لڑتے رہے تھے۔ شام اور مصر کے دارالحکومت فی الواقع سلطنت کے عظیم صوبائی شہر تھے تاہم انتاخ (Antioch) اور اسکندریہ اپنے آپ کو روما کی عظمت کے مقابلے میں برتر سمجھتے تھے۔

رومی شاہراہیں

سلطنت کا ہر شہر دوسرے شہر اور دارالحکومت سے شاہراہوں کے ذریعہ مربوط تھا۔ یہ شاہراہیں مرکز سے نکلتیں اور صوبوں میں سے گزرتی ہوئی سرحدوں تک پہنچتی تھی۔ اگر ہم اس فاصلے پر غور کریں جو انطونینس کی دیوار سے روم تک اور وہاں سے لے کر یروشلم تک وسیع تھا تو ہمیں معلوم ہوگا کہ شمال و مغرب سے جنوب مشرق تک ان شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا جس کی لمبائی تقریباً 4000 میل پر محیط تھی۔ یہ شاہراہیں تمام شہروں تک خط مستقیم میں پہنچتی تھیں۔ ان شاہراہوں پر بڑی احتیاط کے ساتھ ہر میل کے بعد نشان کے طور پر سنگ میل نصب تھے۔ ان سڑکوں کو تعمیر کرتے ہوئے جو دشواریاں پیش آتی تھیں..... چاہے وہ قدرتی ہوں یا غیر قدرتی..... انھیں خاطر میں نہیں لایا جاتا تھا۔ راستے میں آنے والے پہاڑ کاٹ دیے جاتے اور راستے میں آنے والے تیز بہاؤ والے ندی نالوں پر محرابی پل تعمیر کیے جاتے۔ سڑکوں کے درمیانی حصے کو بلند رکھا جاتا۔ یہ سڑکیں ملحقہ علاقوں کے ریت سے بنائے ہوئے ہموار راستوں سے ملحق کر دی گئی تھیں۔ رومی شاہراہیں پتھروں، سنگ ریزوں اور چونے اور دیگر مسالوں سے تعمیر کی جاتی تھیں اور ان پر بڑے بڑے پتھروں کا فرش

بچھادیا جاتا تھا۔ دارالحکومت کے اردگرد معمولی پتھر لگانے کے بجائے سنگ خارا استعمال کیا جاتا تھا۔ رومی شاہراہیں اتنی معیاری اور مضبوط طریقے سے تعمیر کی گئی تھیں کہ پندرہ سو سال کے گرم وسرد حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد آج بھی موجود ہیں۔ ان شاہراہوں ہی کی بدولت دور دراز کی رومی رعایا بھی ایک دوسرے سے مربوط تھی۔ تاہم ان شاہراہوں کا بنیادی مقصد رومی افواج کی نقل حرکت میں آسانی پیدا کرنا تھا۔ اس وقت تک کسی خطے پر رومی قبضہ مستحکم نہ سمجھا تا جب تک وہاں فاتح افواج کا مکمل اثر ونفوذ قائم نہ ہو۔

ڈاک کا نظام

اطلاعات کی جلد فراہمی اور احکامات کی جلد ترسیل جیسے مقاصد کو سامنے رکھ کر رومی شہنشاہوں نے تمام سلطنت میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چوکیاں قائم کی تھیں۔ ہر چوکی میں چالیس گھوڑے ہمہ وقت موجود رہتے جن کی مدد سے روزانہ سینکڑوں میل کا سفر کیا جاتا تھا۔ ڈاک کی ترسیل میں رومی شاہراہیں آسانی پیدا کرتی تھیں۔ ابتدا میں یہ چوکیاں صرف حکومتی ضرورتوں کو پورا کرتیں اور ان کو استعمال کرنے کے لیے شاہی اجازت نامے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ بعد ازاں انہیں تجارتی اور نجی مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنے کے لیے کھول دیا گیا۔

بحری راستے اور جہاز رانی

رومی سلطنت اگرچہ بحیرہ روم سے تقریباً ہر سمت میں گھری ہوئی تھی مگر خشکی کی شاہراہوں کی طرح رومیوں کے ہاں بحری رسل ورسائل کا استعمال کچھ زیادہ پیمانے پر نہیں تھا۔ روم کے صوبے بھی بحیرہ روم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور اطالیہ کے لیے وہ ایک بڑی جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا مگر اطالیہ کے ساحل قدرتی بندگاہوں سے خالی تھے مگر قدرتی بندرگاہوں کی جگہ مصنوعی بندرگاہیں انسان نے وہاں بنالی تھیں دریائے ٹائبر کے دہانے پر اوسٹیا کی مصنوعی بندرگاہ قیصر کلاڈیس کے عہد میں تعمیر کی گئی تھی۔ یہ رومی شان وشوکت کی امین تھی۔ دارالحکومت روما سے سے

صرف سولہ میل کے فاصلے پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ بڑی اہم تھی۔اس بندرگاہ پر ایسی ہوائیں چلتی تھیں جو موافق ہونے کی صورت میں جہاز کو صرف سولہ دن میں ہرکولیس کے ستونوں تک پہنچا دیتی تھیں اور نو یا دس دن کی مسافت طے کر کے جہاز اسکندریہ تک پہنچ جاتے تھے۔

مشرقی خطوں میں زراعت کی ترقی

رومی خطے میں محقق کو چاہے جو بھی برائیاں نظر آئیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ روما کی طاقت سے بنی نوع انسان کو بہت سے فائدہ پہنچے ہیں۔اس سلطنت کی بنیادی حکمت عملی میں انسانی فلاح و بہبود کو اولیت حاصل تھی۔اس قدیم دور میں جب انسانی فلاح کا تصور بھی مفقود تھا رومیوں کی یہ حکمت عملی بھی قابل ستائش ہے کیونکہ اس دور میں دنیا غیر مساویانہ طور پر منقسم تھی۔ دنیائے مشرق میں عیش وعشرت اور فنون لطیفہ میں دل چسپی کا رواج تھا جبکہ دنیائے مغرب میں گستاخی، جنگ جوئی اور بربریت کا دور دورہ تھا۔جب مضبوط مرکزی حکومت کی طرف سے رعایا کو تحفظ فراہم ہونے لگا تو دنیائے مغرب میں بھی مہذب اقوام کا وجود ابھرا اور مغربی اقوام کا مزاج پیداواری ہوگیا اور ان میں صنعت وحرف کا رجحان پیدا ہونے لگا جس سے مقامی آبادیاں نہ صرف صنعت وتجارت میں دل چسپی لینے لگیں۔اب تک وہ لوگ زراعت سے بے بہرہ اور نفرت کرتے تھے۔حیوانی اور نباتاتی پیداوار ایشیا اور مصر سے درآمد کی جاتی تھیں۔اب مغرب کے باشندوں کی اس نفع بخش تجارت میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان کو مواقع فراہم کیے گئے کہ وہ اپنی پیداوار کو بڑھائیں اور مصنوعات کو ترقی دیں۔ان تمام اشیا کی فہرست بنانا جو یورپ میں ایشیا اور مصر سے درآمد کی جاتیں تقریباً ناممکن ہے لیکن ان میں سے چند ایک کا سرسری ذکر کرنا مورخ کے لیے مفید وممکن ہے۔

پھلوں اور پھولوں کی ترسیل

وہ تمام پھولوں اور پھلوں کے پودے اور درخت جو یورپ کے باغات میں اگتے ہیں

وہ باہر سے درآمد کیے گئے ہیں۔ یہ بات ان کے ناموں سے عیاں ہے۔ اطالیہ میں سیب پیدا ہوتا تھا۔ دیگر ملکوں کی فتوحات کے بعد جب رومیوں نے زرد آلو یا خوبانی کو چکھا یا وہ آڑو انار اور سنترے مالٹے سے روشناس ہوئے تو انھوں نے یہ تمام پھل اپنی مملکت میں متعارف کرانے کو مناسب سمجھا۔ اس طرح مفتوحہ ممالک میں سے کسی ایک میں پیدا ہونے والا پھل یا پھول تمام مملکت میں روشناس کرادیا جاتا۔

انگور کی بیل

ہومر کے زمانے میں جزیرہ سسلی میں انگور کی بیل خودرو نباتات کی صورت میں اگتی تھی۔ یہ بھی امکان ہے کہ یہ اس جزیرے کے قرب وجوار میں واقع یورپ ممالک میں بھی پائی جاتی ہو۔ اس کی کاشت کو کسی نے ترقی نہ دی اور نہ ہی مقامی وحشی قبائل کو اس سے کشید کردہ شراب میں پسند آئی۔ تاہم ہومر کے ایک ہزار سال بعد اطالیہ اس بات پر فخر کرسکتا تھا کہ دنیا میں کشید کی جانے والی عمدہ شرابوں میں سے دو تہائی خود اطالیہ میں تیار کی جاتی ہیں۔ یہ دولت جلد ہی گال (فرانس) کے صوبہ ناربون میں میسر آنے لگی تاہم سوئٹزر کے شمال میں سردی کی اتنی شدت تھی کہ جغرافیہ دان اسٹرابو کے زمانے تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ گال کے ان حصوں میں انگوروں کی کاشت ممکن نہیں مگر رفتہ رفتہ یہ مشکل دور ہوگئی اور یہ کہنا درست تسلیم کیا جاتا ہے کہ برگنڈی کے انگوروں کے باغات اتنے ہی قدیم ہیں جتنا انطونیوں کا عہد۔

زیتون

جیسے جیسے مغرب میں امن قائم ہوتا گیا زیتون کی کاشت نے بھی ترقی کی۔ چنانچہ اسی وجہ سے اسے امن کی علامت قرار دیا گیا۔ روم کی بنیاد رکھے جانے کے تقریباً دوسو سال بعد تک اٹلی اور افریقہ دونوں اس مفید پودے سے ناآشنا تھے تاہم ان مقامات کی آب وہوا اس پودے کے لیے انتہائی موافق ثابت ہوئی اور یہ پودا سپین اور گال کے اندرونی حصوں تک پہنچادیا گیا۔ قدیم زمانہ میں خیال کیا

جاتا تھا کہ اس پودے کی نشوونما کے لیے کسی حد تک موسم کا گرم ہونا ضروری ہے یا اسے صرف سمندروں کے ساحلی مقامات پر ہی کاشت کیا جاسکتا ہے مگر محنت اور تجربہ نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔

السی یا سن

سن یا السی کی کاشت مصر سے گال میں منتقل ہوئی اور یہ ملک اس کی وجہ سے مالا مال ہوگیا۔ جن زمین داروں نے اسے کاشت کیا ان کے دن پھر گئے اور غربت دور ہوگئی۔

مصنوعی گھاس

اطالیہ اور دوسرے صوبجات میں کاشتکار مصنوعی گھاس کی کاشت سے واقف تھے خاص طور پر لوسرین جو میڈیا سے لائی گئی تھی اور اس کا نام اسی نسبت سے مشہور تھا اس کی وجہ سے مویشیوں اور گلوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ اسی طرح ماہی گیری اور کان کنی سے بھی خوشحالی میں اضافہ ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت روم میں کبھی قحط کی صورت حال پیدا نہ ہوئی۔

عیش وعشرت کا سامان

جدید دور میں بھی زراعت ہی صنعت کو بنیاد اور خام مال فراہم کرتی ہے۔ خام مال کی پیداوار کا دارومدار ہی زراعت پر ہے۔ سلطنت روما میں یہ عام رواج تھا کہ غریب رعایا امراء کی آسائش کے لیے مزدوری کرتے تھے۔ امراء کے لباس، ان کی خوراک، مکانات، فرنیچر، اور شان ان کے ذوق کے مطابق ہوتی تھی۔ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ یہ چیزیں ان کی شان وشوکت کے مطابق ہوں اور ان کے فخر ومباحات میں اضافہ کر کے ان کے جذبات کی تسکین کریں۔ اس طرز زندگی کو مہذب لوگوں نے سامان عیش وعشرت کا نام دے کر اس سے بے زاری کا اظہار کیا ہے مگر عین ممکن ہے کہ کچھ لوگ اسے نیکی کا عمل سمجھتے ہوں کیونکہ اس سے بہرحال بنی نوع انسان خصوصاً مزدور طبقے کو فائدہ پہنچتا ہے اور یہ سرمائے کی غیر مساوی تقسیم کو بہتر بنا سکتی ہے۔

غیر ملکی تجارت

تاہم سامان عیش وعشرت کسی خاص ملک کے لیے مخصوص نہیں۔ دنیائے قدیم کے دو شہر جو روما سے دور دراز واقع تھے وہاں سے بھی عمدہ اشیا اور اچھے تحائف روم کو برآمد کیے جاتے تھے۔ سکاتھیا (Scothia) کے جنگلات سے قیمتی سمور حاصل ہوتے تھے۔ کچھ سامان بحرہ بالٹک اور جنوبی یورپ سے آتا تھا۔ وحشی اقوام کو بظاہر ان بے وقعت چیزوں کے معقول دام ملنے پر بڑا تعجب ہوتا۔ تھا بابل کے بنے ہوئے قالینوں اور دیگر مصنوعات کی مشرق میں بڑی مانگ تھی مگر سب سے اہم مگر نامقبول تجارت ہندوستان اور عرب دنیا کی ساتھ ہوتی تھی۔ ہر سال موسم بہار کے آغاز میں ایک سو بیس بحری جہازوں کا ایک بیڑہ میں میسوپوٹیمیا سے مشرق بعید کے لیے روانہ ہوجاتا تھا۔ اس کا مقام روانگی بحیرہ قلزم میں مصر کی ایک بندرگاہ تھی۔ ان جہازوں کو مون سون ہواؤں کے چلنے سے بڑا فائدہ پہنچتا اور یہ صرف چالیس دن کے سفر کے بعد مالابار کے ساحل یا جزیرہ سراندیپ (سری لنکا) تک پہنچ جاتے تھے جو ان کی مقررہ منزل تھی۔ ان مقامات پر ایشیا کے دوسرے مقامات سے تاجر اسباب تجارت لا کر رومیوں کا انتظار کرتے تھے۔ یہ بحری بیڑہ واپس مصر ماہ دسمبر یا جنوری میں پہنچ جاتا تھا۔ بحیرہ احمر کے ساحل پر اسباب تجارت اتار کر اونٹوں کے ذریعے دریائے نیل تک لایا جاتا اور پھر وہاں سے اسکندریہ پہنچ جاتا اور بلا تاخیر دارالحکومت کو ارسال کر دیا جاتا۔ مشرق سے تجارت کچھ خاص اشیاء کے لیے کی جاتی تھی جن میں سے ایک ریشم تھا جو سونے کے برابر قیمت رکھتا تھا۔ قیمتی پتھروں میں ہیرے کے بعد مروارید کی قیمت سب سے زیادہ تھی۔ اسکے علاوہ عود، لوبان جیسی خوشبودار چیزیں بھی آتی تھیں جو مذہبی رسومات اور تجہیز وتکفین کے لیے مستعمل تھیں۔ بحری تجارت میں جو صعوبتیں اٹھانا پڑتیں اور جتنے خطرات کو جھیلنا پڑتا اس کا انعام گراں بہاں تجارتی منافع کی صورت میں حاصل ہوتا تھا۔ یہ منافع رومی رعایا سے وصول کیا جاتا جس سے چند افراد فائدہ اٹھا کر مالدار بن جاتے۔

سونا چاندی

چونکہ عرب اور ہندوستان کے باشندے اپنی مصنوعات اور پیداوار کی وجہ سے خود کفیل تھے جبکہ رومی ان درآمدات کی قیمت ادا کرنے کے لیے زیادہ تر صرف سونا چاندی جیسی قیمتی دھاتوں پر انحصار کرتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی اور دھات بھی لین دین کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ جس پر سینیٹ میں بھی غور خوض کیا گیا تھا مثلاً خواتین کے لیے جو زیورات خریدے جاتے ان کی وجہ سے ملکی دولت باہر چلی جاتی بلکہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی اور اس کی واپسی کی کوئی صورت باقی نہ بچتی۔ اس قومی نقصان کا اندازہ ایک ہوشیار ماہر معاشیات نے تقریباً آٹھ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ کے برابر لگایا تھا۔ اس مالیاتی نقصان کی وجہ سے لوگوں میں افلاس بڑھنے کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ اگر ہم سونے چاندی کے اس تناسب کا جو مورخ پلینی کے زمانے میں تھا قسطنطین اعظم کے عہد کے تناسب سے مقابلہ کریں تو ہم کو بہت کچھ ترقی کے آثار ملیں گے۔ اس صورت میں اس خیال کی تصدیق نہیں ہوتی کہ سونا کم یاب ہوتا جا رہا تھا تاہم اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ چاندی کی پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوا تھا۔ خواہ ہندوستان اور عرب دنیا سے آئے ہوئے اسباب تجارت کی مقدار کتنی ہی زائد کیوں نہ ہو اس سے رومی دنیا کے خزانوں کا خالی ہونا ممکن نہیں تھا۔

عام خوش حالی

انسان عموماً ماضی کی تعریف کرتا ہے اور زمانہ حال کو اچھا نہیں سمجھتا اور اسے ماضی سے بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اسی غرض سے سلطنت میں سکون اور امن وامان قائم رکھنے پر بہت زور دیا گیا تھا۔ سلطنت روم کی ترقی اور خوش حالی کو بہتر بنانے کے لیے صوبوں پر زور دیا گیا کہ وہ معاشرتی زندگی کو بہتر بنائیں، قانون، دانش، زراعت اور سائنس کو فروغ دیں۔ سائنس و حکمت کی بنیاد ایتھنز میں رکھی گئی تھی ان علوم وفنون کو روم کی سلطنت نے فروغ دیا جس کے نتیجے

میں وحشی اقوام بھی اس سلطنت کے زیر سایہ متحد ہو گئیں اور ایک ہی زبان بولنے لگیں۔ اس بات کا یقین دلایا گیا کہ علوم وفنون کی ترقی کی وجہ سے انسانی آبادی میں کئی گنا اضافے ہوئے۔ اہل روم شہروں کی شان وشوکت میں اضافہ پر جشن مناتے اور دیہی ترقیوں پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ خوب صورت باغات لگا کر اس کا طویل جشن مناتے جس میں کئی اور ممالک بھی شرکت کرتے تھے۔ مفتوحہ خطے اپنی آزادی کو اس فضا میں بھلا بیٹھے۔ قاری کو اس بیان میں فصاحت اور بلاغت کا کوئی کمال محسوس ہو تو وہ اسے نظر انداز کر کے ان حقائق کی صداقت پر یقین کرے۔

عسکری طاقت میں کمزوری

اس زمانے کے لوگوں کے لیے یہ ناممکن تھا کہ آسائشوں میں رہ کر زوال پر بھی غور کر سکتے۔ ایک دورانیہ تک رومی سلطنت میں مستحکم حکومت کی وجہ سے امن وامان قائم رہنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ زہریلے اثرات مرتب ہونے لگے۔ دانائی کی شمع بجھنے اور عسکری طاقت میں کمزوری نمایاں ہونے لگی۔ اقوام یورپ انتہائی بہادر اور طاقت ور تھیں اسپین، گال اور الیری کوم کے یورپی علاقوں سے رومی فوج کے لیے سپاہی بھرتی کیے جاتے تھے اور انھیں کی طاقت پر رومی شہنشاہیت قائم تھی۔ ان سپاہیوں میں ذاتی بہادری تو قائم رہی مگر ان میں وہ اخلاقی جرأت اور حوصلہ باقی نہ بچا جو قومی وقار کے احساس، خطرات کی موجودگی اور جذبہ تحکم سے پیدا ہوتا ہے۔ احکام اور قوانین رومی شہنشاہیوں کی طرف سے جاری کیے جاتے تھے مگر سلطنت کے گوشے گوشے میں انھیں نافذ عسکری طاقت کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ رومی بہادر سپاہیوں کی آئندہ نسلوں نے جب ترکتازی چھوڑ کر درباری زندگی پر قناعت اختیار کی تو صوبوں میں سیاسی اتحاد کا فقدان پیدا ہونے کی وجہ سے مرکز سے اپنا تعلق منقطع کر لیا گیا اور نجی زندگی میں گم ہو کر رہ گئے۔

دانش وحکمت میں کمی

تاریخ اس بات تصدیق کرتی ہے کہ جہاں امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہے وہاں دانش

حکمت اور تہذیب وشائستگی کو فروغ ملتا ہے۔ قیصر ہیڈرین اور قیصر انطونینس جو خود علم وحکمت کے شیدائی تھے ان کے اس ذوق کے اثرات رعایا پر بھی مرتب ہوئے اور یہ سلطنت کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ شمال میں واقع جزائر برطانیہ میں بھی فصاحت وبلاغت کا ذوق پیدا ہوگیا۔ ہومر اور ورجل جیسے شعراء کا کلام دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب کے کناروں پر پڑھا جانے لگا اور عالمانہ استحقاق پر بڑے بڑے انعامات واکرامات کی بارش کی جانے لگی۔ اہل یونان نے علم فلکیات اور طبیعیات میں بے حد ترقی کی تھی۔ بطلیموس کے مشاہدات اور جالینوس کی تحریریں آج بھی لوگوں کے مطالعہ میں ہیں۔ انھی مشاہیر نے علم وہنر میں نام پیدا کیا تھا۔ آج کے لوگ ان فلسفیوں کی اغلاط کی نشاندہی کر چکے ہیں اور ان سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ تاہم اگر ہم بے نظیر لوسیا (Lucian) کی تحریروں کو ایک طرف کردیں تو پھر ہمیں اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا نہیں دکھائی دے گا جس کے طرزِ تحریر میں کوئی خصوصیت ہو۔ مختلف مدارس میں افلاطون، ارسطو، زینو اور اپی کیوراس کے فلسفیانہ افکار کی بڑی دھوم تھی اور ان کے نظام ہائے فلسفہ طلبا کی ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے رہے اور ان میں ترمیم واضافے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی نہ ہی ان کے دائرہ فکر کو وسعت دی گئی۔ شعراء اور فصحاء کی خوبیوں سے بجائے اس کے کہ لوگوں میں جدت طبع دکھانے کا شوق پیدا ہوتا وہ یونانی فلاسفہ کی غلامانہ تقلید کرتے رہے۔ جب کبھی کسی نے اس ڈگر سے ہٹنے کی کوشش کی وہ کوئی عمدہ چیز نہیں پیش کرسکا۔ یہ لوگ جواں فکر قوت سے محروم ہوتے چلے گئے اور اپنے تخیلات کو تصویر کی شکل نہ دے سکے۔ اپنی تساہلی کی بنا پر کوئی یا مذہب ایجاد کرسکے نہ ہی ان کے ہاں نئی زبانیں تخلیق پاسکیں نہ ہی کوئی ایسی نئی دنیا وجود آئی جسے یورپ کی طرف سے باقی دنیا کے لیے تحفہ کہا جاسکتا۔ یہ علوم وفنون تنزل کا شکار ہوگئے۔ شعراء فراموش کردیے گئے اور ان کی جگہ سوفسطائیوں نے لے لی۔ جب علم وہنر کا ذوق ختم ہوا تو انحطاط نے اس سلطنت کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

قومی تنزل

کسی قدر بعد کے زمانے میں ایک معزز رومی مصنف لونگینس (Longinus) ملکہ شام کے دربار میں قدیم اہل یونان کی یاد تازہ کرتا رہا اور اپنے ہم عصروں کے انحطاط اور زوال پر آنسو بہاتا رہا۔ وہ بتاتا رہا کہ لوگوں نے اپنے جذبات کو منفی انداز میں پیش کیا ہے جس سے ان کے حوصلے پست اور قوی پژمردہ ہیں۔ انہوں نے اپنے علم و ہنر کو بھلا دیا ہے۔ اس کے قول کے مطابق یہ لوگ اس بچے کی مثال ہیں جس کے اعضاء کو بڑھنے کا موقع نہ مل سکے تو وہ پستہ قامت رہ جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہمارے دماغوں کی نشوونما رک گئی ہے اور ہم عادات غلامی کا شکار ہیں اور کبھی بھی قدماء کی وسعت کو نہ پاسکیں گے۔ وہ لوگ چونکہ ایک آزاد حکومت کے تحت تھے اس لیے آزادانہ طور پر کام کر سکتے تھے مگر یہ انسانیت کی پستی کا شاہکار ہیں اور ان سے کوتاہ قد بونوں کی نسل وجود میں آرہی ہے۔ یہ نسل کبھی بھی شمال کے دیو قامت اور طاقت ور حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

.....☆☆☆.....

باب سوم

انطونیوں کے عہد میں رومی سلطنت کا نظام حکومت

شخصی مطلق العنانی کا خاکہ

بظاہر شخصی مطلق العنانی یا بادشاہی کی تعریف یہ ہے کہ کسی ریاست میں ایک فرد واحد کو خواہ وہ کسی نام یا لقب سے موسوم ہو، قانون کے نفاذ، ٹیکسوں کی وصولی اور فوج کی کمان کے اختیارات حاصل ہوں۔ اگر رعایا کی آزادی کا تحفظ مقننہ نہ کرے تو ایک منصف مزاج بھی اپنے لامحدود اختیارات کی بنا پر مطلق العنان حکمران بن جائے گا۔ مذہبی پیشواؤں اور پروہتوں کا اثر و نفوذ بھی عوام کے حقوق کا تحفظ کر سکتا ہے۔ شاہی تاج وتخت اور پروہتوں کی قربان گاہوں میں اتنا قریبی تعلق قائم رہا ہے کہ مذہبی پیشوا شاذ ہی عوام کی آزادی کو تحفظ فراہم کر سکے ہیں۔ امراء کا جنگجو طبقہ، مسلح عوامی ضدی نمائندے جنھیں اپنی جاگیروں کی وجہ سے استحکام حاصل ہوتا ہے ایسے گروہ تھے جنھوں نے مطلق العنان بادشاہوں کے مقابلے میں عوام کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔

آگسٹس کی مطلق العنانی کی طرف پیش رفت

رومی جمہوری نظام حکومت میں مطلق العنانی کی روک تھام کے لیے جتنی رکاوٹیں تھی انہیں ایک جرات مند طالع آزما (آگسٹس) نے آسانی سے عبور کرلیا۔ ارباب ثلاثہ کی حکومت کے قانونی قدغنوں کو ہٹا دیا۔ ایکٹیوم (Actium) کی فتح کے بعد رومی دنیا کی قسمت کا فیصلہ

آکٹویس (Octavius) کے ہاتھوں میں آ گیا جب اسے اس کے چچا جولیس سیزر نے اپنا متبنیٰ بنایا تھا تو اسے قیصر (Caesar) کا خطاب بھی دیا اور اپنا جانشین بھی مقرر کیا۔ بعد ازاں سینیٹ کے خوشامد پسند اراکین نے اسے آگسٹس کا لقب دیا تھا۔ ایکٹیوم کا فاتح چوالیس تجربہ کار فوجوں کی کمان کر رہا تھا۔ اسے اپنی طاقت اور سینیٹ کی کمزوریوں کا پورا علم تھا کہ وہ گزشتہ بیس سال کی طوائف الملوکی میں خون بہانے اور ظلم کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ یہ لوگ سیزر کے خاندان کے محض اس لیے خیر خواہ تھے کہ انھیں بیش بہا انعام واکرام ملنے کی صرف اسی خاندان سے توقع تھی۔ صوبوں پر جمہوریت کے زمانے سے وزراء کا ظلم وستم جاری تھا۔ اسی وجہ سے جمہوریت کی بجائے شخصی حکومت میں عوام کو اپنی نجات دکھائی دیتی تھی کہ آمر ان ظالموں کا گروہ تو نہیں ہوگا۔ امراء کی تذلیل پر اہل روما خوش تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کو پیٹ بھر کر روٹی اور کھیل تماشے دیکھنے کی آزادی میسر آ جائے۔ فیاض آگسٹس نے انھیں یہ دونوں اشیاء فراہم کر دیں۔ اطالیہ کے شرفاء اور مہذب لوگ جو سب اپی کیورس (۱) کے فلسفہ کے پیروکار تھے امن اور آسائش کے خواہش مند تھے۔ وہ دوبارہ قدیم ہنگامہ خیزی بلکہ آزادی کے بھی طالب نہ تھے۔ رومی سینیٹ اپنا وقار اور اختیارات کھو چکی تھی۔ قدیم شرفاء کے خاندان تقریباً ناپید ہو چکے تھے۔ جمہوریت پسند شرفاء یا تو خانہ جنگیوں میں مارے جا چکے تھے یا پھر انھیں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ اب سینیٹ میں ایسے لوگوں کو جگہ ملی جنھیں اس کی رکنیت سے عزت وتوقیر کی بجائے ذلت وخواری نصیب ہوئی۔ یہ سب آگسٹس کے ایما پر ہوا۔

رومی سینیٹ کی اصلاح

آگسٹس نے پہلا اقدام سینیٹ کی اصلاح کا اٹھایا اور ظالم وجابر افراد کو اس سے الگ

---

(۱) کھاؤ پیو اور جیو Epicurus

کر دیا اور خود کو ایک شفیق حکمران کے طور پر پیش کیا۔ اس نے محتسب منتخب ہونے کے بعد اپنے ایک معتمد کے ساتھ مل کر سینیٹ کے اراکین کی فہرست کا جائزہ لیا۔ اس نے چند ایسے اراکین کو سینیٹ سے نکال دیا جن کی ضد اور گستاخیاں بہت بڑھ چکی تھیں تا کہ ان کو ان کے کیے کی سزا بھی مل جائے اور عوام کو عبرت بھی حاصل ہو۔ قریباً دو سو اراکین کو اس نے ترغیب دی کہ وہ اس تذلیل سے بچنے کے لیے رضا کارانہ طور پر سینیٹ سے علیحدگی اختیار کر لیں بصورت دیگر انھیں زبردستی علیٰحدہ کر دیا جائے گا۔ اس نے سینیٹ کی رکنیت کے لیے ارکان کے پاس کم از کم دس ہزار پونڈ کی مالیت کا ہونا لازم قرار دیا۔ اپنے وفادار خاندانوں کی تعداد اور وقار میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے ''شہزادہ سینیٹ'' کا خطاب تجویز اور منظور کیا۔ یہ خطاب کسی شہری کو اس کے انتہائی معزز و قابل احترام ہونے پر محتسبوں کی طرف سے عطا کیا جاتا تھا۔ آگسٹس نے اگرچہ سینیٹ کا وقار بلند کیا مگر اس کی آزادی کو برقرار نہ رکھا۔ آزاد دستور حکومت کو ختم کر دیا گیا اور انھیں دوبارہ بھی بحال کرنا ممکن نہیں رہا خصوصاً اس لیے کہ قانون سازی کے اختیارات منتظمہ کو منتقل کر دیے گئے تھے۔

آگسٹس کی جاہ طلبی سے دست کشی

اپنے اصولوں پر تیار کردہ سینیٹ کے سامنے ایک دھواں دھار تقریر کی جس میں اپنی وفاداری اور حب الوطنی کی خوب نمائش کی مگر اپنی جاہ طلبی اور ہوس اقتدار کو اس نے پوشیدہ رکھا۔ اپنے سابقہ افعال پر ندامت کا اظہار کرنے کے باوجود اپنی اس حکمت عملی کو جاری رکھا اور کہا کہ بحیثیت اولاد اسے اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینا تھا۔ اسی نظریہ ضرورت کی وجہ سے اسے اپنے بعض نااہل ساتھیوں کے ساتھ تعلقات استوار رکھنا پڑے۔ جب تک انطونی زندہ رہا تو عوام اسے مجبور کرتے رہے کہ وہ بربری ملکہ (قلوپطرہ) سے علیحدگی اختیار کر کے روم کو بچا لے۔ اب وہ آزاد تھا کہ جو چاہے کرے..... اپنی مرضی پوری کرے یا اپنا فرض بجا لائے..... اس نے سینیٹ اور عوام کے قدیم حقوق بحال کر دیے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اپنے برادران ملکی سے ملنے کے لیے عوامی

اجتماعات میں شرکت کرتا رہوں تا کہ وہ برکات جو اس نے اپنے ملک کے لیے حاصل کی ہیں ان سے خود بھی استفادہ کر سکے۔

آگسٹس کی شہنشاہیت کے متمنی

اگر مورخ طیسی طوس سینیٹ کے اجلاسوں میں شرکت کرتا تو سینیٹ کے اراکین کے ان تمام جذبات کی عمدہ تصویر کشی کر سکتا جنھیں دبا دیا گیا تھا یا جن کا اظہار کیا گیا تھا۔ آگسٹس کی سچائی پر اعتماد کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا مگر عدم اعتماد کرنا اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ شخصی اور جمہوری حکومت کے فوائد پر نظر کر کے لوگ دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں لیکن جمہوری حکومت میں سپاہ میں جس قدر بد نظمی تھی اور لوگوں کے اخلاق جس قدر خراب ہو چکے تھے ان کی وجہ سے بادشاہت پسندوں کو ایک نیا استدلال مل گیا جس سے وہ شخصی حکوم کے فوائد کو ثابت کر سکتے تھے۔ حکومت کے اس جدید نظریے نے رعایا کے ہر فرد کو امید وبیم کا شکار کر دیا تھا۔ اسی امید وبیم میں مبتلا ہو کر اراکین نے آگسٹس کا استعفیٰ (جو اس نے بظاہر دیا تھا) نامنظور کر دیا اور اسے مجبور کیا کہ وہ اس جمہوریہ سے دستکش نہ ہو جسے اس نے بچایا تھا۔ مکار آگسٹس نے ایک مکارانہ انکار کے بعد سینیٹ کا کہنا مان لیا اور صوبوں کی حکومت، رومی افواج کی سربراہی اور کونسل کی سرداری کو اور مملکت کی شہنشاہی کو قبول کر لیا مگر ساتھ ہی شرط رکھی کہ وہ ان مراتب کو صرف دس سال کے لیے قبول کرے گا۔ اسے امید تھی کہ اس مدت کو پورا ہونے تک ملکی فسادات دب جائیں گے اور جمہوریہ اپنی پوری طاقت سے کام کرنے لگے گی اور اسے اس جیسے دخل در معقولات کرنے والے حاکم کی ضرورت نہیں رہ گئی۔ تاہم یہ صرف ایک ڈرامہ تھا جسے آگسٹس کے عہد حکومت میں اکثر دہرایا جاتا رہا اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک انکار کا اعادہ کرتا رہا۔ اس کا یہ طریق رومی سلطنت کے عہد آخر تک قائم رہا اور تقریباً ہر رومی شہنشاہ اپنی عہد حکومت کے ہر دسویں برس اس کا اعادہ کرتا تھا۔

رومی سپہ سالاروں کے اختیارات

دستور کے اصولوں سے کسی قسم کی روگردانی کیے بغیر رومی سپہ سالاروں کو اپنے سپاہیوں پر مطلق العنان اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ وہ انھیں پوری سلطنت پر بھی نافذ کرسکتا تھا۔ قدیم زمانے سے رومی سپاہ آزادی متوالی تھی۔ وہ فتوحات کی امید سے تسکین حاصل کرنے اور نظم وضبط کے شائق تھے۔ سپہ سالار، شہنشاہ یا کونسل کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ رومی سپاہیوں کو فوجی خدمات پر مجبور کرتا اور بزدلی یا حکم عدولی کی صورت میں انھیں سزا دینے اور فوج سے خارج کرنے کے اختیارات بھی رکھتا تھا۔ ایسے نوجوانوں کی رومی شہریت بھی معطل کی جاسکتی تھی یا پھر اسے جلاوطن بھی کیا جاسکتا تھا۔ اس کی جائداد ضبط کیے جانے کے ساتھ ساتھ اسے بطور غلام بھی فروخت کیا جاسکتا تھا۔ آزادی کے حقوق کو صرف فوجی کیمپ میں معطل کیا جاسکتا تھا کیونکہ سپہ سالار کو ایسے حتمی اختیارات حاصل تھے کہ وہ زندگی اور موت کا فیصلہ بھی کرسکتا تھا۔ اس کے اختیارات کے خلاف کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی اور نہ ہی اس کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا کسی کو حق حاصل تھا تاہم دشمنوں سے جنگ یا صلح کرنے کے ضروری معاملات سینیٹ میں طے پاتے اور ان میں عوام کو اصلاح کا حق حاصل تھا تاہم جب رومی سپاہ اطالیہ سے بہت دور ہوتی تو سپہ سالار اپنی مرضی اور ذمہ داری پر کسی قوم سے جنگ یا صلح کرسکتے تھے اور اپنے لشکریوں کو اعزازات وانعامات بھی دے سکتے تھے۔ پامپی جب مشرق میں سپہ سالاری کے فرائض ادا کررہا تھا تو اس نے اپنے سپاہیوں کو اعزازات سے نوازا اور بادشاہوں کو تخت سے برطرف کرنے کے ساتھ ساتھ نوآبادیوں کی بنیاد رکھی اور متھریڈیٹس کے خزانے کو تقسیم کیا۔ جب وہ روم واپس آیا تو سینیٹ کے اراکین اور عوام نے اس کے افعال کو پسندیدہ قرار دیا۔ بہرحال یہ تمام اختیارات جمہوریہ کے سپہ سالاروں کو سپاہیوں اور روم کے دشمنوں پر حاصل ہوتے تھے۔

شہنشاہ کے مددگار اور ساتھی نائبین

باب اول میں بیان کردہ تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آگسٹس کے زیر حکومت صوبجات اور افواج کی کیا صورت تھی۔ چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بذات خود دور دراز کے محاذوں پر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھتا اس لیے رومی سینیٹ نے اسے تجویز پیش کی کہ اپنے چند نائبین مقرر کرے۔ رومی سینیٹ نے اس سے پہلے پومپی کو بھی ایسے ہی اختیارات دیے تھے۔ ان نائبین کو جو اختیارات دیے گئے وہ سابقہ پروقونصلوں کے برابر تھے تاہم وہ شہنشاہ کی مرضی کے تابع تھے۔ شہنشاہ ہی ان کی خدمات معین کرتا۔ شہنشاہ کی حیثیت سلطنت کے جرنیل اعلیٰ کی تھی اور اس کے نائبین اس کے نمائندے تھے۔ سینیٹ اس سے اس لیے مطمئن تھی کہ وہ ہمیشہ اپنے کچھ اختیارات اس کے اراکین کے سپرد کر دیتا تھا۔ یہ شاہی نائبین یا تو قونصلوں میں منتخب کیے جاتے تھے یا حفاظتی شاہی دستے سے۔ صرف مصر کی سربراہی اتنا اہم عہدہ تھا کہ اس کے لیے اسے کسی رومی سردار کو براہ راست منتخب کیا جاتا تھا۔

شہنشاہ اور سینیٹ میں صوبوں کی تقسیم

چھ دن بعد جب آگسٹس کو مجبور کر کے اتنا بلند عہدہ سپرد کیا گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بھی سینیٹ کے اراکین کو غیر معمولی مراعات دے کر خوش کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اس نے انھیں بتایا کہ ان کے اختیارات میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور یہ اضافہ معمول کے اختیارات سے بہت زیادہ تھا۔ اس پر سینیٹ کے اراکین نے اسے مجبور کیا کہ وہ افواج اور حدود کی حکومت کو سنبھال لینے سے انکار نہ کرے۔ اس پر اس نے چاہا کہ صوبوں کی داخلی حکومت دیوانی حاکموں کے سپرد کر دے بشرطیکہ ان صوبوں میں امن وامان قائم ہو۔ اس صوبائی تقسیم میں آگسٹس نے جمہوری وقار اور اپنی شان وشوکت کو مدنظر رکھا۔ سینیٹ کے پروقونصلوں کو جو ایشیا، افریقہ اور یونان پر حکومت کرتے تھے انھیں شاہی نائبین سے بھی زیادہ مرتبہ عطا کیا گیا۔ ایسا ہی اعزاز ان

ارا کین سینیٹ کو بھی عطا کیا گیا جو گال اور شام میں کمان دار تھے۔ سینیٹ میں ایک ایسا قانون پاس کیا گیا جس کی رو سے شہنشاہ کی موجودگی میں صوبائی گورنروں کے اختیارات اس کے غیر معمولی افسروں کو منتقل رہیں گے۔ ایک نیا ضابطہ یہ بنایا گیا کہ نئی فتوحات شاہی حصہ ہوں گی۔ بہت جلد لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ''سینیٹ کے شہزادے'' یعنی آگسٹس کی حکومت بلا شرکت غیرے سلطنت کے ہر حصے میں یکساں طور پر تسلیم کی جاتی ہے۔

حلف وفاداری، آگسٹس کا فوجی انتظام اور محافظ سپاہ

اس فرضی رعایت کی بجائے آگسٹس نے سب سے بڑا مفاد یہ حاصل کر لیا کہ وہ روم اور اطالیہ کا بلا شرکت غیرے حاکم بن بیٹھا۔ زمانہ قدیم کے دستور کے خلاف اس کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ روم میں رہتے ہوئے بھی اپنے لیے محافظ سپاہ کا ایک دستہ ساتھ رکھے۔ فی الحقیقت اس کی حکمرانی اسی حفاظتی دستے کی مرہون تھی جس نے اس کی وفاداری کا حلف اٹھا رکھا تھا۔ چونکہ رومیوں کے مزاج میں شاہی غلامی سرایت کر چکی تھی اس لیے مجسٹریٹ، سینیٹ کے ارا کین اور سوار فوج از خود شہنشاہ کی وفاداری کا حلف اٹھانے لگی۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ محض دکھاوے اور چاپلوسی کے اس حلف وفاداری کو ایک سالانہ تقریب کی شکل دے دی گئی تا کہ لوگ شہنشاہ کے فادار رہیں۔

مجسٹریٹ اعلیٰ اور حاکم فوجداری

اگر چہ آگسٹس فوج کو حکومت کی بقا کا ضامن سمجھتا تھا مگر اس نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اسے حکومت کی بنیاد قرار دینے سے احتراز کیا۔ یہ اسکے مزاج اور حکمت عملی کے عین مطابق تھا کہ وہ عہد قدیم کے مجسٹریٹ کے معزز لقب سے حکومت کرے اور رفتہ رفتہ تمام حکومتی اختیارات اپنی ذات میں ضم کر لے۔ اسی حکمت عملی کے پیش نظر اس نے سینیٹ کے ارا کین کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ تمام زندگی کے لیے مجسٹریٹ اعلیٰ اور احکام فوجداری کے اختیارات اس

کے سپرد کریں اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی رکھی کہ اس کے بعد یہ اس کے جانشینوں کو بھی حاصل رہیں گے۔ قونصلر یا مجسٹریٹ اعلیٰ آگسٹس روما میں بادشاہ کے جانشین ہوتے تھے اور ریاست کے وقار کو قائم رکھتے تھے۔ وہ مذہبی رسوم کی ادائیگی کا انتظام کرتے، فوجوں کو بھرتی کرتے اور ان کی کمان کرتے اور سینیٹ اور عوام کے اجتماعات کی صدارت کرتے تھے۔ غیر ممالک سے جو سفیر آتے انھیں باریابی کا موقع دیتے۔ مالیات کا تمام انتظام ان کے ہاتھوں میں تھا۔ عدالتی کارروائی میں شرکت کرنے کا ان کے پاس اگرچہ وقت نہ تھا مگر وہ قانون و انصاف کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ عوامی امن بھی ان کی ذمہ داری تھی۔ جب کبھی سینیٹ، مجسٹریٹ اعلیٰ کو جمہوریت کے تحفظ و بہتری کے لیے مخصوص اختیارات سپرد کرتی تو ان پر قانون کی پابندی لازم نہ رہتی اور وہ مطلق العنان حاکم بن جاتے۔ یہ لوگ معمولی لباس میں بھی مقدس خیال کیے جاتے اور ان کے احکام کی سرتابی کی کسی کو مجال نہ ہوتی اور ان کی شخصیت ہر قسم کے اعتراض سے مبرا سمجھی جاتی۔ ان کی طاقت فعالیت کی بجائے مخالفت کے لیے موزوں تھی۔ ان کا فرض تھا کہ وہ مظلوموں کی حمایت کریں، جرم معاف کر سکتے اور مجرموں کو ماخوذ کر سکتے تھے۔ اس قدر اعزازات ایک شخصیت میں جمع ہو جانے کی وجہ سے آگسٹس کی حکمت علمی اور اہم شخصیات کے اثر و رسوخ نے عظیم مذہبی نمائندوں کے ادارے نے جنم لیا اور اس سے احتساب کا عمل بھی حرکت میں آ گیا۔ اس طرح مجسٹریٹ اعلیٰ اور حاکم فوجداری کے اختیارات ایک ہی شخص کی ذات میں اکٹھے کر دیے گئے اور وہ فوج کا سپہ سالار اور سینیٹ کا وزیر اور عوام کا نمائندہ یا دوسرے لفظوں میں شہنشاہ تصور کیے جانے لگا۔

شاہی اختیارات

اتنے اختیارات حاصل ہو جانے پر آگسٹس کے عاقلانہ طرزِ عمل نے اس کو مذہبی رہنما اور محتسب اعلیٰ بھی بنا دیا مذہبی رہنما کی حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد وہ مذہبی تقاریب کا انتظام بھی کرنے لگا اور محتسب اعلیٰ ہو جانے کے بعد اسے عوام کے افعال وغیرہ پر براہ راست دست

اندازی کرنے کا حق حاصل ہو گیا بلکہ اس کے ذاتی اختیارات کی حدود کو متعین کرنا مشکل ہو گیا۔ اسے تمام شاہی اختیارات حاصل ہو گئے اور وہ شہنشاہ بن گیا۔ شہنشاہ جو خود جمہوریت کے وزیر اعظم تھے ہر قسم کے قانون اور قانونی کارروائی سے مبرا اور بالاتر تھے۔ انھیں اختیار تھا کہ وہ سینیٹ کا اجلاس طلب کر کے اسے قوانین مرتب کرنے کا حکم دیں جن کے تحت سینیٹ کے اراکین کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکتا، شہر کی حدود متعین کی جا سکتیں، مالیاتی انصرام ان کی مرضی کے مطابق طے پاتا اور جنگ و امن کا اجلاس بھی ان کی مرضی سے کیا جاتا۔

حکام

جب حکومت کے تمام تر اختیارات ایک ایسی ذات میں جمع ہو گئے جسے شہنشاہی فوجداری حاکم کا خطاب دیا گیا تو جمہوری عہد کے عام مجسٹریٹ قعر گمنامی میں چلے گئے۔ ان میں کوئی قوت باقی نہ رہی اور نہ ان کے ذمہ کوئی کام ہی رہا۔ تاہم آگسٹس نے قدیم اداروں اور ان کے ناموں کو بڑی احتیاط سے قائم رکھا۔ حسب معمول قونصلوں، منتظموں اور محلاتی افسروں کو سالانہ اعزازات دیے جاتے اور ان عہدوں پر نئے لوگ نامزد کیے جاتے۔ رومی اب تک ان عہدوں پر فائز کیے جانے کی تمنا کرتے تھے۔ اگرچہ شہنشاہوں کو تمام عمر کے لیے حاکم اعلیٰ کا عہدہ ملتا مگر وہ اس کے متمنی تھے کہ دیگر عہدوں کی طرح یہ عہدہ بھی ہر سال از سر نو ان کو ملتا رہے۔ آگسٹس کے عہد میں فوجداری منتظموں کے انتخاب کے موقع پر عوام کو اجازت تھی کہ وہ منتظمہ کی تمام کوتاہیوں کی نشاندہی کرے اور بے راہرو جمہوریت سے پیدا ہونے والی تکالیف کی نشاندہی کرے۔ چالاک شہزادہ (آگسٹس) بجائے ناراضگی کا اظہار یا بے صبری کا مظاہرہ کرنے کے عاجزانہ طریق پر اپنے دوستوں کے لیے رائیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور پورے طور پر ایک معمولی امیدوار کے فرائض انجام دیتا۔ اس کی کونسلوں میں بعد کے زمانے میں جب تبدیلیاں ہوئیں ہم ان کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تبدیلی یہ تھی کہ اب انتخاب سینیٹ کے سپرد کر دیا گیا تھا اور

دیگر عوامی مجالس کو معدوم قرار دے دیا گیا۔ اس طرح شہنشاہوں کو عوامی خطرات سے نجات مل گئی کیونکہ عوامی مجالس کی موجودگی میں یہ خطرہ برقرار رہتا کہ عوامی طاقت کہیں شہنشاہ کی مخالفت کرے یا اس کی حکومت کو ختم کر دے۔

سینیٹ یا مجلس ملکی

میریس اور سیزر نے اپنے آپ کو عوام کا محافظ قرار دیتے ہوئے اپنے ہی ملک کے نظام حکومت کو نقصان پہنچایا لیکن جیسے ہی سینیٹ کا زور ٹوٹا اور وہ دوسروں کے تابع فرمان ہوئی اور ایوان پانچ چھ سو اراکین کا کر دیا گیا تو یہی لوگ شہنشاہوں کے لیے بڑے مفید ثابت ہوئے۔ اسی ایوان پر آگسٹس اور اس کے جانشینوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ جب کبھی انھیں موقع ملتا تو وہ شرفاء کے اصولوں اور ان کے لب و لہجے کو اختیار کر کے اپنے اختیارات کا استعمال کرتے اور سینیٹ کے اراکین سے مشورہ کرتے اور صلح و جنگ کے معاملات ایوان ہی میں طے پاتے تھے۔ اطالیہ، رومی اور داخلی صوبجات براہ راست سینیٹ کے زیر اثر تھے۔ داخلی معاملات میں سینیٹ اپیلوں کی عدالت اعلیٰ تھی۔ یہی ایوان معاملات فوجداری میں تصفیہ کرتی تھی۔ وہ معاملات جن کا تعلق امن عامہ سے تھا وہ خصوصی طور پر طے کرنا سینیٹ کا سنجیدہ فریضہ تھا سینیٹ کے روبرو بہت اہم مقدمات پیش کیے جاتے اور اسے مظلوموں کی آخری پناہ گاہ تصور کیا جاتا تھا۔ بطور عدالت انصاف، سینیٹ کو لامحدود اختیار حاصل تھے لیکن عام طور پر اسے شہنشاہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔ ہر ماہ کی تین مخصوص تاریخوں یکم، پانچویں اور پندرھویں کو سینیٹ کے اجلاس منعقد ہوتے تھے۔ یہ ایام رومی کیلنڈر میں نون (Nones) اور آیڈز (Ides) کہلاتے تھے۔ ان اجلاسوں میں اراکین کو بحث و مباحثہ کی آزادی ہوتی مگر یہ تمام بحث شائستگی سے کی جاتی تھی۔ خود شہنشاہ بھی سینیٹ کے اراکین ہونے پر فخر کرتے تھے اور نہ صرف اس کے اجلاس میں بنفس نفیس شرکت کرتے بلکہ بحث میں حصہ بھی لیتے اور رائے دہی میں بھی شمولیت اختیار کرتے تھے۔

شاہانہ طرز حکومت کے خدوخال

اب ایک بار پھر نظام حکومت کا جائزہ لیتے ہوئے ہم شاہانہ طرز حکومت کے وہ خدو خال بیان کرتے ہیں جو آگسٹس نے تشکیل دیے تھے اور جنھیں اس کے جانشینوں نے قائم رکھا تھا۔ یہ جمہوریت کے پردہ میں شخصی آمرانہ حکومت تھی۔ قیصران روم یا شاہان روم اگرچہ تاجدار عالم تھے مگر وہ اپنے تاج وتخت پر فخر نہیں کر سکتے تھے اور اپنی طاقت کو پوشیدہ رکھتے تھے اور خود کو سینیٹ کے وزیر کہتے تھے جن کی جواب طلبی کا سینیٹ کے ہر رکن کو حق حاصل تھا اور بظاہر وہ سینیٹ کے احکام کی تعمیل کرتے تھے مگر حقیقت یہ تھی کہ سینیٹ کے اکثر احکام خود ان کے اشارہ پر صادر کیے جاتے تھے۔

دربار شاہانہ

درباری رسومات اور طریق وہی تھا جو شاہان مغرب کا تھا سوائے ان ظالم شہنشاہوں کے جنھوں نے قوانین فطرت اور تہذیب کی نفی کی تھی۔ باقی قیصران نے درباری رسوم وروایات کا اگرچہ کھلم کھلا مظاہرہ نہ کیا کہیں رعایا پر اس کے برے اثرات مرتب نہ ہو جائیں کیونکہ ان رسومات سے ان کے اختیارات میں کوئی اضافہ متوقع نہیں تھا۔ قیصران روم ہر شعبے میں رعایا کے ساتھ میل جول رکھتے اور اکثر ان میں گھل مل جاتے۔ رعایا کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور تفریحات میں بھی شرکت کرتے۔ قیصران کا لباس، ان کے محل اور اسباب زندگی سینیٹ کے اراکین سے مماثلت رکھتے تھے۔ ان کے خاندان میں غلام اور آزاد اشخاص دونوں شامل تھے۔ آگسٹس اور ٹراجن کسی کم تر سے کم رومی سے بھی ذاتی خدمات لینے میں عار محسوس کرتے جو برطانیہ کا طبقہ امراء اور شاہان اکثر لیا کرتے تھے۔

درجہ الوہیت پر فائز ہو جانا

قیصران روم نے درجہ الوہیت پر فائز ہو جانے اور پرستش کے لیے اپنے بت بنوانے

میں اپنے عقل مندانہ اور انکسارانہ طریقے کو قائم نہ رکھا تاریخ عالم میں ایشیائی یونانیوں نے اس طریق کو اختیار کیا تھا اور سکندر اعظم کے جانشین وہ پہلے حکمران تھے جن کی اس غلامانہ طریق پر پرستش شروع ہوئی تھی۔ ان بادشاہوں کے بعد ایشیائی صوبائی حکمرانوں نے اس روش پر عمل کیا تھا یہاں تک کہ بعض اوقات رومی مجسٹریٹوں (افسران فوجداری) کے بت تراشے گئے اور انھیں درجہ معبودیت پر فائز کیا جاتا تھا۔ ان کے نام پر مندر اور قربان گاہیں تعمیر کی جاتیں تاکہ وہاں ان کے نام پر قربانیاں کی جاسکیں اور دیگر رسوم ادا کی جاسکیں۔ یہ فطری امر تھا کہ شہنشاہ بھی اس اعزاز سے انکار نہیں کر سکتے تھے جو کہ ان کے نائبین نے قبول کر لیا تھا۔ اس طرح روحانی درجات بھی دنیاوی اختیارات میں شامل کر دیے گئے اور شہنشاہوں کی مطلق العنانیت میں اضافہ کا باعث بنے۔

آگسٹس کی شاہانہ فطرت نے اسے جلد ہی رومی دیوتاؤں میں شامل کر دیا مگر اس کے جانشین کسی حد تک بزدل تھے اس لیے انھوں نے اس خطرناک اقدام سے کسی قدر پرہیز کیا اور مرتبہ الوہیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قیصران روم میں سوائے کیلی گولا اور ڈومیشین نے درجہ الوہیت اختیار کرنے کی حماقت نہیں کی۔ آگسٹس نے صرف چند صوبوں کو اجازت دی تھی کہ اس کے اعزاز میں مندر تعمیر کیے جائیں تاہم اس نے شرط رکھی تھی کہ اس کی پرستش کے ساتھ ساتھ ان معبدوں میں رومی دیوتاؤں کی بھی پرستش کی جائے۔ اس نے توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کو بھی جائز قرار دیا تھا جس سے ہمیشہ اس کو فائدہ پہنچتا تھا۔ اس نے عقل مندانہ طریق پر چلتے ہوئے اس پر اکتفا کیا کہ سینیٹ کے اراکین اس کے انسانی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے محض اس کا احترام کریں۔ اس نے اپنے بت کو معبود کی حیثیت دینے کا کام اپنے جانشینوں پر چھوڑ دیا۔ پھر اس رسم نے ایک ایسے رواج کی حیثیت اختیار کر لی جس کے ذریعے ہر شہنشاہ کو اس کی وفات کے بعد دیوتاؤں کی صف میں شامل کیا جانے لگا۔ سینیٹ اپنے احکامات کے ذریعے باقاعدہ طور پر متوفی شہنشاہوں کو دیوتاؤں کی صف میں شامل کرتی اس کے لیے جو رسوم ادا کرنے کی ضرورت ہوتی وہ اس کی وفات

کے فوراً بعد ادا کی جاتی تھیں۔ یہ رواج معقولیت کے خلاف تھا۔ اس لیے لوگوں نے دبی زبان میں اس کے خلاف احتجاج کیا مگر چونکہ وہ کثیر الخدائی مذہب کے پیروکار تھے اس لیے وہ ذرا سے انکار کے بعد ایسے رواجوں کو قبول کر لیتے تھے کیونکہ اسے مذہبی رسم کے بجائے قومی رسوم کا درجہ دیا جاتا تھا۔ اگر ہم انطونینس کے خصائل کا مقابلہ رومی دیوتاؤں، ہرکلس اور جوپیٹر کے برے افعال سے کریں تو اول الذکر میں نیک اعمال کا غلبہ نظر آتا ہے بلکہ جولیس سیزر اور آگسٹس کے افعال بھی ہر دل عزیز دیوتاؤں سے کہیں بہتر تھے مگر خوش قسمتی سے یہ قیصران ایک ایسے دور میں ہوگزرے جب تہذیبی روشنی پھیل رہی تھی اور ان کے تمام اعمال نہایت دیانت دارانہ طور پر درج کیے گئے اس طرح عوام کو اپنی ضعیف الاعتقادی کی بنا پر ان کو کہیں سے کہیں پہنچانے کا موقع نہیں ملا۔ ان کو الوہیت کے درجے پر فائز کیے جانے کے باوجود ان کے ذاتی وقار اور شہرت میں بھی اضافہ نہ ہوسکا۔

آگسٹس سیزر کے خطابات

جب روما کی شہنشاہیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے بانی آگسٹس کا بھی ذکر کیا جاتا ہے تاہم اس کو سیزر یا قیصر کا خطاب اس وقت دیا گیا جب اس کی حکومت تقریباً مکمل ہوگئی۔ اوکٹویس کا غیر معروف نام اس نے اپنے خاندان سے حاصل کیا تھا۔ اس کا خاندان گمنام تھا اور آریشیا کے چھوٹے سے قصبے میں رہتا تھا۔ اس کے خاندان کے دامن پر قتل اور جلاوطنی کے بدنما داغ تھے۔ آگسٹس نے عمر بھر کوشش کی کہ کسی طرح یہ بدنما داغ اس کے خاندان کے دامن سے صاف ہوجائیں۔ جب جولیس سیزر نے اسے اپنا متبنی بنایا تو اس نے لفظ سیزر کو بطور کنیت اپنے نام میں شامل کرلیا۔ گو وہ ایک آمر کا متبنی تھا مگر اس میں اتنا عقلی شعور تھا۔ وہ اپنے نام اور سیزر کے نام میں فرق کو ملحوظ رکھتا تھا اور اس نے کبھی اس بات کی کوشش نہیں کہ وہ لوگ اس فرق کو مٹا دیں۔ سینیٹ میں جب یہ تجویز پیش کی گئی کہ جمہوریت کی بقا کے لیے اس نے جو کارنامہ انجام

دیا ہے اس پر اسے ایک نیا خطاب ملنا چاہیے۔ بہت سے مباحثوں کے بعد اس کے لیے ''آگسٹس'' کا خطاب تجویز کیا گیا۔ یہ خطاب اس لیے تجویز کیا گیا تھا کہ اس سے صلح جوئی اور پاکیزگی کا اظہار ہوتا تھا اور یہ خصائص اس کی سیرت کا جز تھے تاہم آگسٹس کا خطاب محض اسکا ذاتی خطاب تھا جبکہ سیزر اس کا خاندانی لقب تھا اور اس کی اولاد یا متبنی تک کو منتقل ہونے والا تھا۔ جولین خاندان کے لیے جو خطابات اور اعزازات مخصوص تھے ان کا آخری دعویدار شہنشاہ نیرو (Nero) تھا لیکن اس کی وفات کے بعد گزشتہ ایک صدی سے یہ خطابات مستقل طور پر شاہان روم کا لقب بن گئے اور شاہانہ عظمت سے وابستہ ہو گئے اور یہ بازنطینی، فرینک اور جرمن بادشاہوں کے دور تک پہنچے لیکن جلد ہی ایک فرق نمایاں ہوا۔ آگسٹس کا خطاب صرف بادشاہ کے لیے مخصوص ہو گیا جبکہ سیزر کا لقب پورے شاہی خاندان کے لیے استعمال ہونے لگا۔ ہیڈرین کے عہد سے سیزر کا خطاب صرف اس شخص کو ملتا تھا جو شہنشاہ روما کی زندگی میں اس کا جانشین منتخب کر لیا جاتا۔

آگسٹس کی سیرت اور حکمت عملی

آزاد جمہوری نظام حکومت کے لیے آگسٹس کی کمزور خواہش جسے اس نے خود ہی ختم کر دیا ایک ایسی حکمت عملی ہے جسے اس کے سیرت کے بغور مطالعہ سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس نے سرد مزاجی، سنگ دلی، بے حسی اور بزدلی کے ساتھ یہ حکمت عملی انیس برس کی عمر میں جاری کی اور پھر کبھی اس حکمت عملی سے منحرف ہونے کا نام نہیں لیا۔ اسی منفقانہ حکمت عملی سے اس نے سسرو (Cicero) کی جلاوطنی کے احکامات اور سنا (Cinna) کی معافی نامہ پر دستخط کیے تھے۔ منافقت کا نقاب اوڑھے رہنے کی وجہ سے اس کی نیکیاں بلکہ برائیاں دونوں مصنوعی تھیں اور وہ ہر عمل اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر انجام دیتا تھا۔ اسی وجہ سے پہلے پہل تو وہ جمہوریہ کا دشمن بنا لیکن بعد ازاں اس کا مربی اور محسن بن گیا۔ جب شخصی حکومت کا ڈھانچہ تشکیل پا گیا تو اس کو اس خوف کی وجہ سے اعتدال کی روش اختیار کرنا

بڑی مگر اس کی خواہش تھی کہ وہ عوام کو آزادی کا تصور پیش کر کے دھوکہ دے اور افواج کو قومی حکومت کے خواب دکھا کر بہلائے۔ یہی اس کی حکمت عملی تھی جس پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہا۔

عوامی آزادی کا مجسمہ

اپنے محسن جولیس سیزر کی موت ہمیشہ اسے یاد رہی۔ اس نے اپنے چچا کے رشتہ داروں کو اور ساتھیوں کو مال و دولت سے سرفراز کیا تھا تاہم اس کے چچا کے خاص دوستوں نے اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ یہ توقع تھی کہ فوجیں تو عام بغاوت کے موقع پر وفادار رہتیں لیکن ایک جمہوریت پسند کے خنجر سے وہ بھلا اسے کیونکر بچا سکتی تھیں۔ اس سر پھرے جمہوریت پسند بروٹس کے اس فعل کو دیگر جمہوریت پسند رومیوں نے بہ نظر تحسین دیکھا۔ جولیس سیزر نے عوام کو اپنی ذاتی جاہ پسندی اور ساتھیوں کی زیادتی سے بیزار کر دیا تھا اور اس کے خطاب "بادشاہت" نے جمہوریت پسندوں کو اس کی موت کی سازش پر آمادہ کر دیا تھا۔ آگسٹس کو اتنا شعور تھا کہ سینیٹ اور عوام پر صرف نام کی بدولت حکومت کی جا سکتی ہے۔ اس کا یہ خیال بعد ازاں بالکل صحیح ثابت ہوا کہ سینیٹ کے اراکین اور عوام سب غلامانہ طرز زندگی اختیار کر لیں گے اگر ان کو یقین دلایا جائے کہ تمہاری آزادی ماضی کی طرح برقرار رہے گی۔ کمزور سینیٹ اور بزدل عوام نے اس خوشگوار اعلان کا پرمسرت استقبال کیا مگر یہ خام خیالی ثابت ہوئی جس میں نیک نیتی کا شائبہ تک نہ تھا مگر وہ اس اعلان کی وجہ سے آگسٹس اور اس کے جانشینوں کی اطاعت کرتے رہے جب تک ان لوگوں نے فہم و فراست سے کام نہ لیا۔ کیلی گولا اور ڈومیشین کے خلاف جن باغیوں نے ہتھیار اٹھائے تھے ان کا مقصد ملکی آزادی کے بجائے اپنی حفاظت کرنا تھا۔ ان لوگوں نے شہنشاہ کے اختیارات پر حملہ کرنے کی بجائے اس کی ذات پر حملہ کیا تھا۔

کیلی گولا کی موت پر سینیٹ کی کوشش

رومی شہنشاہیت کی تاریخ میں صرف ایک موقع پر نظر آتا ہے کہ جب سینیٹ نے اپنے ابتدائی اختیارات کو تقریباً ستر برس گزرنے کے بعد دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مگر یہ کوشش

رائیگاں گئی۔ جب کیلی گولا کے قتل کے بعد تخت خالی تھا تو سینیٹ کے اراکین نے اجلاس گاہ (Capitol) میں اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا۔ سیزر کے خاندان سے نفرت کا اظہار کیا اور بعض اراکین کو علامتی آزادی عطا کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو جمہوریہ کے افسروں کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے لیکن جب یہ لوگ معاملات طے کر رہے تھے، ابھی محافظ سپاہ فیصلہ کر رہی تھی کہ جرمانیکس کا بھائی کلاڈیس ان لوگوں کے مستقر میں موجود تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنے انتخاب کے لیے کوشش کر رہا تھا اور علامت شہنشاہی یعنی سوس کا پھول اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس وجہ سے سینیٹ کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور اسے اپنے خوابوں سے بیدار ہو کر حقیقت کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں نے سینیٹ کے اراکین کا ساتھ چھوڑ دیا اور فوجی طاقت نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ محافظ سپاہ کے منتخب کردہ امیدوار کا انتخاب کریں۔ کلاڈیس نے اس موقع پر سمجھوتہ کر لیا اور دانائی سے کام لیتے ہوئے اس سمجھوتے پر قائم رہا۔

افواج کے لیے مجسمہ آزادی

آگسٹس کو فوج کے گستاخانہ رویے سے یہ شدید خطرات اور خوف لاحق ہو گیا تھا۔ اس کے نزدیک عوام کی یاس اور ناامیدی عسکری قوت کو انقلاب پیدا کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ اس کا ان لوگوں پر کوئی اختیار نہیں تھا جنہیں اس نے خود سکھایا تھا کہ ہر قسم کا ملکی فرض پامال کیا جا سکتا ہے۔ اس نے ان کے باغیانہ احتجاجات کو اپنے کانوں سے سنا تھا اور وہ ان کے ردعمل سے بھی واقف تھا۔ ایک انقلاب کو اس نے بیش بہا انعام و اکرام دے کر خریدا تھا۔ اگر دوسرا انقلاب رونما ہوتا تو یقیناً اسے دوگنا قیمت ادا کرنا پڑتی۔ افواج کو سیزر کے خاندان سے لگاؤ تھا اور وہ برملا سیزر کی حمایت کا اعلان کرتی تھی جبکہ عوام کی حمایت ناپائدار اور غیر مستقل تھی۔ اس کے تعلق جو خیالات رومیوں کے دماغوں میں تھے ان سے اس نے مدد لینا چاہی۔ قوانین کے احترام پر سختی سے لوگوں کو مجبور کیا اور سینیٹ کو درمیان میں ڈال کر جمہوریہ کے افسران فوجداری سے اطاعت لی۔

وفاداری

آگسٹس کے اس (منافقانہ) نظام حکومت کے قائم کیے جانے کے تقریباً دو سو بیس برس بعد تک وہ خطرات جو فوجی حکومتوں کو پیش آتے ہیں ٹلے رہے۔ اس دوران سپاہیوں کو اپنی طاقت اور حکومت کی کمزوری کا احساس نہیں ہونے پایا۔ جب انہیں اپنی طاقت کا احساس ہوا تو اس کے نتائج بڑے سنگین نکلے۔ قیصر کیلی گولا اور ڈومیشین کو ان کے خاص محل میں ان کے عزیزوں اور غلاموں نے قتل کر دیا۔ کیلی گولا کے قتل پر جو کہرام برپا ہوا وہ روما کی فصیلوں تک محدود رہا لیکن قیصر نیرو کے خاتمہ پر فساد پوری سلطنت میں پھیل گیا۔ اٹھارہ ماہ کے مختصر عرصے میں چار شہزادے تلوار کے گھاٹ اتار دیے گیے۔ پوری رومی دنیا مخالف فوجوں کی پیدا کردہ تباہی سے لرز کر رہ گئی۔ اس قبل عرصے کو نظر انداز کرنے کے بعد افواج کو اطمینان اور آزادی سے کام کرنے کا موقع ملا۔ آگسٹس سے کموڈوس کے عہد تک خون بہانے کا عمل ملتوی رہا اور یہ دو صدیاں سکون اور اطمینان سے گزر گئیں اور کوئی انقلاب ظہور پذیر نہ ہوا۔

شہنشاہوں کا انتخاب مجلس قانون ساز (سینیٹ) نے کیا جس کی توثیق فوج سے کرائی گئی۔ افواج نے اپنے حلف وفاداری کا مکمل پاس کیا سوائے چند چھوٹی چھوٹی بغاوتوں کہ ان پر آسانی سے قابو پالیا گیا۔

جانشین کا تقرر

ایسے مواقع پر جس جانشین کا انتخاب کیا جاتا اور تاج وتخت خالی ہوتا تو فسادات کا خطرہ بڑھ جاتا۔ رومی شہنشاہوں نے اس خطرے سے بچنے کے لیے اپنی زندگی میں مقرر کردہ اپنے جانشین کو حکومت میں حصہ دینے لگے تا کہ ان کی وفات کے بعد دیگر اختیارات بھی آسانی سے ان کے ہاتھ میں آجائیں اور افواج سلطنت کو احساس بھی نہ ہو کہ اقتدار دوسرے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔

ٹائبریس کا بطور جانشین تقرر

آگسٹس کی آرزوئیں بعض لوگوں کی بے وقت موت نے خاک میں ملا دیں۔ اس کے بعد اس نے اپنی تمام امیدیں ٹائبریس کی ذات سے وابستہ کرلیں اور اپنے اس متبنیٰ کو مجسٹریٹ اعلیٰ اور محتسب مقرر کیا اور ایک ایسا قانون پاس کیا جس کے ذریعے ٹائبریس کو صوبجات اور افواج پر وہی اختیارات حاصل ہو گئے جو آگسٹس کو حاصل تھے۔ اسی طرح قیصر ویسپاشین نے اپنے بڑے بیٹے کا دل جیت لیا تھا۔

قیصر طیطس کا تقرر

طیطس کو وہ مشرقی افواج پسند کرتی تھیں جنھوں نے ماضی قریب میں اس کی سرکردگی میں یہودیہ (Judia) کو فتح کیا تھا لیکن اس کی طاقت سے لوگوں میں حسد پیدا ہو گیا اور اس کے کارنامے اس کی جوانی کا نتیجہ سمجھے گئے۔ اس کے منصوبوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا گیا لیکن قیصر ویسپاشین نے ان افواہوں پر کان نہیں دھرے اور اپنی دانائی سے کام لیتے ہوئے طیطس کو پورے شاہی اختیارات تفویض کر دیے۔ طیطس نے اپنے مہربان والد کے احسانات کا بدلہ یوں چکایا کہ وہ ہمیشہ اپنے والد کا فرمانبردار اور اطاعت شعار رہا۔

فلیوین خاندان

ویسپاشین کی دانائی سے اسے فائدہ پہنچا اور اس کا ہر وہ فعل جو ماضی قریب میں اس سے سرزد ہوا تھا اور اس کی سابقہ زندگی کی لغزش بھی اس کی موجود ترقی میں کوئی رکاٹ پیدا نہ کر سکیں۔ اس کی افواج کی حلف وفاداری نے اسے بچالیا۔ افواج کے اس طرز عمل کی وجہ سے نیرو کا خاندان مقدس سمجھا جانے لگا تھا۔ اگرچہ یہ خاندان تاج وتخت پر صرف متبنیٰ بنانے کی غلط رسم کی بدولت قابض رہا پھر رومی قیصر نیرو کا اس لحاظ سے احترام کرتے تھے کہ وہ جرمانیکس کا پوتا اور آگسٹس کی اولاد میں سے تخت شاہی کا جائز وارث تھا۔ جب اس کی محافظ سپاہ کو یہ ترغیب دی گئی کہ وہ اس ظالم

وجابر شہنشاہ کی حمایت سے دستبردار ہو جائے تو وہ بڑی مشکل سے اس پر رضامند ہوئی۔ گیلبا، اوتھو اور وٹیلیس کے سریع زوال سے افواج کو سبق ملا اور وہ اس بات پر غور کرنے لگیں کہ شہنشاہ ان کی مرضی کے تابع اور ان کی مدد کی محتاج ہیں۔ قیصر ویسپاشین کا تعلق ایک ادنی خاندان سے تھا۔ اسکا دادا ایک معمولی سپاہی تھا۔ اپنی ذاتی قابلیت کی بنیاد پر وہ تاج وتخت تک پہنچا۔ اس وجہ سے جب وہ شہنشاہ بنا تو اس کی عمر خاصی گزر چکی تھی۔ اس کی قابلیت سے اس کو بہت سے فائدے پہنچے مگر اس کی طبیعت میں نمود ونمائش بہت کم تھی اور اس کی خوبیاں اس کے بخل کی وجہ سے قابل تحسین نہ سمجھی جاتی تھیں۔ ایسے مزاج کے شہنشاہ نے اپنے مفادات کا تحفظ اسی میں سمجھا کہ وہ اپنے بیٹے کو سلطنت میں دخیل کرلیا جس کا شاندار عوامی کردار اور فوج میں اس کی ہر دلعزیزی فلیوین خاندان کی کم نسبی کو ظاہر نہیں کرتی تھی۔ لوگوں کی آنکھیں اس کی شاندار فتوحات سے خیرہ تھیں۔ طیطس کے نرم انتظامی رویے سے رومیوں کو ایک عبوری خوش نصیبی حاصل ہوئی اور اس طرح وہ اپنے بھائی ڈومیشین کی زندگی کے برے پہلوؤں کو مزید پندرہ سال تک پردہ اخفا میں رکھ سکا۔

ٹراجن کا متبنی ہونا

نروا نے جیسے اقتدار ڈومیشین کے قاتلوں سے حاصل کیا اس کو پتہ چل گیا کہ اسکی ڈھلتی ہوئی عمر کی وجہ سے وہ ان عوامی فسادات کا سامنا نہیں کرسکتا جو اس کے پیشرو (ڈومیشین) کے مظالم کی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اچھے لوگ اس کی نیک خوئی کی قدر کرتے تھے مگر بگڑے ہوئے طبقات کو ایک سخت گیر حاکم کی ضرورت تھی جو مجرموں کو سزا دے کر انھیں خائف کرسکتا۔ اپنی قریبی اعزاء کے ہوتے ہوئے اس نے ایک اجنبی شخص کو اپنی جانشینی کے لیے منتخب کیا اور اسے (ٹراجن کو) اپنا متبنی بنالیا جس کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی۔ وہ جرمنی میں اپنی مضبوط فوج کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کررہا تھا۔ سینیٹ نے اس کے حکم پر ایک فوری قرارداد پاس کی جس کی رو سے ٹراجن کو شہنشاہ کا ساتھی اور جانشین منتخب کرلیا۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ جب قیصر

نیرو کے جرائم اور حماقتوں پر اظہار نفرت کیا جا سکتا ہے تو پھر ٹراجن کے افعال کو یا تو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں یا اس کے مداحوں کے بیان پر ہمیں اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ کم از کم اس کا ایک ایسا عمل ضرور تھا کہ جس کی خوشامد کے بغیر تعریف کی جا سکتی ہے۔ ٹراجن کی موت کے دو سو پچاس سال بعد سینیٹ نے ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ممدوح سے یہ امید رکھنی چاہیے کہ وہ آگسٹس کی خوش حالی اور نیرو کی نیکیوں سے آگے بڑھ جائے گا اور ٹراجن کی خوش روی اختیار کرے گا۔

ہیڈرین

ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہیے کہ ٹراجن جیسا رحیم و شفیق بادشاہ ایک عرصہ تک ہیڈرین پر اعتماد نہیں کرتا تھا اور اس کے کردار کی کمزوریوں سے آگاہ تھا اور اس فیصلہ پر نہیں پہنچ پاتا تھا کہ کیا ان کمزوریوں کے باوجود اسے سربراہ مملکت مقرر کرنا چاہیے۔ قیصر کی زندگی کے آخری لمحات میں ملکہ پلوٹینا کی ہنرمندی کام آئی اور اس نے ٹراجن کی کوئی فرضی یا جعلی وصیت پیش کر دی جس کی رو سے شہنشاہ نے ہیڈرین کو اپنی متبنیٰ اور جانشین قرار دیا تھا۔ اس فرضی کہانی کو نہ تسلیم کرنے میں بھی کئی خطرات مضمر تھے اس لیے ہیڈرین کو بغیر جھگڑے اور فساد کے ٹراجن کا جانشین تسلیم کر لیا گیا۔

ہیڈرین کے عہد میں بھی سلطنت میں امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ رہا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں علم و فن کی حوصلہ افزائی کی۔ قانون میں اصلاحات کا نفاذ کیا، افواج میں نظم و ضبط پیدا کیا اور ذاتی طور پر تمام صوبوں کا دورہ کر کے سلطنت میں یک جہتی پیدا کی۔ اس کی دانش مندی بڑے سے بڑے مسائل کو آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ اس کو خبط تھا کہ نئی باتیں دریافت کرے اور بے جا غرور اور شان و شوکت کا مظاہرہ کرے۔ یہ دونوں خصوصیات اس کی شخصیت پر غالب رہیں مگر ان کے باوجود وہ ایک اچھا حکمران تھا مگر کبھی ایک مضحکہ خیز سوفسطائی بن جاتا اور

بھی ایک ظالم و جابر حکمران۔ مجموعی طور پر وہ انصاف پسند اور اعتدال کی قابل توصیف حکمت عملی پر عمل پیرا رہتا تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی کے آغاز میں چار اراکین سینیٹ جو قونصلر بھی تھے، قتل کروا دیے تھے۔ وہ چاروں اس سے عناد رکھتے تھے اور وہ حکومت کے اہل ہونے کی وجہ سے اس کے رقیب بھی تھے۔ ایک بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ چڑچڑا اور ظالم شخص بن گیا۔ اسی وجہ سے سینیٹ ایک عرصہ تک یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ اسے دیوتا قرار دے یا ایک ظالم خونخوار حکمران کہے۔ اسے جو اعزاز بخشا گیا وہ مقدس انطونینس کی وجہ سے تھا۔

ویروس کا متبنی ہونا

ہیڈرین نے اپنے جانشین کے انتخاب میں متلون مزاجی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی نگاہ میں کئی امیدوار تھے جن میں خاص قابلیت موجود تھی اور جن کی وہ تعریف بھی کرتا تھا مگر بعض سے اسے نفرت تھی۔ بالآخر اس نے ایلیس ویروس (Aelius Verus) کا انتخاب کیا جو ایک خوش مزاج اور عیاش شریف انسان تھا جس کی خوبصورتی نے اس کی سفارش کی تھی لیکن عین اس موقع پر جب کہ وہ اپنے جانشین کے انتخاب پر خوشیاں منا رہا تھا اور اس کی سپاہ بھی معقول رقم پا کر اس کو آئندہ تاجدار تسلیم کر کے ان خوشیوں میں شریک تھی تو اس نئے سیزر کو موت کے ظالم ہاتھوں نے اس سے چھین لیا۔ اس کے بیٹے کو ہیڈرین نے انطونینس کے سپرد کر دیا۔ انطونی پائیس نے اسے اپنا متبنی بنا لیا۔ پھر جب مارکس تخت نشین ہوا تو اس لڑکے کو بھی جس کا نام ویرس تھا حکومت میں مساوی اختیارات مل گئے۔ ویرس میں متعدد کمزوریوں کے ساتھ ایک اچھائی بھی تھی۔ وہ اپنے دانش مند ساتھیوں کا احترام کرتا تھا۔ اس نے تمام حکومتی اختیارات اپنے ساتھی شہنشاہ کے سپرد کر دیے تھے۔ فلسفیانہ دماغ رکھنے والا شہنشاہ ہمیشہ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ اس کی بے وقت موت کا بھی بہت ماتم کیا گیا مگر اس کی یاد جلد ہی لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئی۔

دونوں انطونیوں کا متبنیٰ بننا

جونہی ہیڈرین کے جذبات کو اس ناکامی کے بعد کچھ سکون ہوا اس نے تاج وتخت کے لیے ایک ایسے قابل جانشین کا انتخاب کیا کہ جس کی وجہ سے آئندہ نسلیں بھی اس کی معترف رہیں۔ اس کی دوررس نگاہوں نے سینیٹ کے ایک پچاس سالہ رکن کا انتخاب کیا جس پر بہت سے حکومتی منصب سنبھالنے کے باوجود کوئی الزام نہیں تھا۔ عمر کی پختگی کی وجہ سے اس سے مزید نیکی کی توقع کی جاسکتی تھی۔ یوں اس نے سینیٹ کے سب سے معمر فرد کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اگرچہ وہ دستور کے مطابق کسی کم عمر شخص کو بھی منتخب کرسکتا تھا مگر اس کی بجائے اس نے ایک اور نوجوان کو کہ جس کی عمر صرف سترہ برس تھی اپنے جانشین کے جانشین کے طور پر منتخب کیا جس سے اسے یہ توقع تھی کہ اس کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی اچھی صفات میں بھی اضافہ ہوگا۔ ہیڈرین نے اول الذکر کو اس شرط پر اپنا جانشین نامزد کیا تھا کہ وہ خود موخر الذکر کو اپنی متبنیٰ مقرر کرلے جو اس کا ہم نام بھی تھا۔ اس طرح ان دونوں انطونیوں نے اگلے بیالیس برس تک رومی سلطنت پر اپنی دانش مندی اور سلامت روی سے حکومت کی۔ اگرچہ انطونی پائیس کے دو بیٹے موجود تھے مگر اس نے اپنے خاندانی مفاد کے مقابلے میں ملکی مفاد کو ترجیح دی اور اپنی بیٹی فاسٹینا کا عقد نوجوان مارکس سے کرکے اسے مجسٹریٹ عالی اور قونصلر کے اختیارات اسے تفویض کردیے۔ نیز کاروبار حکومت میں بھی اس کو شریک کرلیا۔ مارکس بھی اپنے سرپرست کا بہت احترام کرتا تھا اور اس کو اپنے والدین کے برابر عزت دیتا تھا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا۔ انطونی پائیس کی موت کے بعد اس نے حکومتی اختیارات سنبھال لیے اور اپنے پیشروؤں کے اصولوں کی تقلید کی اور حکومت کو ان کے نقش قدم پر چلایا۔ یہی دو شہنشاہ تاریخ روما میں ایسے ہوگزرے ہیں جن کے عہد میں رعایا کی فلاح و بہبود کو حکومت کا مقصد قرار دیا گیا تھا۔

انطونی پائیس کی سیرت

طیطس انطونی پائیس کو بجا طور پر روما کی تاریخ میں نوما (Numa) (۱) ثانی قرار دیا جاتا ہے۔ دونوں انطونیوں کو نوما ہی کی طرح انصاف اور امن وآشتی سے محبت تھی اور ان معاملات میں دونوں نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ دوسرے انطونی کے عہد میں ایک ایسا موقع پیش آیا جب اسے اپنی خوبیوں کے اظہار کا پوری طرح موقع ملا تھا جبکہ نوما نے اپنے عہد میں صرف یہی کیا تھا کہ قریبی دیہات کے لوگوں کو ایک دوسرے کی فصلیں لوٹنے سے باز رکھا تھا مگر انطونی نیس نے کرہ ارض کے بیشتر حصوں میں امن وامان قائم رکھا اور ان کے عہد میں ایسے بہت کم واقعات پیش آئے جو تاریخ میں بدامنی کے طور پر درج کیے جاسکیں۔ اس کے عہد کی تاریخ میں صرف بنی نوع انسان کے جرائم خطا کاریوں اور بدقسمتیوں کا ذکر ملتا ہے۔ نجی زندگی میں بھی وہ ایک عمدہ انسان تھا۔ اس کی فطری سادگی اس غرور اور تصنع کے خلاف تھی جو اسے حکومتی سطح پر برتنا پڑتے تھے۔ اس نے اپنی خوش قسمتی سے جو مقام ومرتبہ حاصل کیا تھا اس سے وہ حد درجہ اعتدال میں رہ کر فائدہ اٹھاتا تھا اور معاشرتی معاملات میں دل چسپی لیتا تھا۔ اسے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں مسرت محسوس ہوتی تھی۔ اس کا وہ بڑی خوش مزاجی سے اظہار کرتا تھا۔

مارکس آریلیوس

مارکس آریلیوس کا مزاج ذرا سخت تھا مگر اسکی نیکیاں بہت اعلیٰ اور محنت طلب تھیں۔ اس کے یہ اطوار وعادات، علمی مجالس میں شرکت، تحصیل علم کی تکالیف اور نصف شب تک مطالعہ کتب کرنے کا نتیجہ تھے۔ بارہ برس کی عمر میں اس نے سوفسطائیت کو اپنا لیا تھا۔ اس فلسفہ سے اس کو یہ تعلیم ملی تھی کہ جسم کو روح کے اور جذبات کو عقل کے تابع رکھنا چاہیے۔ خصائل اصل خوبی اور

---

(۱) نوما (Numa) کے متعلق اگرچہ تاریخ خاموش ہے۔ وہ روم کے اولین دور کا دوسرا بادشاہ تھا۔

رذائل اصل برائی ہیں۔ تمام ظاہری چیزوں کو نا قابل التفات قرار دینا چاہیے۔ اسکے فلسفیانہ افکار جن کو اس نے میدان جنگ کے شور وشغب میں ترتیب دیا تھا آج تک تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ وہ مجلسوں میں فلسفے کا درس دیتا اور وعظ کرتا تھا۔ یہ ایک درویشانہ عمل تھا جو اگر چہ شہنشاہ کے شایان شان نہیں تھا مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اس کی زندگی فلسفی زینو کی تعلیمات کی ایک تابندہ شرح تھی۔ وہ اپنے لیے بہت سخت مگر دوسروں کی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیتا تھا اور تمام انسانوں کے ساتھ انصاف اور خلق کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اسے اس بات پر افسوس تھا کہ اپوڈیمس کیسیس نے خودکشی کر لی تھی۔ اگر بغاوت کرنے کے بعد وہ زندہ رہتا تو میں اس کی دشمنی کے بدلے میں اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔ اس نے اپنی اس سوچ کو اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ اس باغی کے پیروکاروں کے متعلق رومی سینیٹ کے رویے کو نرم کر دیا۔ وہ جنگ سے نفرت کرتا تھا اور اسے انسانی فطرت کے خلاف ایک ظالمانہ فعل قرار دیتا تھا۔ مگر جب اسے جنگ پر مجبور کیا گیا تو اس نے آٹھ برفانی سرد موسم ڈینیوب کے کنارے حملہ کرتے ہوئے بسر کیے جس کے نتیجے میں سرد موسم نے اسے جسمانی طور پر نقصان پہنچایا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکا اور راہی عدم ہو گیا۔ اس کی یاد کو مدتوں رومی اپنے ذہنوں سے نہ نکال سکے اور اس کی وفات کے سو سال بعد تک بطور دیوتا اس کی پرستش کی جاتی رہی۔

خوشحالی اور فارغ البالی کا دور

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بنی نوع انسان کو تاریخ کے کس دور میں سب سے زیادہ خوش حالی اور فارغ البالی نصیب ہوئی ہے تو بلا کسی پس وپیش کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شہنشاہ ڈومیشین کے زمانہ وفات سے لے کر کومو ڈوس کی تخت نشینی تک جو دور گزرا وہ سب سے زیادہ خوش حالی اور فارغ البالی کا زمانہ تھا۔ روم کی وسیع سلطنت مطلق العنان حکمرانوں کے ماتحت تھی مگر انھوں نے بڑی دانش مندی اور نیک عملی سے حکومت کی۔ چار حکمرانوں نے مسلسل افواج کو ان کی حد سے

تجاوز نہ کرنے دیا۔ وہ اپنے مضبوط ارادوں پر شریفانہ انداز سے قائم رہے۔ ان کے کردار اور اقتدار کی رضاارانہ طور پر عزت کی جاتی رہی۔ شہری حکومت کی آزادانہ خصوصیات کو نروا، ٹراجن، ہیڈرین اور انطونینس نے بڑے اہتمام سے قائم رکھا اور اپنے آپ کو سینیٹ کے سامنے جواب دہ سمجھا۔ اگر اس زمانے میں رومیوں میں حصول آزادی کی تمنا ہوتی تو ایسے شہنشاہوں کو روما کی جمہوریت کو بحال کرنے کی عزت نصیب ہوسکتی تھی۔

نظام حکومت کی غیر ثباتی

ان شہنشاہوں کی محنتوں کا ثمر ان کی کامیابیوں کی صورت میں ملا جسے نیکی کا انعام بھی کہا جاسکتا ہے۔ بنی نوع انسان کو جس انداز میں شادمانی فراہم کی وہ اس سے خود بھی شاداں تھے۔ اسی عہد میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جس نے اس عہد کی لطف اندوزی میں تلخی پیدا کردی اور شخصی حکومت کے تمام اختیارات جنھیں وہ بنی نوع انسان کا فلاح و بہبود کرتے تھے انھیں اختیارات سے انھیں ضرر پہنچایا گیا۔

ٹائبرلیس، گیلی گولا اور نیرو کی یادگاریں

رومیوں کو سابقہ ادوار کے تجربات کی وجہ سے برے دنوں کی آمد کا احتمال تھا۔ حالات کی روشنی میں آئندہ بری صورت حال کا سامنا تھا۔ روح فطرت سے شہنشاہوں کے کردار اور انسانی فطرت کی ایک ایسی تصویر آرہی تھی جس کی مثال دور جدید کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ ان شہنشاہوں میں بعض نہایت نیک خصلت اور بعض انتہائی بداخلاق تھے۔ ان میں اعلیٰ اخلاق کا بہترین نمونہ بھی موجود تھا اور ذلت اور پستی کی مثال بھی موجود تھی۔ ٹراجن اور انطونینس کے زریں عہد سے پہلے جو زمانہ گزرا تھا وہ رومی تاریخ کا دور ظلمت قرار پاتا ہے۔ آگسٹس کے نالائق جانشینوں کے نام گنوادینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ان میں ایسی برائیاں موجود تھیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ وہ ایسی تماشہ گاہیں تعمیر کرگئے جن کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں اور انہی کی وجہ

سے آج ان کے نام بھی موجود ہیں۔ خونخوار ٹائبریس، ظالم کیلی گولا، کمزور طبیعت کا کلاڈیس اور عیاش و سیاہ کار نیرو، درندہ صفت ویٹی لیس اور بزدل اور غیر انسانی کردار کا مالک ڈومیشین اپنی بری شہرت کی وجہ سے یاد رکھے جائیں گے۔ اگر ہم ویسپاشین کے مختصر اور پرامن عہد کو اس زمانے سے الگ کر دیں تو اسی برس تک روم ظلم و جبر کا مسلسل شکار رہا۔ اس کے نتیجے میں جمہوریت کے دور کے شرفا کے خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے۔ ان ظالم شہنشاہوں کا یہ عہد ہر اس صاحب ہنر اور نیک خو انسان کے لیے تباہ کن ثابت ہوا اس دور میں پیدا ہوا۔

رومیوں کے خاص مصائب

ظالم اور جابر شہنشاہوں کے عہد میں رومیوں کو غلامی کی لعنت کے علاوہ دو اور خاص مصیبتیں پیش آئیں۔ پہلی مصیبت ان کی مصنوعی آزادی اور دوسری ان کی فتوحات تھی۔ ان فتوحات کی وجہ سے رومیوں کی حالت اتنی ابتر ہوئی کہ کسی زمانہ میں کسی ملک کی نہ ہوئی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں غلاموں کی حال اتنی خراب تھی کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی مظلومیت کے یہ پہلو خصوصیت سے ذکر کے قابل ہیں۔

مشرقی اقوام کی مثالیں

جب فارس میں سیفی کے جانشین حکومت کرتے تھے تو ان کے ظلم کی وجہ سے یہ قصہ مشہور تھا کہ جو کوئی ان کے دربار میں گیا پھر مشکل ہی سے اپنا سر سلامت واپس لایا۔ ان کے ایوانوں پر خون کے داغ موجود رہتے۔ ان کی میزیں اور ان کے بستر تک ان کے مصاحبوں اور محبوبوں کے خون سے آلودہ رہتے تھے۔ ہر روز کا نیا تجربہ روستان کی یقین دہانی کے لیے کافی تھا۔ اس کے سر پر ہر وقت کچے دھاگے سے آویزاں تلوار لٹکتی رہتی تھی مگر اس کے سکون میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا۔ اس کو علم تھا کہ بادشاہ کے ابروؤں کا معمولی سا اشارہ بھی اسے خاک میں ملا دینے کے لیے کافی ہے اور آفات ارض و سماوی بھی اس سے زیادہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں اس لیے عقل مندی کا تقاضا یہی

تھا کہ اس ناگزیر حقیقت کو فراموش کر کے عیش کے چند لمحات سے مستفید ہوا جائے۔ شاہی غلاموں کو جو نشان دیا جاتا تھا وہی اس کو ملا تھا۔ شاید کسی دور دراز کے ملک میں اسے اس کے گمنام والدین نے فروخت کر دیا تھا۔ اسے نہیں یاد تھا وہ کس ملک سے لایا گیا ہے مگر اس کی پرورش غلامی کے سخت نظم وضبط میں ہوئی تھی۔ اس کے جسم وجان سب کچھ اس کے آقا کے عطیات تھے۔ وہ جب چاہتا بغیر کسی جواز کے اس سے واپس لے سکتا تھا۔ روستان میں اگر کوئی قابلیت تھی تو وہ یہ کہ اپنے عادات واطوار کو ہٹ دھرمی سے صحیح ثابت کر لیتا۔ اس کی زبان اور دماغ میں حکومت کے لیے کوئی الفاظ نہیں تھے۔ وہ صرف مطلق العنان حکمرانی سے واقف تھا۔ مشرق کی تاریخ اسے صرف یہ بتاتی تھی کہ بنی نوع انسان کی حالت ازل سے یہی ہے۔ مذہبی کتب کے مفسرین اسے بتاتے تھے کہ حکمران وقت کا پیغمبر، خدا کا جانشین اور ذات باری کا نمائندہ ہوتا ہے اور یہ کہ انسانوں کے لیے صبر کرنا انتہائی ضروری ہے۔ رعایا کا فرض اس کا ہر حکم بے چون وچرا ماننا ہے۔

رومیوں کے علوم اور ان کی حریت پسندی

رومیوں کے دل ودماغ کو غلامی کے لیے انوکھے طریقوں سے تیار کیا جاتا تھا۔ ان کے آقاؤں نے اپنے غلاموں کو اپنی بدکرداری کے بوجھ کے نیچے دبایا ہوا تھا۔ فوج ان کی نگرانی کرتی اور ان پر تشدد روا رکھتی تھی۔ یہ عمل طویل عرصے سے جاری تھا تاہم ان میں حریت پسندی اور آزادی کے جذبات یا کم از کم آزاد بزرگوں کے خیالات ابھی باقی تھے۔ ویڈیکیس (۱)، تھریسیا (۲)، ٹیسی ٹس (۳) اور پلینی (۴) نے وہی تعلیم پائی جو جمہوری دور کے فلاسفہ کیٹو (۵)

---

(۱) ویڈیکس: آزادی کا علم بردار اور فلسفہ کا دلدادہ اور علوم وفنون کا عاشق تھا۔ اسے ویسپاشین کے حکم پر قتل کر دیا گیا تھا۔ (۲) تھریسیا: شہنشاہ نیرو کے عہد میں سنٹ کا رکن تھا اور درویشانہ مسلک کا پیروکار تھا۔ اس کے خیالات کی اشاعت کی بنا پر اسے شہنشاہ نے قتل کروا دیا تھا۔ (۳) ٹیسی ٹس: ایک فلسفی مزاج (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور سرور کی تھی۔ یونانی فلسفے سے انہیں آزادی، انصاف، انسانی فطرت کے وقار اور مہذب معاشرت کا سبق ملا تھا۔ روما کی تاریخ سے وہ ایک آزاد، فاتح اور عمدہ حکومت کی قدر و منزلت کرنا سیکھ چکے تھے۔ جولیس سیزر اور آگسٹس کے جرائم کو وہ قابل نفرت سمجھتے تھے اور ان ظالموں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے گو بظاہر وہ ان کے جانشینوں کی چاپلوسی کرتے لیکن باطن میں وہ ان سے بھی نفرت کرتے تھے۔ رومیوں نے بطور مجسٹریٹ اعلیٰ اور سیٹ کے اراکین کے ایسے قوانین وضع کیے تھے کہ جن کے نام پر حکمرانوں کو سلطنت میں اجارہ دار حاصل تھی اور وہ اپنے ان اختیارات کو ظلم و جبر کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ٹائبریس اور نیرو جیسے شہنشاہ اپنے مظالم کو انصاف کے پردہ میں چھپاتے تھے اور باطن میں اس بات پر خوش تھے کہ سینیٹ بھی ان کے شریک کار ہے اور اس پر ان کا تصرف بھی قائم ہے۔ روم کے عہد آخر کے باشندے محض خیالی جرائم کی بنیاد پر سزا پاتے تھے اور سینیٹ میں اپنے حقیقی نیک اعمال پر بھی مطعون کیے جاتے تھے۔ ان پر الزام لگانے والے ملکی آزادی کے نام نہاد محافظ اور محب وطن بن کر انہیں عدالت کے سامنے ملک دشمن قرار دیتے حالانکہ وہ انعام و اکرام کے مستحق تھے۔ غلامانہ عادت رکھنے والے جج جمہوری حکومت کا زبانی دعوی کرتے حالانکہ وہ خود جمہوری اصولوں کو سب سے زیادہ پامال کرتے تھے اور اس کے عوض تعریف کے مستحق قرار دیے جاتے تھے۔ رومی شہنشاہ بھی ان کے اس عمل کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور چونکہ جج بھی شہنشاہوں سے باطن میں نفرت کرتے تھے اس وجہ سے شہنشاہ بھی سینیٹ کے اراکین سے ناخوش رہتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ) مورخ اور مصنف تھا۔ اس کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ انسانی نفسیات کا ماہر تھا اور حقیقت پسندی پر جان دیتا تھا۔ (۴) پلینی: جوانی میں سپاہ پیشہ تھا بعد میں روم میں ماہر قانون بنا۔ علوم وفنون کا عاشق تھا اور ان کے حصول کے لیے کوشاں رہتا تھا (۵) کیٹو ۲۳۴ ق م میں پیدا ہوا۔ شروع میں فوج میں تھا بعد ازاں ملکی معاملات میں شریک ہوا۔ ضعیفی میں یونانی ادب پر توجہ دی اور کئی حکومتی عہدوں پر فائز رہا۔

سلطنت کی وسعت

یورپ متعدد خود مختار ریاستوں میں منقسم ہونے کے باوجود مذہب، زبان، عادات و اطوار میں باہمی مشابہت رکھتا ہے۔ اس سے بنی نوع انسان کی بہبود و آزادی کے بہت سے مفید نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں کوئی مطلق العنان بادشاہ اگر ایسا ہے جس کا ضمیر اس کو اس کے فعل پر ملامت نہیں کرتا اور جس کی رعایا اس کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کرتی ہے تو اسے اپنے ہم عصر بادشاہوں سے سبق سیکھنا ہوگا اور وہ جمہوری نکتہ چینیوں سے خائف ہوگا۔ اسے اپنے ہم عصروں کے مشوروں پر عمل کرنا ہوگا اور ایسا طرزِ عمل ترک کرنا پڑے گا جو معاشرے کی ناراضگی کا موجب ہو تو اس کے حالات خوشگوار ہو جائیں گے۔ اسے معاشرے کا یقینی تحفظ میسر ہو جائے گا مگر رومیوں کی سلطنت چونکہ تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھی اور جب اس میں تمام تر اختیارات شخص واحد کے سپرد ہو جائیں تو اس کے دشمنوں کو فرار ہونے کے لیے کوئی مقام نہ ملتا۔ شاہی غلاموں میں سے کسی کو پابہ زنجیر ہو کر روما میں رہنے یا جلاوطن کر کے ڈینیوب کے کنارے سیر یلفس میں بقیہ ایام زندگی کاٹنے کا حکم ہوتا تو اس کے لیے اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا تھا۔ سر تسلیم خم نہ کرنا اس کے لیے زیادہ مضر تھا اور فرار ہونا تقریباً ناممکن کیونکہ ہر طرف زمین اور سمندر پر رومیوں کی حکومت تھی اگر وہ فرار ہوتا بھی تو اس کی کامیابی ناممکن تھی وہ یقیناً گرفتار ہو جاتا اور پھر اسے اپنے ناراض آقا کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اگر بفرض محال وہ حدود سلطنت سے باہر بھی نکل جاتا تو بھی اسے کوئی فائدہ نہ پہنچتا کیونکہ رومی سلطنت کی حدود سے باہر سمندروں، ناقابل گزر ریگستانوں اور وحشی قبائل کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور ان وحشی قبائل کے عادات اور اطوار کہیں زیادہ ظالمانہ تھے اور وہ مختلف زبانیں بولتے تھے۔ بعض اطراف میں ایسے چھوٹے حکمرانوں کی ریاستیں تھیں جو رومیوں کے باج گزار تھے اور سلطنت روما کے مفروروں اور مجرموں کو پکڑ کر شہنشاہ کے پاس بھیج کر ان کی خوشنودی حاصل کرتے تھے اور اس کام میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ رومی مفکر سرو نے

جلاوطن مارکیلس سے کہا تھا: ''تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے، تمھیں یاد رکھنا چاہیے کہ تم ہر جگہ فاتح ہاتھوں کی گرفت میں ہو گے۔''

.....☆☆☆.....

باب چہارم

کموڈوس کے مظالم، حماقتیں اور قتل اور پرٹینکس کا انتخاب

مارکس کی نرم دلی

مارکس کی نرم مزاجی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اسے رواقیوں (Stoics) کا فلسفہ اور ان کا نظم وضبط بھی دور نہ کر سکا۔ یہی اس کی ایک ذاتی کمزوری تھی جو اس کے کردار کا ایک ناقص حصہ ثابت ہوئی۔ وہ ایک سمجھ دار انسان تھا مگر اپنے دل کی نرمی کی وجہ سے اسے نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ منافق لوگ دنیا سے بے تعلق بن کر اس کے پاس پہنچتے اور اس کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر انعام واکرام لے جاتے تھے۔ اپنے بھائی، اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے اسے بہت پیار تھا۔ اس نے انھیں جو مراعات دیں وہ اس کی ذاتی زندگی سے نکل کر عوام کے لیے زحمت کا باعث بنیں۔ ان کی برائیاں اتنی مشہور ہوئی کہ عوام ان کی مثال دینے لگے۔

فاسٹینا کے ساتھ تعلقات

فاسٹینا جو انطونی پائیس کی بیٹی تھی مارکس کی بیوی تھی۔ وہ اپنے حسن اور عاشق مزاجی کی وجہ سے مشہور تھی۔ ایک فلسفی کی انتہائی سادگی کو ایک ایسی تنوع پسند آوارگی سے منسوب کرنا یا ایسی حرکت کرنا صرف کمتر طبقے ہی میں قبول کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسی شخصیت پر ذاتی استحقاق جتانا اسے قطعاً زیب نہیں دیتا۔ قدیم زمانے میں کیوپڈ (دیوتا عشق) کو بہت جذباتی دیوتا سمجھا جاتا تھا اور

چونکہ ایک ملکہ کی عشق بازی کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا چاہے وہ کیوپڈ کی واضح پیش قدمی کے باعث کیوں نہ ہو۔ پوری سلطنت میں مارکس ہی ایک ایسا شخص تھا جو فاسٹینا کی ناشائستہ حرکات سے لاعلم تھا جو ہر زمانے میں ایک مجروح خاوند کے لیے ذلت کا باعث ہوتی ہیں۔ اس نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنی بیوی کے متعدد عاشقوں کو معزز اور پر منفعت عہدوں پر سرفراز رکھا۔ تیس سالہ عائلی زندگی میں وہ فاسٹینا کا احترام کرتا رہا اور اس پر کبھی شک نہیں کیا۔ وہ ان دیوتاؤں کا شکر گزار تھا جنھوں نے اسے اتنی باوفا بیوی عطا کی تھی۔ اس کی وفات کے بعد بھی مارکس کے اس کے متعلق خیالات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کی خواہش پر خوشامد پسند سینیٹ نے فاسٹینا کو دیویوں میں جگہ دی۔ معبدوں میں اس کو وہی مقام دیا گیا جو جونو، وینس، اور سیرس دیوی کو حاصل تھا۔ نئے رومی شادی شدہ جوڑے اپنی نئی زندگی کا آغاز اس پارسا دیوی کے سامنے نذانے پیش کر کے کرنے لگے۔

کموڈوس سے اس کا سلوک

باپ کی اچھائیوں پر بیٹے کی برائیوں نے پردہ ڈال دیا۔ مارکس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے اپنے نااہل بیٹے کموڈوس کی خاطر لاکھوں آدمیوں کے آرام و آسائش کا کوئی خیال نہیں کیا اور اس نے اپنے پیش روؤں کی اس روایت سے انحراف کیا کہ وہ اپنوں کی بجائے ملکی نظام حکومت کی بہتری کے لیے غیروں کا انتخاب کرتے تھے۔ اس نے غیروں کو متبنی بنانے کے بجائے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مارکس کو اپنے بیٹے کی اصلاح کی بڑی فکر تھی۔ اس نے اس سلسلے میں ملک کے بڑے بڑے دانش مندوں سے مشاورت بھی کی اور انھیں کموڈوس کی تنگی ذہن کو دور کرنے پر مامور بھی کیا تا کہ وہ تاج تخت سنبھالنے کے قابل ہو جائے مگر کموڈوس پر کسی کی نصیحت شاذ ہی اثر کرتی تھی اور عظیم فلسفیوں کے درس ایک لمحہ میں اس کے اوباش ساتھیوں کے ساتھیوں کے ساتھ سرگوشیوں کی نذر ہو جاتی تھی۔ مارکس نے اپنی محنتوں کے

زائل ہونے کے باوجود کموڈوس کو صرف چودہ پندرہ برس کی عمر میں تاج وتخت کے سارے اختیارات میں شریک کرلیا۔ وہ اس بعد صرف چار سال زندہ رہا مگر اپنے اس فعل پر پچھتانے کے لیے اسے افسوس تھا کہ کموڈوس سلطنت میں شریک کار بننے کے بعد اپنے آپ کو عقل اور قانون سے ماورا سمجھنے لگا تھا۔

کموڈوس کی تخت نشینی

بہت سی برائیاں اور جرائم جن میں معاشرے کا سکون اور امن برباد ہوتا ہے وہ ان قوانین اور پابندیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں جن کی بنیاد مساوات پر نہیں ہوتی۔ ایسے قوانین سے بعض لوگوں کے دلوں میں مال وزر کا حرص پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ چیزیں جن کی طمع ہر شخص کو ہوتی ہے صرف چند لوگوں کے گھروں تک محدود ہیں۔ تمام دوسری خواہشات سے زیادہ برتر حصول طاقت کی خواہش ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی بڑی تعداد کو اپنے زیر اقتدار رکھے۔ جب کسی ملک میں فسادات رونما ہوتے ہیں تو تمام معاشرتی قوانین بے اثر ہوجاتے ہیں۔ انسانیت بڑی مشکل سے ہی ان قوانین کے خلا کو پر کرتی ہے۔ لڑائی کے جوش، فتح کے غرور کامیابی سے ناامیدی، آئندہ پیش آنے والے خطرات اور گزشتہ نقصانات کی یاد سے دل میں ہمدردی کے جذبات فنا ہوجاتے ہیں اور انسان غصہ اور غرور میں اندھا ہوجاتا ہے۔ ایسے مقاصد کے پیش نظر رکھنے کی وجہ سے تاریخ کا ہر ورق بے گناہوں کے خون سے رنگا ہوا ہے۔ تاہم کموڈوس کے پیش نظر اس قسم کے مقاصد نہیں تھے۔ وہ محض اپنی انا کی تسکین کے لیے بے گناہوں کے خون سے اپنا دامن آلودہ کرتا تھا۔ جب مارکس کا یہ لاڈلا بیٹا تخت نشین ہوا تو سینیٹ اور افواج کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد جب اس نے دیکھا کہ کوئی اس کا مدمقابل ہی نہیں کہ اس کا مقابلہ کرے اور نہ ہی کوئی دشمن ہے کہ جس کی سرکوبی کی جائے۔ اس پرسکون حالت میں فطری امر تھا کہ اس کے دل میں بنی نوع انسان کو نقصان

پہنچانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس کے پیشرو اپنی نرم روی کی وجہ سے کامیاب رہے تھے مگر نیرو اور ڈومیشین کا انجام بدتر تھا۔

کموڈوس کے کردار کی تصویر کشی

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ کموڈوس ایک خونخوار درندہ کی طرح تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ دوسروں کو شکار کر کے اپنا پیٹ بھرے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس میں بچپن میں انتہائی ہمدردی و مہربانی کے جذبات موجود تھے۔ قدرت نے اسے ایک نرم دل عطا کیا تھا نہ کہ ظالم۔ اس کی طبیعت کی سادگی اور کمزوری نے اس کو آلہ ہیجان بنا دیا اور وہ اپنے مصاحبین کے مزاج کا غلام بن گیا۔ انھیں مصاحبین نے اس کے ذہن کو رفتہ رفتہ آلودہ کر دیا۔ اس کے مظالم ابتدا میں دوسروں کے اشاروں پر کیے جاتے تھے آہستہ آہستہ اس کی عادات واطوار اور کردار کا حصہ بن گئے۔

روم واپسی

اپنے والد کی وفات پر کموڈوس نے جب خود کو داخلی معاملات میں گھرا پایا تو اس نے فوج کی کمان سنبھالنے کا فیصلہ کیا اور قوادی (Quadi) اور مارکومانی (Marcomanni) قبائل پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں وہ، اس کے کمینہ خصلت اوباش دوست جنہیں مارکوس نے شہر بدر کر دیا تھا روم واپس آ گئے اور نوجوان شہنشاہ کی طبیعت پر خاصا اثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انھوں نے شہنشاہ کو ان مشکلات اور خطرات سے آگاہ کیا جو دریائے ڈینیوب کے اس پار کے ممالک پر فوج کشی کرنے میں پیش آ سکتے تھے۔ انھوں نے اس بزدل شہزادے کو یہ باور کرایا کہ اس کا نام ہی وحشی قبائل پر فتح پانے کے لیے کافی ہے پھر ان وحشی قبائل سے ایسی شرائط صلح منوالی جائیں جو فتح مندی کے برابر ہوں۔ پھر ان نالائق مصاحبوں نے اس کے جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کر کے ان سہولیات کا مقابلہ میدان کارزار کی مشکلات

سے کیا اور اسے بتایا کہ وہاں نہ اطمینان نصیب ہوگا نہ عیش وعشرت کے یہ سامان۔ اس معاملے میں اس نے اپنے والد کے مشیروں سے بھی مشورہ لیا جو اس وقت تک اپنے عہدوں پر موجود تھے اور وہ ان سے خائف تھا۔ اس دوران فوج کشی کا موسم یعنی موسم گرما بیت گیا اور موسم خزاں آ گیا اور وہ دارالحکومت میں فاتحانہ انداز میں داخل نہ ہوسکا۔ اسکی باوقار شخصیت، صفات حمیدہ اور عمدہ طرز گفتگو سے عوام اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس نے وحشی قبائل سے معاہدہ صلح کرلیا جس سے امن وسکون کا دور دورہ ہوگیا۔ روم واپسی کا جذبہ اس کی حب الوطنی کی دلیل سمجھا گیا اور اس کے سامان عیش وعشرت کو اس کی عمر (انیس برس) کا تقاضا قرار دیا گیا۔

اس کے عہد حکومت میں مارکس کے وفادار مشیروں نے نظام حکومت قائم رکھا کہ مارکس نے انہیں کموڈوس کا ساتھ دینے کی سفارش کی تھی۔ کموڈوس بھی کسی حد تک ان کا احترام کرتا تھا۔ شہنشاہ اور اس کے مصاحبین شاہانہ شان وشوکت سے لطف اندوز ہوتے تھے مگر ان کے ہاتھ ابھی انسانی خون سے آلودہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ اس دوران فیاضی سے بھی کام لیتا تھا جس سے یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ شائد اس کے عادات واطوار بہتر ہوجائیں مگر اچانک ایک خوفناک حادثہ پیش آ گیا جس نے اس کے کردار کو برائی کی طرف مائل کردیا۔

کموڈوس پر قاتلانہ حملہ

ایک شام جب شہنشاہ گول تماشاہ گاہ کی ایک تنگ کوریڈور سے گزر کر محل واپس آ رہا تھا تو ایک تاریک حصہ میں ایک حملہ آور نے جو پہلے سے وہاں گھات لگا کر بیٹھا تھا اپنی شمشیر برہنہ سے شہنشاہ پر قاتلانہ حملہ کردیا اور اس نے شہنشاہ کو بتایا کہ یہ سینیٹ کا تحفہ ہے۔ محافظوں کی مدد سے اس کا یہ حملہ ناکام بنادیا گیا۔ اپنی گرفتاری پر اس نے اس سازش میں شامل افراد کے نام بتادیے۔ یہ سازش کہیں باہر نہیں بلکہ اس کے محل میں تیار کی گئی تھی اور اسے تیار کرنے والی خود اس کی بہن لوسیلا تھی جو لوسیس وریس کی بیوہ تھی اور اس بیوگی کی وجہ سے کموڈوس کی ملکہ سے حسد کرتی تھی۔ اس نے اس

سازش سے اپنے دوسرے شوہر تک کو مطلع نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کلاڈیس پومپیانوس سینیٹ کا ایک وفادار اور باشعور آدمی تھا۔ لوسیلا کے عادات واطوار اس کی ماں فاسٹینا سے ملتے تھے اور اس کے زمرہ عشاق میں ایسے لوگ تھے جو اس کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے۔ سازش کا بھانڈا پھوٹ جانے کے بعد سازشی اپنے انجام کو پہنچے اور لوسیلا کو پہلے جلاوطنی کی سزا دی گئی پھر قتل کر دیا گیا۔

کموڈوس کی سینیٹ کے خلاف کارروائی

حملہ آور کے یہ الفاظ کہ یہ حملہ سینیٹ کا تحفہ ہے کموڈوس کے دل کی پنہائیوں میں اتر گئے۔ اس کے دل ودماغ میں سینیٹ کے خلاف جو نفرت اور خوف تھا اب وہ مجسم ہو گیا۔ سینیٹ کے اراکین جن کو اس نے وزراء کی حیثیت دی تھی اب وہ اس کے خفیہ دشمن قرار پائے۔ کچھ لوگوں نے جب دیکھا کہ شہنشاہ سینیٹ کے اراکین میں ناچاقی پیدا کرنا اور ان کی سازش ثابت کرنا چاہتا ہے تو اپنا رسوخ بڑھا لیا حالانکہ مارکس کے عہد میں یہ لوگ بیکار خیال کیے جاتے تھے اور معدوم ہو چلے تھے۔ اس جماعت میں جسے مارکس نے قومی کونسل کا درجہ دیا ہوا تھا بڑے معزز رومی شرفاء شریک تھے۔ اس ادارے کو اب مجرموں کا گروہ سمجھا جانے لگا۔ ان کے پیچھے کموڈوس نے جاسوس لگا دیے۔ امراء کے عمدہ اطوار اب یہ سمجھے جاتے تھے کہ کموڈوس کے افعال کی پردہ دری کی جائے۔ جو لوگ باپ کے دوستوں میں شامل تھے بیٹے کے دشمنوں میں سرفہرست ٹھہرے۔ کسی پر شک ہی کو اس کے جرائم کا ثبوت سمجھا جاتا اور مقدمے کا مطلب سزائے موت ٹھہرا۔ کسی سینیٹ کے رکن کو سزائے موت دی جاتی تو جو لوگ اس کا ماتم کرتے وہ بھی مستحق سزائے موت قرار دیے جاتے۔ جب کموڈوس کے ہاتھ انسانی خون میں پوری طرح رنگ گئے تو نرم دلی، رحم یا توجہ اس کے لیے بے معنی الفاظ بن گئے۔

کوئنٹیلین خاندان پر مظالم

اس کے انتہائی ظلم کا شکار ہونے والے کوئنٹیلین خاندان سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں

کا غم والم سب سے زیادہ کیا گیا۔ ان کے نام میکسی موس اور کانڈیانوس تھے۔ ان کی حب الوطنی انھیں تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ اپنے شائستہ اطوار کی وجہ سے وہ مشہور تھے۔ ان کا علم و فضل اور ان کی مساعی اور تفریح یکساں تھی۔ ان کی جاگیر بہت بڑی تھی اور اس کی تقسیم کا انہیں کبھی خیال تک نہیں آیا تھا۔ آج تک اس دستاویز کے کئی ٹکڑے موجود ہیں جو مل کر انھوں نے تیار کی تھی۔ ان کے ہر فعل سے ظاہر ہوتا تھا کہ کہ وہ دو قالب ایک روح ہیں۔ شہنشاہ انطونینس ان کے کمالات کا اعتراف کرتا تھا اور اس نے انھیں مجسٹریٹ اعلیٰ کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ مارکس نے اپنے عہد میں ان دونوں بھائیوں کو یونان کا گورنر مقرر کیا اور جرمنوں کے خلاف عسکری کارروائی کی کمان بھی انھیں سونپی۔ وہ جرمنی سے فاتحانہ لوٹے۔ کموڈوس کے مظالم کا شکار ہو کر موت کا جام بھی انھوں نے اکٹھے ہی پیا۔ کموڈوس کے اس ظلم نے ان کو بعد از مرگ بھی شہرت عطا کی تھی۔

وزیر پیرینس

ظالم کموڈوس جب سینیٹ کے کئی ارکان کے خون سے ہاتھ رنگ چکا تو اس کی توجہ اس شخص کی طرف مبذول ہوئی جو اس کی ستم رانیوں کی بنیاد تھا۔ کموڈوس جب عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا تھا تو اس نے امور سلطنت اپنے وزیر پیرینس (Parennis) کے حوالے کر دیے تھے۔ یہ وزیر ایک خوشامد پرست اور غلامانہ ذہن کا مالک تھا۔ اس نے اپنے پیشرو وزیر کو قتل کر کے یہ وزارت حاصل کی تھی۔ مورخین نے یہ تسلیم کیا کہ اس میں قابلیت اور لیاقت بھی تھی۔ اس نے زبردستی لوگوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ محافظ سپاہ کے دستے کی کمان بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس کا بیٹا جس میں فوجی قابلیت تھی اس کا شریک کار اور الیریوں (Illrians) کے لشکر کا سربراہ تھا۔ پیرینس کے دل میں سلطنت پر قبضے کا خیال آیا یا پھر کموڈوس نے اسے اس جرم کا اہل سمجھا۔ اگر اسے اچانک گرفتار کر کے قتل نہ کر دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ یہ سب کچھ کر گزرتا۔ سلطنت روما کی تاریخ میں کسی وزیر کا زوال ایک معمولی واقعہ ہے مگر یہ واقعہ ایک خاص وجہ سے پیش

آیا تھا اور اس میں غیر معمولی عجلت سے کام لیا گیا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومتی نظام کتنا متاثر ہوا تھا۔ وہ فوجیں جو برطانیہ کے لیے روانہ ہوئی تھیں وہ پیرینس کے طرزِ حکومت سے غیر مطمئن تھیں۔ انھوں نے پندرہ سو افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کیا تا کہ روم جا کر شہنشاہ کے دربار میں اپنی شکایات پیش کی جا سکیں۔ اس فوجی وفد نے عسکری طاقت کو بادشاہ کے روبرو بڑھ چڑھ کر پیش کیا اور وزیر کو سازشی ظاہر کر کے شہنشاہ کو اس سے خوفزدہ کر دیا جس کے بعد شہنشاہ نے بلا تامل اس وزیر کی موت کا حکم جاری کر دیا۔ یہی ان کا منشا اور ان کی شکایات کے ازالہ کی صورت تھی۔ ایک دور افتادہ صوبے کی فوج پر اس واقعہ سے مرکزی حکومت کی کمزوریاں ظاہر ہو گئیں جس کی وجہ سے آئندہ زمانے میں بڑے بڑے انقلابات ظہور پذیر ہوئے۔

میٹرنوس کی بغاوت

اس معمولی واقعہ سے حکومتی کمزوریاں عیاں ہو گئیں اور فوجیوں میں من مانی کارروائیاں کرنے اور حکومت کا ساتھ چھوڑنے کا رجحان پیدا ہو گیا۔ فوجی بھگوڑے جو پہلے پہاڑوں میں چھپتے تھے اور خفیہ پناہ گاہیں تلاش کرتے تھے اب کھلے عام شاہراہوں پر دندنانے لگے۔ میٹرنوس جو ایک معمولی سپاہی تھا اس نے اپنی حیثیت سے زیادہ دلیری دکھائی اور لٹیروں کی ایک جماعت کی فوج بنا کر سرکاری جیل خانوں پر حملہ آور ہوا اور قیدیوں اور غلاموں کو دعوت دی کہ وہ اپنی آزادی حاصل کریں۔ اس کے بعد رومی شرفا اور امراء کو لوٹا اور گال اور ہسپانیہ کے غیر محفوظ شہروں کو تاراج کیا۔ ان صوبوں کے گورنر تماشائی بنے رہے اور باغیوں کی سرکوبی کرنے کی انھیں جرات نہ ہوئی مگر پھر اٹھ کھڑے ہوئے تو میٹرنوس نے خود کو چاروں طرف سے گھرا پایا اور اسے یقین ہو گیا کہ شکست میرا مقدر ہے۔ اس لیے آخری کوشش کے طور پر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ منتشر ہو جائیں اور مختلف بھیس بدل کر کوہ الپس کے دروں کو عبور کر کے روم پہنچیں۔ روم میں کارروائی کے لیے اس نے فائمیل کے میلے کا وقت طے کر لیا۔ میٹرنوس کا منصوبہ تھا کہ وہ شہنشاہ کو

قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے بڑی ہوشیاری سے منصوبہ بندی کی اور وقت سے پہلے ہی اس کے سپاہی روما کی گلیوں میں پھیل گئے مگر عین اس وقت جب وہ اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنا رہا تھا اس کے ایک ساتھی نے اس سے حسد کی بنا پر اس کا راز فاش کر کے اس کا منصوبہ تباہ کر دیا۔

وزیر کلینڈر

کلینڈر نامی ایک شخص کو پیرینس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ وہ افریجیا میں پیدا ہوا اور اس قوم سے تعلق رکھتا تھا جو محکوم رہنے کی عادی تھی لیکن ان میں ہٹ دھرمی اور ضد حد درجہ تک موجود تھی۔ وہ اپنے وطن سے روم بحیثیت غلام لایا گیا تھا اور اسی حیثیت میں شاہی محل میں خدمات پر مامور کیا گیا۔ رفتہ رفتہ اس نے شہنشاہ کے دل میں جگہ بنالی اور بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا بلند عہدے پر سرفراز ہوا۔ سابقہ وزیر کی نسبت اسے اپنے آقا سے زیادہ قربت حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کلینڈر میں کوئی ایسی خوبی نہیں تھی کہ وہ شہنشاہ بننے کی خواہش کرتا نہ ہی اس میں حسد کا کوئی جذبہ تھا کہ وہ ناقابل اعتماد ٹھہرتا۔ برعکس اس کی روح میں حرص ولالچ کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا اور وہ اسی اصول سے حکومت کرتا تھا۔ انتظامی امور کے عہدے اور سینیٹ کی رکنیت تک اس نے کھلے عام فروخت کرنے شروع کر دیے۔ اگر کوئی شخص ان عہدوں کو ایک خطیر رقم دے کر نہ خریدتا تو یہ ایک قسم کی توہین قرار پاتی تھی۔ وہ عہدے جن سے بہت زیادہ آمدنی ہوتی تھی ایسے عہدوں کو صوبائی گورنر فروخت کرتے اور وزراء اسے خطیر رقمیں وصول کرتے تھے۔ قانون پر عمل درآمد میں امیر اور غریب کی تمیز کی جانے لگی۔ امیر مجرم نہ صرف اپنے خلاف کیے جانے والے فیصلے کو بدلوا سکتا تھا..... خواہ اسے یہ سزا جائز طور پر دی گئی ہو..... بلکہ وہ اپنے مدعی گواہوں اور جج تک کو بھی معتوب قرار دلوا کر سزا دلوا سکتا تھا۔

ان تدبیروں سے کلینڈر نے صرف تین سال کے قلیل عرص میں اتنی دولت جمع کر لی

کہ کبھی کسی آزاد غلام کے تصور میں بھی نہیں آئی ہوگی۔ کموڈوس اس کے حسن انتظام اور رشوت کے طور پر دیے گئے تحائف سے بڑا خوش تھا جو یہ مکار وزیر حسب موقع اسے پیش کرتا تھا۔ کلینڈر نے اپنے ناجائز طور پر حاصل کیے گئے مال سے شہنشاہ کے نام پر بہت سی عوامی تعمیرات، غسل خانے، تماشا گاہیں اور غلام گردشیں تعمیر کرائیں اور عوام کی فلاح کے لیے وقف کردیں۔ وہ اس زعم میں تھا کہ رومی رعایا اس کے ان ظاہری فیاضانہ کاموں کو بہ نظر تحسین دیکھے گی اور اس کے خونی کارناموں کو بھول جائے گی جو روزمرہ پیش آتے تھے۔ اسکا خیال تھا کہ عوام برہوس کی موت کو بھی فراموش کردے گی جو رومی سینیٹ کا ایک رکن تھا اور جس کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے سابقہ شہنشاہ نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کردی تھی۔ عوام ابریمس انطونی نس کے قتل کو بھی معاف کردیں گے۔ یہ انطونیوں کے دور کی شرافت اور نیکی کا آخری نمائندہ تھا جبکہ برہوس نے سچائی مگر بیوقوفی سے اپنے بہنوئی کو کلینڈر کی اصلیت سے آگاہ کردیا تھا۔ ابریمس انطونی نس کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایشیا کے پروقونصل کی حیثیت سے اپنے ایک خوشامدی مقرب کے خلاف فیصلہ کردیا تھا مگر اس کا یہ فیصلہ خود اس کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ پیرینس کے زوال کے بعد کموڈوس کے ظلم ختم ہوتے نظر آتے تھے اور وہ نیک عملوں کی طرف مائل ہوتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اپنے ایک قابل نفرت قانون کو بھی منسوخ کردیا جو عوام میں نامقبول تھا۔ اپنی تمام غلطیوں کو اس نے اپنے سابقہ وزیر پیرنس کے کھاتے میں ڈال دیا اور اسے اپنی جوانی کی غلطیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا مگر وہ اپنی اس توبہ پر صرف ایک ماہ ہی قائم رہ سکا اور کلینڈر کے مظالم کو پیرینس کی انتظامیہ کے ذمے لگا کر افسوس ظاہر کرنے لگا۔

کلینڈر کی سازش اور موت

بعض اوقات جب دربار شہنشاہی میں مظالم کم روا رکھے جاتے تو ان کی کسر قحط اور وبا جیسی قدرتی آفات پوری کردیتیں۔ وباؤں کو تو رومی عقائد کے مطابق دیوتا کی ناراضگی اور ان کا

قہر سمجھ کر برداشت کرلیا جاتا مگر قحط کو وزیر کلینڈر کی بدانتظامی اور غلہ کے تاجروں کی ذخیرہ اندوزی قرار دیا جاتا۔ ایک مرتبہ قحط کے متعلق عوامی بے چینی کے اظہار نے سرگوشیوں سے عوامی اجتماعات میں جگہ پائی تو لوگوں نے تہوار کی خوشیاں چھوڑ کر شاہی محل کا رخ کیا تا کہ بادشاہ کو اس کے وزیر کی بدانتظامی کی شکایت کر کے وزیر کلینڈر سے بدلہ لے سکیں۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ عوام دشمن وزیر کا سر قلم کر کے ان کے حوالے کر دیا جائے۔ کلینڈر جو خود محافظ پرائطوری دستوں کا کمان دار تھا اس نے سواروں کے ایک دستے کو حکم دیا کہ باغیوں پر حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا جائے۔ محافظ دستے کے اس حملے کے بعد جب کئی لوگ ان کی تلواروں سے مارے گئے اور کچھ لوگ بھیڑ میں کچلے گئے تو اس مجمع نے شہر کا رخ کیا۔ شہر کی گلیوں میں پہنچ کر ان لوگوں نے تعاقب کرنے والے دستے پر پتھر برسائے اور جنگجو عوام نے بھی اپنے مکانات سے سنگ باری کر کے ان کو تعاقب سے روک دیا۔ عوام پہلے ہی سے محافظ دستے کی زیادتیوں سے نالاں تھے اس لیے بہت سے لوگ ان احتجاجیوں میں شامل ہو گئے اور یہ ہنگامہ ایک جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ محافظ دستے کے ہار ماننے کے بعد عوامی احتجاج کی لہر نے ایک بار پھر شاہی محل کا رخ کیا جہاں کموڈوس اپنی عیش وطرب میں ڈوبا ہوا تھا۔ کموڈوس کو محافظ سپاہ اور عوام میں لڑی جانے والی اس خانہ جنگی کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر کوئی اس ناخوشگوار خبر کو شہنشاہ تک پہنچاتا تو اس کی موت یقینی تھی۔ خطرہ تھا کہ اس بے خبری میں شہنشاہ خود احتجاجیوں کے ہاتھوں مارا جاتا کہ شاہی محل کی دو خواتین جن میں ایک اس کی بڑی بہن فیڈلا اور دوسری مارسیا ایک چہیتی شاہی کنیز تھی روتے ہوئے شہنشاہ کے قدموں میں آ گریں اور انھوں نے عوامی احتجاج اور وزیر کلینڈر کے جرائم سے شہنشاہ کو آگاہ کیا اور عوام کے غصہ سے شاہی محل کے دروازوں پر منڈلاتی ہوئی آئندہ تباہی کی خبر دی۔ شہنشاہ نے خواب غفلت سے بیدار ہو کر وزیر کلینڈر کا سر قلم کر کے عوام کے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح کموڈوس رعایا میں اپنا اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

کموڈوس کی عیش پرستی

عیش پرستی میں ڈوب کر کموڈوس کے دل میں انسانیت اور نیکی کا کوئی جذبہ موجود نہ رہا تھا۔ اس نے عیش وعشرت میں ڈوب کر حکومت کی باگ ڈور نااہل افراد کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور خود اپنی جنسی خواہشات کی تسکین میں مصروف تھا۔ وہ پہروں تک حرم شاہی میں موجود تین سو خوبصورت خواتین کے حسن سے کھیلتا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس خوبصورت لڑکوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی جن کا تعلق مختلف نسلوں، ملکوں اور صوبوں سے تھا۔ جب ترغیب سے اس کا کام نہ بنتا تو شہوت پرست شہنشاہ تشدد سے کام لیتا تھا۔ قدیم مورخین نے اس کی اس فحاشی اور غلط کاری کی کافی تفصیل اپنی کتابوں میں درج کی ہے جس کو اس مہذب زمانے میں بیان کرنے کے لیے الفاظ موجود نہیں۔

جہالت اور سیر وشکار کا شوق

شہنشاہ کی حرکات وسکنات میں وحشی درندوں کا عکس دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے گستاخ اور ظالمانہ افعال پر کوئی قدغن یا نصیحت کارگر نہ تھی نہ ہی اسے اپنی عمر کا کوئی لحاظ تھا نہ ہی اس پر تعلیم نے کوئی اثر مرتب کیا تھا۔ وہ پہلا رومی شہنشاہ تھا جسے شعوری لذت کا کوئی ادراک نہ تھا۔ نیرو جیسا ظالم شہنشاہ بھی موسیقی اور شاعری جیسے فنون لطیفہ کا ذوق رکھتا تھا۔ اس کے اس شوق کی کوئی برائی نہیں کی جا سکتی تھی اگر وہ حد اعتدال کو عبور نہ کرتا مگر کموڈوس تو بچپن ہی سے بے اعتدالیوں کا شکار تھا۔ اسے اپنے ہر فعل میں حصول لذت کے سوا کوئی واسطہ نہ تھا۔ اسے روم میں مروج عوامی تفریحات اور کھیلوں سے بھی کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ بہت سے ماہرین فنون جو مارکس نے اپنے دربار میں جمع کیے ہوئے تھے اب کموڈوس کی عدم توجہی کا شکار تھے اور نیزہ بازی اور تیر اندازی سکھانے والے مور اور پارتھی اس کی تربیت کے زمانے میں ہی اس سے تنگ آ گئے تھے۔ انھیں احساس ہو گیا تھا کہ ان کا شاگرد ان کے فنون کے بجائے دوسرے مشاغل میں دلچسپی رکھتا ہے۔

جنگلی جانوروں کا شکار

کم تر افراد جن کا مستقبل شہنشاہ کی برائیوں سے وابستہ تھا اس کی ناشائستہ حرکات کی بھی تعریف کرتے تھے اور اسے خوشامدانہ لہجے میں ہرکولیس یونانی کے شیر کے شکار اور ایمن تھیوس کے جنگلی سور کو مارنے کے قصے سناتے تھے مگر اسے یہ کبھی نہ بتاتے کہ انسانی معاشرے کے آغاز میں جب انسان اور جنگلی جانوروں میں مقابلہ ہوتا تھا اس میں انسان کا فتح پانا انسانی معاشرے کے لیے قابل فخر اور مفید تھا جبکہ روم کے مہذب معاشرے سے جنگلی درندے بہت دور رہتے تھے اور جنگلوں سے پکڑ کر روم میں شہنشاہوں کے ہاتھوں قتل کیے جانے کے لیے لائے جاتے تھے۔ یہ ایک احمقانہ فعل تھا مگر کموڈوس نے قدیم زمانے کے بادشاہوں کی طرز اختیار کرتے ہوئے اپنے لیے رومی ہرکولیس کا خطاب پسند کیا۔ یہ لقب اس کے عہد کے سکوں پر آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے تخت کے قریب شاہی نشانات کے ساتھ ساتھ اس کے شکار کردہ شیروں کی کھالیں اور ناخن بھی رکھے رہتے تھے۔ کموڈوس کے ایسے بت بھی تراشے گئے تھے جن میں وہ خدائی صفات سے متصف نظر آتا تھا اور اس کی بہادری کو نمایاں کیا گیا تھا۔ اسکی وحشیانہ حرکات کی تعریف کی جاتی جبکہ اس کی درندہ صفتی کا چرچا کیا گیا تھا۔

کموڈوس کا اپنے کمالات کا مظاہر دکھانا

اپنی خوشامدانہ تعریفوں کو سن کر وہ اتنا زیادہ مسرور ہونے لگا کہ اس میں شرم وحیا کا فطری جذبہ مفقود ہوگیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے کمالات کا مظاہرہ اکھاڑے میں رومی عوام کے سامنے کرے گا جواب تک وہ شاہی محل میں صرف اپنے مصاحبین کے سامنے کیا کرتا تھا۔ اسکے اس اعلان کے بعد مقررہ دن تماشائیوں کی ایک بڑی تعداد تماشا گاہ میں جمع ہوگئی اور انھوں نے شہنشاہ کے کمالات پر کسی حد تک مسرت کا اظہار کیا۔ کموڈوس جنگلی جانوروں کے مقابلے کے دوران ان کے سر یا دل پر حملہ کرتا اور انھیں مہلک زخم لگاتا تھا وہ ایسے تیروں سے کام لیتا جن کے

سرے ہلال نما تھے جب وہ یہ تیر شتر مرغ کی لمبی گردن پر چلاتا تو مظلوم جانور کی گردن کٹ کر علیٰحدہ ہو جاتی جبکہ چیتے کو ایک خوفزدہ مجرم پر حملہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ جب تک وہ اس مجرم پر حملہ نہ کرتا کموڈوس تیر نہ چلاتا تھا پھر تیر لگتے ہی درندہ گر کر مر جاتا تھا مگر وہ مجرم زندہ بچ جاتا تھا۔ تماشا گاہ میں تعمیر کردہ درندوں کے غاروں سے اگر سو شیر بھی نکل آتے تو کموڈوس اپنی کمان سے ایک سو تیر چلا کر انھیں ڈھیر کر دیتا تھا۔ اسکے تیروں سے نہ ہاتھی بچتے نہ گینڈے جن کی کھال اگرچہ بہت مضبوط تھی۔ حبشہ اور ہندوستان سے وہ جنگلی جانور منگوائے جاتے جو روم کی تماشا گاہوں میں ہلاک کیے جاتے تھے۔ تماشا گاہ میں کموڈوس کے کمالات کے مظاہرے کے دوران خصوصی طور پر یہ احتیاط کی جاتی کہ کوئی درندہ چھلانگ لگا کر شہنشاہ پر حملہ نہ کر دے جو اپنے آپ کو رومی ہرکولیس کہلواتا تھا۔ درندوں کو شہنشاہ کی شان و شوکت اور وقار سے بھلا کیا لینا دینا ہوتا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ دیوتاؤں کا احترام کیا چیز ہے۔

کموڈوس اور پٹہ بازی کا شغف

گھٹیا ترین رومی شہری بھی اپنے شہنشاہ کا نام تماشا گروں کی فہرست میں دیکھ کر شرم محسوس کرنے لگے۔ وہ شرمندہ تھے کہ ان کا شہنشاہ ایسے پیشے میں نام پیدا کر رہا ہے جو رومی رسم و رواج اور قوانین کی رو سے انتہائی حقیر قرار دیا جاتا تھا۔ کموڈوس نے اپنے لیے تماشا گروں کا کام اور لباس اور ہتھیار منتخب کر لیے تھے جو ایٹاریس سے لڑے تھے اور جن کی اس لڑائی کا حال بہت دل چسپ خیال کیا جاتا تھا۔ تماشا گاہ میں ایسا خونی کھیل کبھی نہیں کھیلا گیا تھا۔ بادشاہ خود تلوار اور زرہ سے مسلح تھا جبکہ اس کا مدمقابل ننگے بدن ہاتھ میں ترشول لیے اور ایک بڑا سا جال تھامے میدان میں اترا۔ ترشول سے وہ اپنے دشمن پر وار کرنا چاہتا تھا جبکہ جال ڈال کر وہ اسے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ شہنشاہ نے اس قسم کے مقابلے میں سات سو پینتیس مرتبہ شرکت کی۔ ان مقابلوں میں اس کی کامیابیاں اس کے انعام سلطنت میں شمار کی جاتی تھیں۔ اس کا ایک انتہائی پست پہلو یہ تھا کہ

شاہی خزانے سے جو رقم ان تماشا گروں کے لیے مختص کی جاتی تھی کموڈوس نے اس میں سے ایک بڑا حصہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح عوام پر ایک نئے اور شرمناک ٹیکس کی ادائیگی فرض ہو گئی۔ یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ شہنشاہ ہی ان مقابلوں میں فتح یاب ہوتا تھا۔ تماشا گاہ میں ان مقابلوں میں شہنشاہ کی کامیابیوں کے بعد اگرچہ خون نہ بہتا مگر شہنشاہ جب ان مقابلوں کی مشق کر رہا ہوتا تو اس کا بدقسمت مدمقابل اکثر شدید زخم کھا کر اس کے سامنے سے ہٹتا تھا مگر اس کے باوجود وہ شہنشاہ کی خوشامد کرنے پر مجبور ہوتا۔ اب وہ خود کو ہرکولیس سے زیادہ بہادر سمجھنے لگا اور اس کے کارنامہ بھی اس کی نظر میں حقیر ہو گئے۔ صرف ایک مشہور تماشا گر پاؤنوس اور اس کے کارنامے اس کو بھاتے تھے۔ اسی کا نام اس نے اپنے بتوں پر کندہ کرالیا تھا اور سینیٹ کے اراکین اس کی تعریف کرنے پر مجبور تھے۔

بدنامی اور بے اعتدالی کی انتہا

کلاڈیوس پومپیانوس جو اس کی بہن لوسیلا کا نیک فطرت خاوند تھا اس نے سینیٹ کے رکن کی حیثیت سے اپنے مقام و مرتبہ کو قائم رکھا اور اپنے بیٹوں کو مشورہ دیا کہ وہ گول تماشا گاہ میں جا کر مقابلوں کی مشق کریں۔ ادھر اس نے اعلان کیا کہ بطور رومی شہری اس کی جان شہنشاہ کے ہاتھوں میں ہے مگر وہ کبھی اس تذلیل کو برداشت نہیں کر سکتا کہ مارکوس جیسے نیک شہنشاہ کا بیٹا اپنے شاہی وقار کو تماشا گاہ میں نیلام کرے۔ اس جرأت مندانہ اقدام کے باوجود وہ شہنشاہ کے انتقام سے بچ گیا اور اس کی آبرو اور زندگی خوش قسمتی سے محفوظ رہی۔

ادھر کموڈوس بدنامیوں اور بے اعتدالیوں کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ وہ خوشامد پرست درباریوں میں گھرا ہوا تھا مگر اس بات کو سمجھتا تھا کہ سلطنت کا ہر ذی شعور شخص اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ اس خیال سے کہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں بہت پریشان ہوتا تھا۔ اسے اس خطرے کا احتمال ہونے لگا تھا لوگوں کا جان لینا اس کی فطرت کا حصہ بن چکی تھی۔ تاریخ میں

ایسے بہت سے لوگوں کے ناموں کی فہرست موجود ہے جنھیں اس نے اراکین سینیٹ اور قونصلروں میں قتل کروایا تھا۔

ایک محلاتی سازش

اس کے ہاتھوں قتل کیے جانے والے افراد میں بڑی تعداد انطونیوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے چاہے وہ دور کے باشندے کیوں نہ تھے۔ اس نے اپنے وزراء کو بھی نہیں بخشا جو اسکے اس کام میں اس کے شریک کار تھے۔ بالآخر اس کے یہ مظالم خود اس کے لیے تباہ کن ثابت ہوئے۔ اس نے نہایت بے باکی سے روم کے شرفاء کا خون بہایا تھا آخر اس کے گھر کے افراد بھی اس سے خوفزدہ رہنے لگے تو ایک محلاتی سازش سے وہ خود موت کے منہ میں چلا گیا۔ مرشیا اس کی چہیتی کنیز تھی، اکلیکٹس اس کا وزیر یا حاجب تھا، لائی طوس اس کی محافظ سپاہ کا سالار تھا۔ جب انھوں نے اپنے ساتھوں اور دیگر ملازمین کا انجام دیکھ لیا تو وہ اس کی خون آشامیوں سے خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے اس بات کا عزم کیا اپنے سر پر لٹکتی اس تلوار سے بچا جائے۔ یہ تلوار ان کے سروں پر شہنشاہ کے غصے یا اس کے خلاف ہونے والے عوامی ردعمل کے نتیجے میں دونوں صورتوں میں ان پر گر سکتی تھی۔ مرشیا نے موقع پا کر عین اس وقت جب وہ جنگلی جانوروں کے شکار سے تھک کر محل میں لوٹا تھا اسے جام شراب میں زہر دے دیا۔ پھر جب وہ اس زہریلی شراب کے نشے میں بے خود سو رہا تھا ایک توانا نوجوان نے جو اس کے تماشا گاہ میں پہلوانی کیا کرتا تھا اس کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ شہنشاہ کو چیخ مارنے کی مہلت تک نہ ملی پھر اس کی لاش کو انتہائی رازداری سے شاہی محل سے باہر پہنچا دیا گیا۔ یوں شہر میں یا دربار میں کسی کو اس کی اس غیر معمولی موت کا پتا تک نہ چل سکا اور یوں اس ظالم کو ٹھکانے لگانا آسان کام ثابت ہوا۔

کموڈوس کی موت 31 دسمبر 192ء

شہنشاہ کا انجام ان ظالموں جیسا ہی ہوا جو خود آسانی سے موت کے پنجہ میں گرفتار

ہو جاتے ہیں۔ کموڈوس نے تیرہ برس تک اپنے عہد حکومت میں لاکھوں انسانوں کا خون بہایا تھا۔ ان میں سے ہر شخص عقل وفہم اور جسمانی حیثیت میں اس کے برابر تھا۔

پرٹینکس کا انتخاب

سازشیوں نے اپنے کام انتہائی استقلال اور سرعت سے انجام دیا۔ یہ کام ان باتوں کا متقاضی تھا۔ انھوں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ شاہی تخت کو خالی نہ چھوڑا جائے اور فوری طور پر ایسے شخص کو شہنشاہ بنا دیا جائے جو ان کے اس عمل کو صحیح قرار دے اور خود بھی تاج وتخت سنبھالنے کا اہل ہو۔ اس غرض سے ان کا قرعہ انتخاب پرٹینکس نامی رومی سردار پر پڑا جو شاہی محافظ دستے کا سربراہ تھا۔ وہ سینیٹ کا رکن اور قونصلر کے عہدے پر بھی فائز تھا۔ اگرچہ اس کا تعلق شاہی خاندان سے نہیں تھا لیکن وہ اپنی فراست اور قابلیت کی بدولت اعلیٰ عہدوں پر فائز تھا اور یکے بعد دیگر کئی صوبوں کا گورنر بھی رہ چکا تھا۔ اس نے امور مملکت میں چاہے وہ فوجی تھے یا دیوانی، نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ مارکس کے وزراء اور مصاحبین میں سے واحد شخص جو اس وقت تک موجود تھا۔ جب کافی رات بیت جانے پر اسے یہ خبر سنانے کے لیے جگایا گیا تو اس نے شہنشاہ کے حاجب اور وزراء کو دیکھ جو پہلی بات کہی وہ یہ تھی کہ میں بادشاہ کے حکم کا تابع ہوں تم مجھے جس طرح چاہے قتل کر سکتے ہو۔ لیکن لوگوں نے اسے موت کا پیغام سنانے کے بجائے روما کا تاج وتخت پیش کیا تو تھوڑی دیر تک تو اسے ان کی بات کا اعتبار نہ آیا۔ پھر جب اسے کموڈوس کی موت کا یقین دلایا گیا تو اس نے شہنشاہی کی علامت گل سوسن کو قبول کر لیا۔ اسے قیصر کے عہدے کے فرائض اور خطرات سے آگاہی تھی اسی لیے اس نے اسے قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا تھا۔

پرٹینکس محافظ سپاہ کے کیمپ میں

لائی طوس نئے شہنشاہ کو اس کے بعد فوراً محافظ سپاہ کیکیمپ میں لے گیا اور پورے شہر میں یہ اعلان کرا دیا گیا کہ کموڈوس مرگی کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وفات پا گیا ہے اور اس کی جگہ

نیک نہاد پرٹینکس تخت نشین ہو چکا ہے۔ محافظ سپاہ حکومت کا واحد ادارہ تھا جسے شہنشاہ کے ہاتھوں نقصان پہنچنے کی بجائے انعامات وغیرہ فیاضی سے ملتے تھے۔ وہ لوگ کموڈوس کی موت کی خبر سن کر مسرور نہ ہوئے بلکہ انھیں اس کی موت نے پریشان کر دیا۔ مگر حالات ایسے تھے کہ اپنے سردار کے اختیارات، پرٹینکس کی شہرت اور لوگوں کی بے صبری اور جوش وخروش کی وجہ سے انھیں خاموشی اختیار کرنا پڑی اور انھوں نے نئے شہنشاہ کو اس کے جود وسخا کے وعدے پر اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اسے شہنشاہ تسلیم کر لیا اور اسے اپنے ساتھ ایوان سینیٹ لے گئے تاکہ عسکری توثیق کے ساتھ ساتھ اس کی ایوان مقتدرہ سے بھی تصدیق کرالی جائے۔

سینیٹ کی رضامندی وتوثیق

اس کارروائی کی تکمیل کرتے کرتے یہ اہم رات اب ڈھلنے کو تھی اور نئی صبح طلوع ہو چکی تھی۔ ایک سن جلوس قیصر کا آغاز تھا۔ اراکین سینیٹ اس تقریب میں تاجپوشی کا دعوت نامہ پا کر اس تقریب بے محض میں شرکت کے لیے تیار تھے۔ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مظالم سہنے کے باوجود کموڈوس سے ہمدردی رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کموڈوس نے حسب معمول رات ورزش گاہ میں پریکٹس کرتے ہوئے گزاری ہوگی اور صبح وہ وہاں سے آ کر قونصل کا عہدہ سنبھال لے گا اور اس کے ساتھ معمول کے مطابق محافظ سپاہ کے دستے ہوں گے۔ صبح ہوتے ہی کانکورڈ مندر میں سینیٹ کا اجلاس طلب کر لیا گیا تاکہ نئے تخت نشین ہونے والے شہنشاہ کے انتخاب کی توثیق کی جائے۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد جب اراکین سینیٹ اس غیر متوقع صورت حال کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور گھبرائے کہ یہ کہیں کموڈوس کی کوئی چال نہ ہو تو انھیں یقین دلایا گیا کہ ظالم شہنشاہ اب زندہ نہیں رہا تو انھوں نے بھی اس ظالم سے نجات پر مسرت کا اظہار کیا۔ پرٹینکس نے نہایت انکساری کے ساتھ ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا اور اپنے ساتھ ساتھ کئی اور اراکین سینیٹ کے نام بھی شہنشاہ کے عہدہ کے کے لیے گنوائے مگر مجلس نے اسے شاہی اختیارات تفویض کرتے ہوئے تخت نشین کر دیا اور اسے اپنی وفاداری کا مکمل یقین دلایا۔

کموڈوس کے اعزازات اور خطابات کی منسوخی

ایوان میں اس موقع پر کموڈوس کے مظالم کو یاد کرتے ہوئے یہ قرارداد منظور کی گئی کہ اس کے تمام شاہی اعزازات اور خطابات منسوخ کر دیے جائیں اور سرکاری ریکارڈ سے اس کا نام خارج کر دیا جائے اور عوامی غیض وغضب سے بچنے کے لیے اس کی لاش کو اکھاڑے میں لایا جائے تاکہ عوام اس کی موت پر مسرور ہوں۔ مگر کموڈوس کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کیے جانے کی ذلت سے بچانے کے لیے اس کے کچھ نیک دل ملازموں نے خفیہ طور پر اس کی لاش پہلے ہی باہر بھجوادی تھی۔ اس پر ان ملازموں پر لعنت وملامت کی گئی۔ اس موقع پر پرٹینکس نے کموڈوس کی لاش کو پورے رسم ورواج کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا کیونکہ کموڈوس کے مظالم کے باوجود پرٹینکس اسے قابل احترام مارکس کی اولاد سمجھتا تھا اور اسے رکن سینیٹ کلاڈیوس پامپی نوس کے جذبات کا احترام بھی تھا جو اپنے برادر نسبتی کموڈوس کی موت پر غم زدہ تھا اور گریہ وزاری سے باز نہیں رہ سکا تھا جبکہ وہ یہ تسلیم بھی کرتا تھا کہ کموڈوس اسی سلوک کا مستحق تھا۔

شہنشاہوں پر سینیٹ کے اختیارات

جس شہنشاہ کے عہد حیات میں سیٹ کے اراکین کا زیادہ تر وقت اس کی چاپلوسی اور خوشامد میں گزرتا تھا اب وہ اس کی لاش کی بے حرمتی کرنے پر تلے ہوئے اور اس سے بے رحمانہ طور پر بدلہ لینے کے لیے تیار تھے۔ اگرچہ شدت کا یہ اظہار انصاف پر مبنی تھا مگر ظاہر کرتا تھا کہ سینیٹ کے اراکین میں جذبہ انتقام موجود ہے مگر سینیٹ کی کارروائی میں شاہی دستور کو مدنظر رکھا گیا۔ شہنشاہ کے افعال کا جائزہ لینے کے بعد اسے معزول کر دینا یا اس کو سزائے موت تک دینے کے اختیارات سینیٹ کو حاصل تھے۔ شہنشاہ رومی دستور کے مطابق جمہوری حکومت میں ایک قسم کا مجسٹریٹ اعلیٰ ہوتا تھا۔ چونکہ اس نے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کیا تھا اس وجہ سے اراکین سینیٹ متوفی شہنشاہ کی لاش سے بدلہ لینے کی بات کہہ کر خاموش ہو گئے اگرچہ اس ظالم شہنشاہ کے خلاف اس کے عہد حیات میں سینیٹ کو

کارروائی کرنا چاہیے تھی مگر اس وقت شہنشاہ کی حمایت اور پشت پناہی فوج جیسا طاقت ور ادارہ کرتا تھا اس لیے اراکین سینیٹ اس کے مظالم کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے تھے۔

پرٹینکس کے اطوار وعادات

پرٹینکس میں اپنے پیشرو کی برائیوں کے برعکس خوبیاں اور اچھائیاں زیادہ تھیں اس لیے اس نے اپنے پیشرو کی برائیوں پر تنقید کرنے کا ایک شفیقانہ طریقہ اختیار کیا۔ وہ اپنی نیکیوں اور کموڈوس کی برائیوں کا تقابلی جائزہ پیش کرتا تھا۔ اپنی تخت نشینی کے دن اس نے اپنی ساری نجی جائداد اپنی بیوی اور اولاد کے نام وقف کردی تاکہ وہ لوگ اس کی سلطنت کی بدولت کسی قسم کی مراعات کے حصول کے متمنی نہ ہوں۔ اس نے اپنی بیوی کو آگسٹا کا خطاب دینے کی تجویز کو رد کردیا۔ اسے یہ بھی پسند نہیں تھا کہ اس کے جوان سال بیٹے کو سیزر کا خطاب دیا جائے۔ اس نے والد اور شہنشاہ کے فرائض کو بخوبی ادا کیا اور اپنے بیٹے کی تعلیم کو نہایت سادہ اصولوں پر جاری رکھا جس کی وجہ سے وہ تخت شاہی کو اپنا حق وراثت سمجھے بغیر اس کا اہل ہوگیا۔ عوام کے ساتھ پرٹینکس کا رویہ انتہائی شفقت آمیز اور سنجیدہ تھا۔ وہ سینیٹ کے اراکین جیسی زندگی بسر کرتا جو عمدہ اطوار رکھتے تھے۔ اس کے مزاج میں نہ غرور تھا اور نہ ہی حسد، اس لیے وہ تمام اراکین کے ساتھ مساوی سلوک کرتا تھا اور انھیں اپنا دوست خیال کرتا تھا۔ اس نے ان لوگوں کے ساتھ کموڈوس کے مظالم کو برداشت کیا تھا اب انھیں کے ساتھ آرام کی زندگی گزارنے کا متمنی تھا۔ وہ ان لوگوں کو اکثر دعوتوں پر مدعو کرتا مگر اس کی دعوتیں ہمیشہ سادہ ہوتیں۔ جن لوگوں نے کموڈوس کی پرتکلف ضیافتوں میں شرکت کی تھی وہ اکثر پرٹینکس کی سادگی کا مذاق اڑاتے تھے۔

اصلاح نظام حکومت

نظام حکومت کو جو نقصان ظالم کموڈوس کے عہد میں پہنچا تھا اس کی تلافی کرنا اور لوگوں کو جو زخم اس نے لگائے تھے ان کو مندمل کرنے کی کوششیں اگرچہ خوشگوار تھیں مگر پرٹینکس نے انھیں

نہایت سنجیدگی سے انجام دیا۔ معصوم و بے گناہ قیدی یا جلاوطن لوگ واپس روم بلائے گئے۔ ان قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا، ان کی چھینی گئی جائیدادیں اور دولت واپس کر دی گئی۔ سینیٹ کے اراکین جو کموڈوس کے حکم پر قتل کیے گئے تھے وہ مظلوم تھے جن کی لاشیں ابھی تک دفن نہیں کی گئی تھیں اور وہ ابھی تک کموڈوس کے مظالم کا شکار رہتے، ان کے نہ صرف اعزازات بحال کیے گئے بلکہ انھیں پورے اعزاز کے ساتھ آبائی قبرستانوں میں دفن بھی کیا گیا اور ان کے غم زدہ خاندانوں کی پوری دل جوئی کی گئی۔ وہ لوگ جو کموڈوس کے عہد میں لوگوں کے خلاف الزام لایا کرتے تھے ان کو سزا دینا ضروری تھا کیونکہ یہ لوگ اپنے آقا و ملک دونوں کے دشمن تھے۔ ان ظالموں کو سزا دینے میں پرٹینکس نے بڑا استقلال دکھایا اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قواعد وضوابط

حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے سابقہ حکومت نے ہر قسم کے تشدد کو روا رکھا تھا اور ہر وہ طریقہ اختیار کیا تھا جس سے رعایا کی دولت کھینچ کر شاہی خزانے میں آ جائے۔ ان طریق پر حاصل کردہ تمام تر دولت کموڈوس کی عیاشی کی نذر ہو جاتی تھی اس کی موت کے موقع پر شاہی خزانے میں صرف آٹھ ہزار پونڈ کی معمولی سی رقم پائی گئی تھی جو حکومت کے اخراجات پورا کرنے کے لیے رکھی گئی تھی اور پرٹینکس کی کل کائنات تھی۔ پرٹینکس نے تقریباً اتنی ہی رقم محافظ دستوں کو ادا کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ ایسے پریشان کن مالی حالات میں بھی اس نے سخاوت کے ارادے کو ترک نہ کیا مگر ظالمانہ ٹیکسوں کو جو عوام پر کموڈوس کی طرف سے لگائے گئے تھے منسوخ کر دیا۔ اس کے علاوہ خزانے کو بھرنے کے لیے جو دیگر ناجائز ذرائع استعمال کیے جاتے تھے وہ بھی ختم کر دیے گئے۔ اس نے بددیانتی اور ظلم سے خزانہ بھرنے کی حکومت کی حکمت عملی کو چھوڑ کر اس مفلس جمہوریہ کے مالی نظام کو اپنے طور پر بہتر بنانے کی منظوری سینیٹ سے حاصل کی اور جلد ہی وہ اس قابل ہو گیا کہ سرکاری اخراجات کو آسانی سے پورا کر سکے مگر اس کے لیے پرٹینکس کو اپنا گھریلو سامان تک

نیلام کرنا پڑا۔ شاہی محل کا خرچ پہلے سے آدھا کر دیا اور عیش پرستی کے سامان سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس نے جزرسی اور صنعت وحرفت کو دولت کمانے کا ذریعہ قرار دیا اور انھیں ذرائع سے کافی دولت جمع کر لی۔ سونے چاندی کے ظروف اور خاص قسم کی گاڑیوں، غیر ضروری ریشمی لباس اور فالتو لونڈی اور غلاموں کو شاہی محل سے الگ کر دیا اور صرف ان غلاموں اور لونڈیوں کو رہنے دیا جو آزاد پیدا ہوئے تھے مگر ان کے والدین سے چھین لیے گئے تھے۔ اس نے کموڈوس کے مقربین کو مجبور کیا کہ وہ اپنی ناجائز دولت کا ایک حصہ حکومت کے حوالے کریں۔ اس نے پرانے شاہی بقایا جات وصول کیے اور تجارت پر عائد پابندیوں کو ختم کر دیا۔ اطالیہ اور دیگر صوبوں میں جو زمینیں غیر مزروعہ پڑی ہوئی تھیں وہ ایسے کاشت کاروں کے حوالے کر دی گئیں جنھوں نے انھیں آباد کرنے کا وعدہ کیا۔ اس مقصد کے لیے آئندہ دس برس کا مالیہ بھی انھیں معاف کر دیا۔

اس کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت

اس کے کردار کی عظمت کی ہی وجہ سے اسے حکومت ملی تھی اور اس کے عمدہ رویے کی وجہ سے رعایا جلد ہی اس کی وفاداری کا دم بھرنے لگی۔ جن لوگوں کو ابھی مارکس کا عمدہ دور یاد تھا وہ اس نئے شہنشاہ کے عہد میں سلطنت کا مستقبل روشن دیکھ رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ اس کی حکومت کے زیر نگیں وہ تادیر سکھ کا سانس لے سکیں گے۔ اس کو سلطنت کے ہر شعبے میں اصلاحات نافذ کرنے کا شوق تھا مگر اپنی عقل مندی کی وجہ سے وہ جانتا تھا کہ اصلاحات کے عمل میں تیزی خود اس کے لیے اور سلطنت کے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ وہ عمدہ طریق پر اصلاحات رائج کرنا چاہتا تھا مگر اس کی دیانت داری کے خلاف ادنیٰ طبقہ کے افراد نے ہجوم کیا، ان لوگوں کو اپنا ذاتی مفاد حکومتی بدنظمی میں نظر آتا تھا، وہ قانونی مساوات کی بجائے کسی ناتجربہ کار ظالم شہنشاہ کی نوازشات کو بہتر سمجھتے تھے۔

محافظ فوج کی بے اطمینانی

عام لوگوں کی خوش دلی اور ناراض طبقات کے ناراضگی کے درمیان جلد ہی شاہی محافظ دستوں نے اپنے داخلی عدم اطمینان کا اظہار شروع کر دیا۔ انھوں نے پرٹینکس کی شہنشاہی کو کسی حد تک بیدلی سے قبول کیا تھا۔ وہ قدیم عہد کے نظم وضبط سے خائف تھے اور پرٹینکس اسی کو نافذ کرنا چاہتا تھا۔ محافظ دستے کموڈوس کے عہد کی بدنظمی کو پسند کرتی تھی کیونکہ اس کے دوران محافظ فوج جو چاہتی وہ کر سکتی تھی۔ اس طرح بے اطمینانی کی یہ آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ اس بیتابی میں لائی طوس کا بڑا ہاتھ تھا۔ وہ پرٹینکس کو اقتدار میں اس لیے لایا تھا کہ وہ اپنے مقربین اور مصاحبین کے ناجائز مشوروں پر عمل کرے گا مگر پرٹینکس اپنے فرمانبرداروں کو انعام واکرم سے تو نوازتا تھا مگر وہ ان کی رائے پر عمل نہیں کرتا تھا۔ پرٹینکس کی تخت نشینی کے تیسرے دن ہی محافظ دستوں نے ایک شریف النسب سینیٹ کے رکن کو اپنے کیمپ میں لے جا کر شہنشاہ بنانا چاہا مگر وہ شہنشاہیت کو قبول کرنے کی بجائے ان سے خوفزدہ ہو کر ان کیکیمپ سے بھاگ کر پرٹینکس کے قدموں میں گر پڑا اور اس کے دامن میں پناہ لی۔

ایک اور سازش

اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد سوسین اوفلکو نامی ایک نوجوان نے جو اس سال کے لیے قونصلر منتخب ہوا تھا اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے مشہور تھا مگر اس کا تعلق روما کے ایک قدیم اور معزز خاندان سے تھا۔ اس نے پرٹینکس کی غیر حاضری میں ایک تشدد آمیز سازش تیار کی مگر جلد ہی اسکی سازش کو ختم کر دیا گیا کیونکہ شہنشاہ جلد ہی دارالحکومت میں واپس آ گیا تھا۔ قریب تھا کہ افیلکو کو اس کے جرم کی پاداش میں سزائے موت دی جاتی مگر خود زخمی شہنشاہ نے سینیٹ میں اس کی سفارش کر کے اس کی جان بچائی اور کہا کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے عہد حکومت میں کسی مجرم کا بھی خون بہایا جائے۔

محافظ فوج کا پرٹینکس کو قتل کرنا

محافظ فوج کی ناکامیوں کی بنا پر اس کا غصہ بھی بڑھتا گیا۔ 29 مارچ جب کموڈوس کی موت کو صرف چھالیس دن ہوئے تھے اس فوج نے شورش بپا کر دی۔ اس فوج کے افسران اعلیٰ کا مطالبہ تھا یا تو انہیں ایسے اختیارات دیے جائیں یا پھر عوام کو دبا کر رکھنے کا کوئی نیا طریقہ وضع کیا جائے۔ دو سے تین سو شورش پسند سپاہیوں نے ہتھیار بند ہو کر شاہی محل کی طرف قدم بڑھایا۔ محل کے دروازوں پر متعین ان کے ساتھیوں نے ان کے لیے دروازے کھول دیے۔ عام درباریوں نے بھی ان کا ساتھ دیا کیونکہ وہ بھی نیک سیرت شہنشاہ سے بغض رکھتے تھے۔ پرٹینکس کو جب اس بغاوت کی اطلاع ملی تو بجائے اس کے وہ جان بچا کر کہیں فرار ہو جاتا وہ خود باغیوں کے پاس چلا آیا اور انھیں یاد دلانے کی کوشش کی کہ وہ بے گناہ ہے اور یہ کہ انھیں حلف وفاداری کی پاسداری کرنی چاہیے۔ چند لمحوں کے لیے باغی اپنے کیے پر نادم ہوئے اور انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ شہنشاہ کے عزم اور اس کی گفتگو سے متاثر ہوئے مگر انھیں معافی ملنے سے ناامیدی نے آ گھیرا تو ان کا ولولہ پھر زندہ ہو گیا۔ ایک وحشی سپاہی نے جس کا تعلق ٹانگریس کے دیہی علاقے سے تھا شہنشاہ پر پہلا وار کیا پھر باقی سب باغی بھی اس پر پل پڑے اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور ایک نیزے پر بلند کر دیا گیا۔ یہ باغی گروہ بادشاہ کا سر محافظ سپاہ کیکیمپ میں لے گئے۔ عوام نے آنسو بہاتے ہوئے اس منظر کو دیکھا۔ انھیں بڑا افسوس ہوا کہ اتنے اچھے حکمران کا اتنا برا انجام ہوا۔ انھوں نے اپنے اعلیٰ کردار کے مالک اس شہنشاہ کی موت پر ماتم کیا اور اس کے عمدہ طرز حکومت پر آنسو بہائے۔ اس کے عہد کی یاد ان کی آئندہ بدقسمتیوں میں اضافہ کا باعث بنی۔

باب پنجم

محافظ سپاہ کی ڈیڈوس جولیانوس کو سلطنت کی کھلے عام فروخت

کلوڈوس البی نوس برطانیہ میں، پسکی اوس نائجر شام میں

سویرس کا اعلان جنگ

آبادی اور فوج میں نسبت باہمی

عسکری طاقت کے اثرات کو ایک بڑی سلطنت میں زیادہ معقولیت کے ساتھ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ چھوٹی سلطنتوں میں یہ زیادہ نمایاں نہیں ہوتیں۔ ماہرین سیاسیات نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اگر کوئی حکومت اپنی آبادی کے ایک فی صد کو فوج میں بھرتی کرلے تو انھیں بیکار بٹھانے سے جلد ہی خزانہ خالی ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اس تناسب کے اثرات ہر جگہ یکساں ہی ہوتے ہیں مگر معاشرے پر اس کے اثرات اس کی طاقت کے لحاظ سے مرتب ہوں گے۔ عسکری طاقت سے فوائد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے جب تک سپاہیوں کی ایک مخصوص تعداد ایک ادارے کی شکل نہ اختیار کرلے اور ان کے اندر نظم وضبط کی روح نہ ہو۔ مٹھی بھر انسانوں کا اتحاد غیر موثر رہتا ہے جبکہ یہ تعداد زیادہ ہوجائے تو اس کا قائم رہنا مشکل ہوتا ہے۔ سختی اور نرمی دونوں طریقوں سے نظام مفلوج ہوجاتا ہے۔ اس کی مثال کچھ یوں ہے کہ انسانی طاقت قریب قریب تمام انسانوں میں یکساں

ہوتی ہے اور مصنوعی ہتھیار جو ایک کے پاس ہوں وہ دوسرے کے پاس بھی ہوتے ہیں اور ہتھیاروں یا فنون حرب میں مہارت پیدا کرنے سے ایک فرد واحد سینکڑوں انسانوں پر ہرگز حکومت نہیں کرسکتا۔ ایک ضلع یا شہر کا ظالم حکمران یا آمر بہت جلد یہ راز جان لیتا ہے کہ وہ ۱۰۰ مسلح سپاہیوں سے دس ہزار باغی کسانوں اور شہریوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا مگر نظم وضبط کی پابند ایک لاکھ فوج آسانی سے دس لاکھ آدمیوں پر بھی قابو پاسکتی ہے۔ دس پندرہ ہزار مسلح سپاہی آسانی سے اس انبوہ کثیر پر قابو پاسکتے ہیں جو کسی دارالحکومت کی سڑکوں پر شورش کی نیت سے جمع ہوں۔

محافظ فوج کا ادارہ

محافظ فوج کے دستوں کی نفس پرستی رومی سلطنت کے زوال کا پہلا سبب تھی۔ ان کی تعداد اگرچہ بمشکل دس پندرہ ہزار تھی۔ اس فوج کے ادارے کو اول اول شہنشاہ آگسٹس نے قائم کیا تھا۔ وہ ہوشیار شہنشاہ یہ جانتا تھا کہ قوانین سلطنت کا رنگ کسی وقت بھی بدلا جاسکتا ہے لیکن اس سپاہ کی بدولت وہ سلطنت کو آسانی سے اپنے تصرف میں رکھ سکتا ہے۔ یہ فوج ہمیشہ شہنشاہ کی حفاظت اور سینیٹ کو خوفزدہ کرتی رہتی تھی۔ یوں یہ ادارہ بتدریج طاقتور ہوتا چلا گیا۔ اگر کسی بغاوت کا خطرہ ابھرتا تو اس فوج کے ذریعے سے ابتدا ہی میں دبایا جاسکتا تھا۔ آگسٹس نے اس سپاہ کو دگنی تنخواہ دے کر دوسری سپاہ پر امتیاز بخشا اور انھیں خاص مراعات بھی دیں اس خیال سے کہ ان کو دیکھ کر کہیں رومی عوام بھڑک نہ اٹھے اس نے اس فوج کی صرف تین پلٹنیں دارالحکومت میں موجود رکھیں اور باقی کو دوسرے اطالوی شہروں میں تقسیم کردیا۔ آگسٹس کے پچاس برس بعد تک کا زمانہ امن وامان سے گزرا۔ اس دوران ٹائبیرس نے اس ادارے کو خوب مضبوط و مستحکم بنادیا۔ اس نے بہانہ تو یہ بنایا تھا کہ وہ اطالیہ کو فوج کے بھاری اخراجات کے بوجھ سے بچانا چاہتا ہے اور محافظ سپاہ میں نظم وضبط پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اس تمام سپاہ کو روم میں اکٹھا کرلیا اور ان کے قیام کے لیے ایک چھاؤنی تعمیر کردی۔

محافظ فوج کی چھاؤنی

ٹائبریس نے محافظ فوج کی چھاؤنی روما کے قریب تعمیر کردی۔ اسے ایک مضبوط قلعے کی شکل دی گئی اور ایسے مقام پر رکھا کہ جہاں سے وہ ہر سمت میں نگرانی کر سکے۔

اس کی طاقت اور خود اعتمادی

ایسی سپاہ شہنشاہوں کے لیے ناگزیر تھی مگر اکثر مہلک بھی ثابت ہوتی تھی۔ مطلق العنان حکومت کے لیے تو یہ بہت خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ شہنشاہوں نے اس فوج کو محلات اور سینیٹ تک رسائی دے کر انھیں اس بات سے آگاہ کردیا کہ وہ شہنشاہوں اور دیوانی حکومت کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کسی بہت امیر شہر کے پرتکلف ایوان ہائے حکومت اپنے ناقابل شکست وزن کے ساتھ ایسی فوج کا پروان چڑھنا ایک ایسی بات تھی کہ ان سے حکمران کی ذات چھپی نہیں رہ سکتی تھی سینیٹ کے قانون سازی اختیارات اور کارروائی، خزانے کی حالت اور سلطنت کے معاملات ہر شے انھیں کے ہاتھوں میں تھی۔ ان حقائق کے پیش نظر شاہی خاندان کے افراد ان کو احکام وسزا کے ساتھ ساتھ رشوت کے طور پر انعام واکرام بھی دیتے رہتے تھے اور ان کی مشکوک وفاداری کو تحفے تحائف کے ذریعے خریدنے پر مجبور تھے۔ شہنشاہ کلاڈیس کے تخت نشین ہونے کے بعد سے ہر نئے شہنشاہ کی تخت نشینی کے وقت محافظ فوج ایک خطیر رقم ان سے وصول کرتی تھی اور ایسی رقم کا وصول کرنا قانوناً جائز تصور کیا جاتا تھا۔

ان کے بظاہر جائز مطالبات

محافظ فوج کے نمائندے اپنے اختیارات کو باقاعدہ دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ جب کسی نئے شہنشاہ کا انتخاب عمل میں آتا تو دستور کے مطابق محافظ فوج کی رائے اور پسندیدگی حاصل کرنا انتہائی ضروری تھا۔ حکام اعلیٰ، سپہ سالاروں اور مجسٹریٹوں کا انتخاب سینیٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا حالانکہ ایسے عہدوں کا انتخاب رومی عوام کا حق تھا۔ رومی عوام کو

کہاں تلاش کیا جاتا یقیناً وہ غلاموں اور اجنبیوں کے اژدھام میں تو موجود نہیں تھے جن سے روما کی گلیاں بھری ہوئی تھیں۔ آبادی کا یہ حصہ ہر قسم کی جائداد رکھنے کے حق سے محروم تھا۔ ملک کی دفاعی اغراض کے لیے کچھ لوگ اطالیہ کے نوجوانوں میں سے منتخب کیے جاتے تھے اور ان کو فوجی اور اخلاقی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ یہی لوگ عوام کے حقیقی نمائندے ہوتے تھے اور جمہوریہ کے سپہ سالاروں کے انتخاب میں حصہ لینے کے اہل تھے۔ چونکہ ان دعوؤں کی کوئی دلیل نہیں تھی اس لیے جب محافظ فوج کا روما پر سیاسی قبضہ ہو گیا تو کسی سے ان کا جواب نہ بن پڑا۔

ان کا حکومت کو نیلام کرنا

محافظ فوج نے شہنشاہ پرٹینکس کو قتل کر کے حکومت کی عظمت خاک میں ملادی تھی اور تاج کا وقار مجروح کیا تھا۔ اس کے بعد بھی انھوں نے جو کچھ کیا وہ قابل اعتراض اور حکومت کے لیے باعث تحقیر تھا۔ محافظ فوج کی چھاؤنی اس وقت سربراہ کے بغیر رہ گئی جب ان کے راہنما لائی طوس نے کہ جس نے یہ سارا ہنگامہ کھڑا کیا تھا وہ اپنی ذہانت سے کام لے کر عوام کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے ایک طرف ہو گیا تھا۔ اس بدنظمی کے زمانے کے آغاز سے سلپی سیانوش جو پرٹینکس کا سسر اور شہر کا گورنر تھا چھاؤنی میں جا کر لوگوں کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر قاتلوں کی واپسی اور پرٹینکس کا سر نیزہ پر بلند کیے جانے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اگرچہ تاریخ نے ہمارے سامنے اس بات کی ہزاروں مثالیں پیش کی ہیں کہ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر اصول اور ہر جذبہ کو قربان کر دیتے ہیں لیکن اس خوفناک موقع پر اس بات کا یقین کرنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے کہ جب اس کا فرشتہ صفت داماد مارا جا چکا تھا اور تخت شاہی اس کے خون سے آلودہ تھا تو سلپی سیانوش کو ایسی خواہش ہو کہ وہ تخت کا دعویٰ دار بن بیٹھے مگر اس نے اپنے موثر استدلال سے کام لیا اور شاہی وقار کو قائم کرنے کی کوشش کی مگر محافظ فوج کے زیادہ سمجھدار لوگوں نے جو عدم اطمینان کا شکار تھے وہ اس قسم کے نجی معاہدے کے لیے تیار نہیں تھے وہ اقتدار کی بیش بہا دولت کسی

غیر منافعانہ معاہدے کے تحت ضائع کرنے کے لیے تیار نہ تھے جو محض قلعہ کی دیواروں تک محدود ہو اس لیے انھوں نے فصیل پر چڑھ کر اعلان کیا کہ ہم سلطنت اس شخص کے حوالے کریں گے جو ہم کو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم فراہم کرے گا۔

جولین کا سلطنت کو خریدنا

یہ بدنام زمانہ صورت حال پیش آنے کے بعد جو فوجی اختیارات کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوئی تھی اور رسوائی کا باعث بنی تھی پورے شہر روما میں غم و غصے کے ساتھ نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ سلطنت کے نیلام کیے جانے کی خبر آخر ڈیڈیس جولیانوس نامی سینیٹ کے ایک امیر رکن کے کانوں تک پہنچی جو ملکی مصائب سے بے پروا دستر خوان سجائے بیٹھا تھا۔ اس کی بیوی، بیٹی اور آزاد کردہ غلاموں نے جو اس کے لطف کرم پر زندگی بسر کرتے تھے، اسے اس بات کا یقین دلایا کہ وہی روما کے تاج شاہی کے لیے بجا طور پر موزوں شخصیت ہے۔ آپ اس قیمتی موقع سے ضرور فائدہ اٹھائیں اور سلطنت کو خرید لیں۔ یہ سن کر وہ خود پسند بوڑھا فوراً محافظ فوج کیکیمپ میں پہنچا وہاں پہلے ہی معاملہ شلپی شیانوس کے ساتھ طے کیا جا رہا تھا۔ جولیانوس نے فصیل کے نیچے سے ہی بولی لگانی شروع کر دی۔ یہ غیر معقول سودے بازی قاصدوں کے ذریعے طے پائی۔ اس کے مدمقابل شلپی شیانوس نے پانچ ہزار درہم ہر سپاہی کو دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن جولیانوس ہر قیمت پر تاج و تخت خریدنے کا خواہشمند تھا۔ اسنے بولی کی رقم بڑھا کر چھ ہزار دو سو پچاس درہم فی کس کر دی۔ اس رقم کی مالیت دو سو پاؤنڈ کے لگ بھگ تھی۔ اس پر قلعے کے دروازے اس خریدار پر کھول دیے گئے جو اب شہنشاہ بن چکا تھا۔ محافظ فوج سے اس نے حلف وفاداری لیا۔ محافظ سپاہ میں فقط اتنی انسانیت باقی تھی کہ انھوں نے شہنشاہ سے کہا کہ اپنے مدمقابل شلپی شیانوس کے ساتھ معاملات اور مکالمات کو معاف کر دیجیے۔

جولیانوس کو سینیٹ نے شہنشاہ تسلیم کیا

اب محافظ فوج پر لازم ہو گیا کہ وہ طے پانے والے اس سودے کی شرائط کو پورا کریں۔ انھوں نے اپنے نئے حکمران کو تخت پیش کیا جس کے وہ اب ملازم تھے۔ اپنی ڈھالوں سے شہنشاہ کے سر پر چھاؤں کر کے وہ اسے شہر کی گلیوں میں گھماتے ہوئے چلے۔ سینیٹ کا ایک فوری اجلاس طلب کیا گیا۔ اراکین سینیٹ کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ پرٹینکس کے دوست ہیں اور جولیانوس سے عداوت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اراکین سینیٹ کو بھی اس سودے سے مناسب حصہ دینے کا فیصلہ کیا گیا تا کہ وہ اختلاف نہ کرے۔ جولیانوس نے ایوان سینیٹ کو فوجوں سے بھر دیا اور انتخاب کی آزادی جلاوطن کر دیا۔ سینیٹ کے اجلاس میں اس نے اپنی خوبیاں گنوائیں اور کہا کہ مجھے سینیٹ کی وفاداری پر پورا اعتماد ہے۔ کمزور ایوان سینیٹ نے اسے اپنی اور عوام کی طرف سے اس کے انتخاب کی توثیق کرتے ہوئے مبارک باد پیش کی اور تمام شاہی اختیارات اسے تفویض کر دیے۔ اب جولین کو شاہی محل لے جایا گیا وہاں اس کی نظر جس چیز پر پڑی وہ پرٹینکس کا ایک صندوق اور اس کا سادہ کھانا تھا جو رات کے لیے اس کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جولیانوس نے اس صندوق کی طرف کوئی توجہ نہ دی البتہ وہ اس سادہ کھانے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ اس کے حکم پر شاہی محل میں ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ وہ رات گئے تک اس سے لطف اندوز ہوتا رہا اور جوا کھیلتے ہوئے ایک معروف رقاصہ پانکیڈئیس کا رقص دیکھتا رہا۔ پھر جب خوشامدی اپنے گھروں کو چلے گئے اور شاہی محل کی تاریکیوں میں وہ تنہا رہ گیا تو رات بھر اس کو اپنی اس حماقت پر نیند نہ آئی۔ اسے اپنے پیشرو کا انجام صاف دکھائی دینے لگا اور شہنشاہی سے وابستہ خطرات اور مشکوک صورت حال کا اندازہ ہونے لگا جو اس نے کسی قابلیت اور استحقاق کی بدولت حاصل نہیں کی تھی بلکہ دولت کے زور پر خریدی تھی۔

رعایا کی برہمی

اس کے اس طرح خوف زدہ ہونے کی وجوہات یہ تھیں کہ تمام عالم کا شہنشاہ بننے کے باوجود نہ اس کا کوئی دوست تھا اور نہ کوئی حمایتی۔ خود محافظ فوج بھی اپنے کیے پر نادم تھی کہ اس نے لالچ میں آ کر اسے تخت نشین کر دیا تھا۔ رومی عوام کا کوئی ایسا فرد نہ تھا جو جولیانوس کی تخت نشینی کو روما کی تذلیل نہ سمجھتا ہو۔ طبقہ شرفاء جس کے لیے اپنے بلند مراتب اور مال و دولت کی وجہ سے ہوشیاری سے کام لے کر اپنے اصلی جذبات کو پوشیدہ رکھنا ضروری تھا وہ اس کے متعلق محتاط انداز اختیار کرتے اور بظاہر اسے مسکرا کر ملتے تھے جو اس روش کو اپنے فرائض کا حصہ سمجھتے تھے تاہم عوام کو اگر موقع ملتا تو وہ اپنی نفرت کا اظہار کرتے اور اپنے احساسات کی ترجمانی کرنے میں بخل سے کام نہ لیتے تھے۔ روما کے گلی کوچوں میں اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار کیا جاتا۔ وہ جولیانوس کی شخصیت پر انگشت نمائی کرتے۔ انھوں نے نئے شہنشاہ کی فراخ دلی اور فیاضی سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا اور انھوں نے پرٹینکس سے ہمدردی رکھنے والی سرحدی افواج سے درخواست کی کہ وہ سلطنت کے منتشر شیرازے کو مزید بکھرنے سے بچائیں۔

برطانیہ، شام اور پینونیا کی افواج

عوام کی ناراضگی نے مرکز کے بجائے سرحدی افواج کی طرف رخ کر لیا۔ برطانیہ، شام اور الیریکم میں موجود افواج پرٹینکس کی موت پر نوحہ خواں تھیں۔ وہ پرٹینکس کے زیر قیادت متعدد جنگیں لڑ چکی تھیں اور بیشمار فتوحات حاصل کر چکی تھیں۔ وہ اس خبر پر حیران و پریشان ہوئیں کہ محافظ فوج نے پرٹینکس کو قتل کر کے انتہائی چالاکی سے کام لیتے ہوئے تاج شاہی کو نیلام کر دیا۔ سرحدی افواج نے اعلان کیا کہ وہ کسی طرح بھی اس بے عزتی کے سودے کو برداشت نہیں کریں گے۔ انھوں نے نئے شہنشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ ان کی یہ فوری بغاوت جولینوس کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ اس سے سلطنت میں امن و امان کی صورت حال خراب ہو گئی۔ ان سرحدی

افواج کے سالار کلاڈیس البی نوس، پسکنی اوس نائیجر اور سیپٹمس سویرس اس معاملے میں پرٹینکس کا بدلہ لینے کی بجائے خود تخت پر قابض ہونے میں دل چسپی رکھتے تھے۔ ان سب کے پاس مساوی تعداد میں فوج تھی۔ ان میں سے ہر ایک تین لشکروں کا کماندار تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اضافی افواج بھی تھیں اور یہ سب تجربہ کار سپاہی اور صاحب کردار جرنیل تھے۔

کلاڈیس البی نوس

کلاڈیس البی نوس جزائر برطانیہ کا گورنر تھا۔ خاندانی لحاظ سے وہ اپنے دونوں حریفوں سے برتر تھا۔ اسکا شجرہ نسب سلطنت روما کے قدیم مشاہیر سے ملتا تھا۔ مگر وہ جس خاندان کی شاخ سے تعلق رکھتا تھا وہی اس پر الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنی فلسفیانہ مستقل مزاجی کی آڑ میں اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔ مگر اس پر یہ الزام لگانے والے مورخیں قابل اعتماد نہیں۔ شہنشاہ مارکس اسے ذاتی طور پر پسند کرتا تھا اور اس پر بھروسا رکھتا تھا۔ کلاڈیس البی نوس نے کموڈوس کی ہر معاملے میں خدمت کی تھی اور وہ اس کے عشرت کدے کا بھی ساتھی تھا۔ وہ سلطنت کے ایک دور دراز کے صوبے پر گورنر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ اسی دوران اسے شہنشاہ کی طرف سے ایک خط ملا تھا جس میں درج تھا کہ وہ چند بغاوت پر آمادہ جرنیلوں کی سرکوبی کرے اور اپنی جانشینی کا اعلان کردے اور سیزر کا خطاب اختیار کرلے۔ برطانیہ کے اس گورنر نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس خطرناک عہدے کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اسے خطرہ تھا کہ یہ اعزاز قبول کرنے کے بعد وہ لوگوں کے حسد کا نشانہ بن جائے گا اور کموڈوس کی طرح تباہی اس کا مقدر بن جاتا تھی۔ اس نے اعلان کرنے کی بجائے دوسرے عمدہ اور خوشنما طریقوں سے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر پرٹینکس کی قبل از وقت موت پر اس نے اپنی افواج کو جمع کرکے ایک فصیح و بلیغ تقریر اور شخصی حکومت کی برائیاں ظاہر کرنے کے بعد ماضی کی جمہوری حکومت کی تعریف کی اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ عوام اور سینیٹ کے تمام قانونی اختیارات بحال کردے گا۔ اس کے اس عزم پر برطانیہ

میں موجود فوج نے خوشی کا اظہار کیا اور جب اس کی اطلاع روم پہنچی تو لوگوں نے وہاں بھی دبی دبی زبان میں اس کے ارادوں کا خیر مقدم کیا۔ وہ اپنی اس چھوٹی سی حکومت کو محفوظ سمجھتا تھا۔ اس کی فوج گو تعداد میں زیادہ تھی مگر نظم وضبط میں بہت ممتاز نہیں تھی۔ وہ کموڈوس کی دھمکیوں کو کبھی خاطر میں نہیں لایا اور پرٹینکس کے عہد میں بھی وہ ایک حد تک خود مختار رہا۔ لیکن جب جولیانوس تخت نشین ہوا تو اس کے واضح طور پر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ دارالحکومت میں رونما ہونے والے ہنگامو ں نے اس کے عزم کو مزید راسخ کر دیا اور جب اس کے جذبہ حب الوطنی کی تعریف کی گئی اس نے شہنشاہ یا آگسٹس کے بھاری بھرکم خطابات کو اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا اور گالبا کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو عوام اور سینیٹ کا نائب قرار دیا۔

پسکنی اوس نائیجر

پسکنی اوس نائیجر جو شام کی گورنری پر فائز تھا اس کا تعلق ایک معمولی خاندان سے تھا مگر اس نے اپنی بہادری کی بنیاد پر شام کی گورنری حاصل کی تھی۔ اس افراتفری کے دور میں اس کے لیے تاج وتخت پر قبضہ کرنا آسان تھا تاہم اس عہد کے حالات کی وجہ سے اس نے اعلیٰ عہدے کی بجائے اپنی ثانوی حیثیت کو ترجیح دی۔ وہ سویرس کے برابر قابلیت رکھتا تھا اور ممکن تھا کہ سویرس کے لیے ایک عمدہ نائب ثابت ہو۔ اس نے بعد ازاں اپنی کوششوں سے متعدد مفید اداروں کو عین اس وقت بچالیا جب اس کا حریف آخری سانس لے رہا تھا۔ اس کی ماتحت فوج بڑی خوش تھی چونکہ وہ بہت نظم وضبط سے کام لیتا تھا اس وجہ سے اس کے سپاہیوں میں اطاعت اور بہادری کا جذبہ موجود تھا لیکن شام کے عیش پرست لوگ اس کی انتظامیہ کی نرم روی سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے مگر اس کے اطوار کو پسند کرتے تھے۔ وہ ان کی شاندار مذہبی تقریبات میں شرکت کرتا مگر اسے بھی وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ جب انتاخ (Antioc) میں پرٹینکس کے سفاکانہ قتل کی خبر پہنچی تو ایشیائی عوام نے اس پر زور دیا کہ وہ تاج وتخت پر قابض ہو جائے اور پرٹینکس کی موت کا بدلہ بھی لے۔ مشرقی صوبوں کی افواج نے اس کا

ساتھ دیا اور ایتھوپیا سے ہیڈریا ٹک تک کے علاقوں نے بخوشی اس کی اطاعت قبول کر لی اور دجلہ اور فرات کے اس پار کے حکمرانوں نے بھی اس کے انتخاب پر اس کو مبارک باد دی اور اپنی خدمات پیش کیں مگر نا یجر کا دل و دماغ اس خوش قسمتی کے اچانک طوفان کو قبول کرنے کا متحمل نہیں تھا۔ اسے اس بات پر غرور ہو گیا کہ اگر وہ تخت شاہی پر قبضہ کر لے تو کوئی اس کے مد مقابل نہیں آئے گا اور رعایا کا خون بھی نہیں بہے گا اور وہ یقیناً فتح یاب ہو گا مگر اس نے فتح یاب ہونے کے ذرائع کو نظر انداز کر دیا۔ اس نے اس مغربی فوج سے مشاورت تک نہ کی جس کی مخالفت سے اس کی امیدوں پر پانی پھر سکتا تھا یا کم از کم اس کی مخالفت سے اس کا مد مقابل پیدا ہو سکتا تھا۔ دوسری غلطی یہ کی کہ اس نے اطالیہ اور روم کی طرف پیش قدمی نہ کی جہاں اس کی موجودگی کا لوگ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ اس کے برعکس نا یجر شام کے شہر انتاخ ہی میں عیش کوشی میں مصروف رہا جبکہ اس کے حریف سویرس نے کمال ہوشیاری سے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔

پینو نیا اور ڈالمیشیا

پینو نیا اور ڈالمیشیا کے علاقے دریائے ڈینیوب اور بحر ایڈریاٹک کے درمیان واقع تھے۔ رومیوں نے ان علاقوں کو سب سے آخر میں فتح کیا تھا۔ اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے ایک موقع پر ان علاقوں کے دو لاکھ وحشی باشندے رومیوں کے خلاف میدان جنگ میں اترے تھے۔ آگسٹس نے اپنی ضعیفی کی وجہ سے ٹائبریس کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا۔ آخر پینو نیا اور ڈالمیشیا کے لوگوں نے رومیوں کی اطاعت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ملک کی مخصوص آب وہوا کی وجہ سے یہاں کے باشندے بڑے قوی اور صحت مند ہوتے ہیں۔ ان کے جسم تو توانا مگر ان کے ذہن سست رو ہوتے ہیں ان کی تمام آبادی میں قبائلی عصبیت موجود تھی۔ یہ وحشی اور خونخوار تھے اور رومیوں کے مد مقابل تھے۔ آج کے دور میں ان لوگوں کے مضبوط جسم دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے جنگجو افراد دریائے ڈینیوب پر متعین افواج کے لیے افرادی طاقت مہیا کرتے تھے اور جرمنوں

اور سرماشیوں کے خلاف لڑتے تھے۔ اس وجہ سے ان کو جنگ کا وسیع تجربہ ہوگیا تھا اور انھیں سلطنت کے دسرے صوبوں کی افواج پر ایک قسم کی برتری حاصل تھی۔

سپٹمیس سویرس

پینونیا کی فوج کی سالاری پر اس وقت سپٹمیس سویرس فائز تھا۔ وہ افریقی النسل تھا اور بتدریج ترقی کرتا رہا تھا۔ وہ اپنے عزائم اور مقاصد کو ہمیشہ خفیہ رکھتا تھا مگر عیش پرستی کو بھی کبھی ترک نہیں کرتا تھا چاہے اس کے سر پر خطرہ کی تلوار کیوں نہ لٹک رہی ہو۔ جب شروع میں پرٹینکس کے قتل کی خبر اسے ملی تو اس نے اپنی پلٹنوں کو جمع کیا اور اس جرم کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اپنے سپاہیوں کو انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ اس کی فوج جنگ کے لیے تیار تھی۔ اس نے اپنے ہر سپاہی کو فتح کی صورت میں فی کس چار سو پونڈ دینے کی پیشکش کی۔ یہ رقم اس رقم سے تقریباً دوگنا تھی جو جولین نے محافظ سپاہ کو بطور رشوت دے کر سلطنت خریدی تھی۔ جب تمام فوج اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی تو اس کے حق میں نعرے لگائے گئے اور اسے آگسٹس، پرٹینکس اور شہنشاہ کے القابات سے نوازا گیا۔

پینونیا کی فوج کا سویرس کو شہنشاہ بنانے کا اعلان

سویرس کو وہ مقام حاصل ہوگیا جسے وہ اپنا استحقاق سمجھتا تھا اور اس کے لیے بڑی مدت سے خواب دیکھ رہا تھا اور شگونوں سے تعبیر لیتا تھا۔ شہنشاہیت کے اس نئے امیدوار نے گردوپیش کا درست جائزہ لے کر اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس کا صوبہ جولین الپس تک وسیع تھا جہاں سے وہ آسانی سے اٹلی میں داخل ہوسکتا تھا۔ اسے شہنشاہ آگسٹس کا یہ قول یاد تھا کہ پینونیائی فوج روم میں صرف دس دن کے اندر داخل ہوسکتی ہے۔

اطالیہ میں داخلہ

اس موقع پر جتنی تیزی اور ہوشیاری کی ضرورت تھی اس سے کام لینے کے بعد اسے یہ

امید ہوگئی کہ پرٹینکس کا انتقام لے کر جولیانوس کو اس کے کیے کی سزا دے سکتا ہے اور جائز طور پر سینیٹ اور روم کا اعتماد حاصل کر لے گا۔ اس کے بعد وہ قانونی شہنشاہ ہوگا اور ان حریفوں سے بہت پہلے یہ سب کچھ کر گزرے گا کیونکہ وہ اٹلی سے بہت دور دراز کے مقامات پر تھے اور انہیں روم پہنچنے میں ایک عرصہ درکار تھا۔ اس وقت تک وہ اس کی کامیابیوں اور سینیٹ اور عوام کی طرف سے اس کی شہنشاہی کی توثیق کی خبروں سے آگاہ ہو جائیں گے۔ اٹلی کے اس سفر میں لمحہ بھر کے لیے سکون سے نہ سویا اور نہ اس نے کھانے کے لیے کہیں قیام کیا۔ اس سفر میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار بند ہو کر چلتا اور اس طرح اس نے اپنی فوج میں بھرپور اعتماد پیدا کر دیا۔ اس کے سپاہی اس پر جان دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس نے اپنی فوج میں محنت کا شوق اور ولولہ و جوش پیدا کر دیا۔ ان مشکلات میں کم سے کم تر سپاہی بھی اس کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا اور یہی لامحدود برتری اس کا انعام تھا۔

روم کی طرف پیش قدمی

بدقسمت جولیانوس یہ سمجھتا تھا کہ آسانی سے شام کا گورنر اور اس کی افواج کو شکست دے دے گا لیکن ناقابل تسخیر پینونیا کا لشکر جو بڑی تیزی سے آگے بڑھا اس کی تباہی کا سامان لا رہا تھا۔ جس تیزی سے اس کے ساتھ پیغام رسانی ہوئی وہ اس کے خطرات میں اضافہ کا باعث بنی۔ اس کو کئی بار یہ اطلاع ملی کہ سویرس نے اپنی فوج کے ساتھ کوہ الپس کو پار کر لیا ہے۔ اٹلی کے دیگر شہروں نے اس سے مقابلہ بے سود سمجھا کیونکہ وہ اس کے ساتھ مقابلے کی سکت نہیں رکھتے تھے اس کے برعکس وہ اس کا خوشی سے استقبال کر رہے تھے۔ اسے یہ خبر بھی ملی کہ ویرونا کا اہم مقام بغیر مقابلے کے دشمن کے ہاتھوں میں چلا گیا اور بحر ایڈریاٹک کا بحری بیڑہ بھی فاتح کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب حملہ آور روم سے صرف دو سال پچاس میل کے فاصلے پر ہے اور ہر لمحہ یہ فاصلہ کم ہو رہا ہے اور جولین کے ہاتھوں سے اس کی حکومت بہ سرعت نکل رہی ہے۔

جولین کی مصیبت اور پریشانی

جولین اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح یہ تباہی ٹل جائے یا اس کی بھرپور مدافعت کی جائے۔ اس نے محافظ فوج سے حلف وفاداری نبھانے کی درخواست کی اور قلعہ اور محل کی قلعہ بندیوں کو مضبوط کیا تا کہ حملہ آور کے خلاف یہ اس کا آخری حصار ثابت ہو۔ محافظ فوج نے شرم کی وجہ سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا مگر وہ پیونیا کی فوج سے خوف زدہ تھے اور سویرس جیسے فاتح کے نام سے کانپتے تھے کہ وہ ڈینیوب کی وادی میں آباد وحشی قبائل کو بزور شمشیر شکست دینے کا عادی تھا۔ انہوں نے اب روما کی پرتعیش زندگی کو خیرباد کہہ کر ہتھیا بند ہونے کا فیصلہ کیا۔ وہ فن سپہ گری کو تقریباً فراموش کر چکے تھے اور ایک مدت سے انھوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔ محافظ فوج پر رومیوں کو بڑا اعتماد تھا انھیں امید تھی کہ وہ شمالی حملہ آور فوج کو مار بھگائیں گے مگر وہ اب ایسے ہاتھی ثابت ہوئے جنھیں لڑائی کی مشق نہیں رہی تھی مگر جب معرکہ آرائی ہوئی تو ان ہاتھیوں نے اپنے ہی سواروں کو گرا دیا سسی نوم کے بحری بیڑے سے لیے گئے سپاہیوں کی نقل وحرکت قابل تضحیک تھی انہیں مارچ کرتا دیکھ کر لوگ ہنس پڑتے تھے اور سینیٹ کے اراکین غاصب جولین کی کمزوری اور مصیبت دیکھ کر دل ہی دل میں مسرور ہوتے تھے۔

اس کا طریق عمل

جولین کے طریق عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حملہ آوروں سے سخت خوف زدہ ہے۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ سینیٹ کو چاہئے کہ وہ سویرس کو ملک وقوم کا دشمن قرار دیدے۔ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ پیونیا کی فوج کے سالار کو حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ اس نے ایسے رومی شرفاء کو اپنا قاصد بنا کر اس کے پاس بھیجا جو قونصلر کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے تا کہ وہ اس کو گفتگو کے لیے تیار کریں۔ ساتھ ایسے کرائے کے قاتل بھی روانہ کیے جو سویرس کو رازداری سے قتل کر دیں۔ اس نے اس کا اہتمام بھی کیا کہ وستا دیوی کی کنواری پجارنیں اور دیگر رومی دیوتاؤں کے پجاری جلوس

کی شکل میں پیونیا کی فوج کو حملے سے باز رہنے پر تیار کریں۔اس دوران اس نے اپنے درباری منجموں سے اپنی تقدیر کا حال بھی دریافت کیا اور بہت سی فرسودہ رسوم اور رائیگاں قربانیوں سے دیوتاؤں کو راضی کرنے کی کوشش کی۔

محافظ فوج کا جولین کو تنہا چھوڑ دینا

سویرس نہ تو جولین کی فوجوں سے خوف زدہ تھا اور نہ اس کے جادو کے کرشموں سے ڈرتا تھا لیکن وہ محلاتی سازشوں سے آگاہ تھا اور چھ سو منتخب سپاہی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔یہ سپاہی اس کی حفاظت کے مدنظر ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے جدا نہ ہوتے تھے اور زرہ بکتر میں ملبوس اس کے ساتھ رہتے تھے۔وہ نہایت سرعت اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا اور آسانی سے اس نے اپینائن کے پہاڑوں کو عبور کرلیا۔اس نے ان تمام قاصدوں کو اور شاہی افواج کو اپنے ساتھ ملا لیا جو اس کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔روم سے صرف ستر میل دور واقع انٹرامیا کے مقام پر اس نے تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا۔اس کی فتح اب یقینی تھی لیکن اس خیال سے کہ محافظ فوج ناامیدی کا شکار ہو کر کہیں خونریزی پر نہ اتر آئے۔وہ چاہتا تھا کہ اس کی تخت نشینی بغیر کسی خونریزی کے رونما ہو۔اس نے اپنے سفارت کاروں کو محافظ فوج کے پاس بھیجا اور انھیں یقین دلایا اگر وہ اپنے نااہل بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیں اور پرٹینکس کے قاتلوں کی مدد نہ کریں تو سویرس پرٹینکس کے قتل کو ان لوگوں کا متحدہ فعل نہیں سمجھے گا۔بے وفا محافظ فوج جن کی مدافعت صرف محل کی قلعہ بندیوں تک محدود تھی ان آسان شرائط دیکھ کر انھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔انھوں نے پرٹینکس کے قاتلوں کو گرفتار کرلیا اور سینیٹ کے اراکین کو یقین دلایا کہ وہ اب مزید جولین کا ساتھ نہیں دیں گے اور اس کی خواہشات کی تکمیل یا اسکا دفاع نہیں کریں گے۔سینیٹ نے بھی سویرس کی شرائط کو منظور کرتے ہوئے اسے قانونی طور پر شہنشاہ تسلیم کرلیا اور پرٹینکس کے دیوتائی اعزازات کو بحال کردیا۔

جولین کا قتل

ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا کہ بدقسمت جولین کو تخت سے معزول کر کے موت کی سزا دی جائے گی۔ پھر اسے شاہی محل کے ایک حمام عام میں لے جا کر اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ عام مجرموں جیسا سلوک کیا گیا۔ بدنصیب جولین کو زر کثیر خرچ کر کے صرف 66 دن حکومت کرنا نصیب ہوئی اور اس نے ان بے شمار مصائب آفتوں کو خود خریدا تھا۔ ادھر سویرس کی اس حیرت انگیز بسرعت کارروائی پر بمشکل یقین کیا گیا کیونکہ اتنے کم عرصے میں فوجوں کو دریائے ڈینیوب کے کنارے اکٹھا کیا اور ان کو تیزی سے دریائے ٹائبر تک لے گیا۔ جس سرعت سے ڈینیوب سے ٹائبر تک کا یہ سفر طے کیا گیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس عہد میں نہ صرف زراعت اور تجارت کا انتظام بہت اچھا تھا بلکہ ذرائع نقل وحمل بھی بہتر تھے۔ سب سے بڑھ کر قابل تعریف سویرس کا افواج کا نظم وضبط تھا جس کی وجہ سے صوبوں میں امن وامان قائم تھا۔

محافظ سپاہ کی ذلت

سویرس نے سب سے پہلے سختی سے دو باتوں کا خیال رکھا۔ ایک تو اس کی حکمت عملی کا نتیجہ تھا دوسرا اس کے ذوق کی خوبی کی وجہ سے تھا۔ بالفاظ دیگر وہ پرٹینکس کی موت کا انتقام کسی نہ کسی طرح لینا چاہتا تھا۔ اس نے محافظ فوج کو حکم دیا کہ وہ غیر مسلح ہو کر شہر کے ایک بلند میدان میں اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہوں۔ محافظ فوج نے اس کی حکم کی تعمیل کی۔ اس تعمیل کی وجہ ان کی خوفزدگی تھی۔ اسکے بعد الیرین فوج کے نیزہ بردار دستوں نے جن کے نیزوں کا رخ محافظ فوج کی طرف تھا اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ محافظ فوج کے سپاہی اب نہ بھاگ سکتے تھے اور نہ مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ خاموشی سے کھڑے اپنے انجام کا انتظار کر رہے تھے۔

سویرس مسند عدالت پر جلوہ افروز ہوا

اس نے محافظ فوج پر بزدلی اور غداری کا الزام لگایا اور ان کی نااہلی کے ثابت ہونے کی

وجہ سے انھیں برطرف کر دیا گیا اور ان کے فوجی اعزازات چھین لیے گئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ کم از کم دارالحکومت سے سو میل دور رہیں ورنہ انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس دوران فوجی دستے بھیج کر انھیں غیر مسلح کر دیا گیا اور ان کی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا گیا اور اس بات کا پورا انتظام کیا گیا کہ وہ مایوسی کے عالم میں کوئی خطرناک قدم نہ اٹھا سکیں۔

پرٹینکس کی آخری رسومات

اس کے بعد پرٹینکس کی آخری رسومات پورے احترام سے ادا کی گئیں۔ سینیٹ کے اراکین نے پورے غم والم کے ساتھ انھیں ادا کیا۔ پرٹینکس ایک ایسا شہنشاہ تھا جسے سب احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کی موت پر سب کے دل رنجیدہ تھے۔ وہ ایک شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ سویرس نے ان رسومات کے دوران جو رنج والم ظاہر کیا وہ سنجیدگی سے نہیں تھا۔ اسنے اس ماتمی مجلس سے جو خطاب کیا وہ بڑا فصیح وبلیغ تھا اور اپنے اس خطاب میں موصوف کی مقدس یادوں کا ذکر سے حاضرین کو بے حد متاثر کیا اور اس کا ماتم کرنے والوں کو اس بات کا پورا یقین دلایا کہ پرٹینکس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص روما کے تخت وتاج کا اہل نہیں تھا۔ سویرس نے اپنی تخت نشینی کے ایک ماہ بعد تک روم میں قیام کیا اس کے بعد اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کہ سلطنت پر اپنا قبضہ رسوم کی بجائے عسکری طاقت سے بحال رکھا جا سکتا ہے وہ اپنے حریفوں سے مقابلے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اسنے اس دوران ایک لمحہ کے لیے بھی فخر وغرور کا اظہار نہ کیا۔

سویرس کا اپنے حریفوں پر فتح یاب ہونا

سویرس کی غیر معمولی دانش مندی اور قابلیت پر ایک مشہور مورخ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اس کے افعال کا موازنہ دیگر قیصروں کے افعال سے کیا تو کوئی عظیم سے عظیم رومی شہنشاہ بھی اس کے ہم پلہ قرار نہیں پایا۔ نہ اس کی رحم دلی اور سخاوت کا مقابلہ کوئی کر سکا نہ اسکی روح کی بالیدگی کا۔ ایسے بہت کم لوگ تھے جن میں متعدد خوبیاں جمع ہوں، تفریح سے محبت، علم کی پیاس اور ترقی کی

شدید خواہش۔ چار سال سے کم عرصے میں سویرس نے مشرق کی دولت اور مغرب کی بہادری پر قابو پایا تھا۔ اسنے اپنے دونوں حریفوں کو شکست دی۔ اس نے ایسے بہت بڑے لشکروں پر فتح حاصل کی جن کے پاس مساوی تربیت، نظم وضبط اور ہتھیار تھے۔ اس عہد میں تمام رومی جرنیل محاصراتی جنگ، قلعہ بندی اور دیگر فنون حرب سے خوب واقف تھے اس لیے ان پر برتری حاصل کرنا سویرس کا غیر معمولی کارنامہ ہے۔ اس نے اپنے ہتھیاروں سے بطریق احسن کام لیا تھا۔ اس کے حریف اس کے مقابلے میں کم تر تھے۔ ہم یہاں ان فوجی فتوحات کا ذکر تفصیلاً نہیں کریں گے۔ چونکہ نائیجر اور البی نوس کا طریقہ جنگ اور نتائج یکساں تھے۔ ہم ایک ساتھ ان کے حالات اور فاتح کے عادات واطوار اور اس کی حکومت کا جائزہ لیں گے۔

دوخانہ جنگیاں

اگر کسی شخص کو اس کی ذاتی زندگی میں جھوٹا اور بے وفا پاتے ہیں تو نتیجتاً اس کو نالائق قرار دیا جاتا ہے تاہم جب قومیت کا سوال ابھرتا ہے تو یہ چیزیں زیادہ بری نہیں خیال کی جاتیں، گو یہ واقعی اتنی ہی خراب اس موقع پر ہوتی ہیں جتنی ذاتی زندگی میں۔ بے وفائی کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ یہ لوگ انتہائی درجے کے بزدل ہیں اور دروغ گوئی پر صرف یہ الزام دیا جاتا ہے کہ دروغ گو کمزور کردار کا انسان ہے۔ اعلیٰ ترین ماہرین سیاست کے لیے بھی اپنی طاقت سے لاکھوں پیروکاروں پر قابو رکھنا آسان نہیں اس لیے ان کو حکمت عملی کے تحت مختلف قسم کی حیلہ سازی اور فریب کاری کرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔

سویرس کی حکمت عملی

لیکن جس حکمت عملی کا استعمال سویرس نے جنگ کے موقع پر کیا اس کی نسبت کسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کو اس نے ملک وقوم کی بہتری کے لیے استعمال کیا تھا۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے تباہ شدہ حالات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مطلب براری کے

لیے استعمال کرتا پھر انھیں کو تباہ کر دیتا تھا۔ جب وہ معاہدوں اور صلح ناموں پر خود کو پابند نہ پاتا تو کبھی ان پر قائم نہ رہتا تھا کیونکہ اس کا ضمیر اس کے مقاصد کا ماتحت تھا۔

نائیجر کے ساتھ اس کا رویہ

اس کے دونوں حریفوں نے خود کو مشترکہ خطرے کا شکار پایا تو آپس میں سمجھوتہ کر لیا اور انتہائی سرعت سے سویرس پر حملہ کر دیا مگر اکیلے اکیلے۔ غالباً ان کے اتحاد کی وجہ سے سویرس نے کچھ دباؤ محسوس کیا۔ اگر یہ دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ مقامات پر حملہ کرتے تو غالباً جنگ کے نتائج کچھ مختلف ہوتے اور جنگ کا دورانیہ بھی طویل ہوتا لیکن انہوں نے اگر مل کر حملہ کیا ہوتا اور یہ خیال کیا کہ ان کا مشترکہ دشمن ان سے زیادہ ہوشیار اور مسلح ہے لیکن انھوں نے یکے بعد دیگے اس سے جنگ کی اور ایک دوسرے سے کوئی باہم رابطہ قائم نہیں کیا۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مکار حریف کے جال میں پھنس گئے۔ اس نے پہلے نائجر کے خلاف پیش قدمی کر کے اس کی کمر توڑ دی۔ اس نے نائجر کا نام لیے بغیر سینیٹ کے اجلاس میں صرف یہ بتایا کہ وہ مشرقی صوبوں کے معاملات درست کرنا چاہتا ہے۔ علیحدگی میں اس نے نائجر کو پیغام دیا کہ وہ اس کا پرانا دوست اور حقیقتاً جانشین ہے۔ اس نے نہایت شفقت آمیزی سے اس کے اس ارادے کی تعریف کی کہ اس نے پرٹینکس کی موت کا انتقام لینا چاہا ہے مگر نائجر کے بیٹے کو روم میں روک لیا اور اس کے والد سے حلف وفاداری کا مطالبہ کیا اور دیگر صوبوں کے گورنروں کے بچوں کو بھی اس طرح روک لیا۔ مگر جب ان بچوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تو انھیں جلاوطن کر دیا گیا اور بعد میں سزائے موت دے دی گئی مگر عوام کو اس سارے عمل سے بے خبر رکھا گیا تاکہ کہیں ان میں ان کے لیے جذبہ ہمدردی نہ پیدا ہو جائے۔

البی نوس کے ساتھ اس کا برتاؤ

جن دنوں سویرس مشرق میں جنگ میں مصروف تھا تو اسے کئی وجوہات کی بنا پر اس خطرے کا احتمال تھا کہ دارالحکومت میں اس کی غیر حاضری کے دوران برطانیہ کا گورنر البی نوس

سمندر اور آلپس کو عبور کر کے دارالحکومت پر قبضہ نہ کر لے اور سینیٹ اور مغربی افواج کی مدد سے اس کی واپسی کو ناممکن نہ بنا دے۔ البی نوس نے چونکہ شہنشاہیت کا دعوی نہیں کیا تھا اس لیے اس سے مصالحت کی گنجائش تھی۔ چنانچہ اس کے ساتھ خط و کتابت شروع کی گئی۔ اس نے اپنی حب الوطنی کے تقاضوں اور شہنشاہیت کے متعلق جو شک تھا اسے فراموش کر کے اس نے غیر جانبدار رہنے کا وعدہ کیا اور اس کے صلے میں سیزر کا خطاب پایا۔ جب تک جنگ کا پہلا مرحلہ ختم نہ ہوا سویرس نے البی نوس کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک جاری رکھا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ البی نوس کو تباہ کر دے۔ جس خط میں البی نوس کو نائجر پر فتح پانے کا حال لکھا اسی خط میں البی نوس کو اپنا بھائی اور سلطنت کا حصہ دار قرار دیا تھا۔ اس کی بیوی جولیا اور اس کے مصاحبین کو سلام بھیجا گیا تھا اور التجا کی گئی تھی کہ وہ اپنی افواج اور ذرائع کو کسی بہبود کے لیے محفوظ رکھے۔ جن قاصدوں کے ذریعے یہ خط البی نوس کو ارسال کیا گیا تھا ان کو تنبیہ کی گئی تھی کہ وہ البی نوس کو سیزر کے خطاب سے مخاطب کریں اور انتہائی احترام کے ساتھ اس سے درخواست کریں کہ انہیں تنہائی میں شرف باریابی بخشے اور تنہائی کی اس ملاقات میں البی نوس کے سینے میں خنجر گھونپ کر اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ یہ سازش بے نقاب ہو گئی اور البی نوس بالآخر یورپ کی سرزمین پر سویرس سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا مگر سویرس نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور اپنی فاتح اور تجربہ کار فوج کے ساتھ اس پر یکبارگی حملہ کر کے اسے آسانی سے شکست دے دی۔

خانہ جنگی

سویرس نے جنگی تیاریاں کیں۔ وہ ان معرکوں کے لیے جن میں اسے فتح حاصل ہوئی کم معلوم ہوتی تھیں۔ اسے دو مقامات پر معرکے سر کرنا تھے۔ ایک تو درہ دانیال (Helspont) کے قریب اور دوسرا کیلیکیا (Cilicia) کے تنگ دروں میں۔ ان دونوں معرکوں میں سویرس کے حریفوں کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اور یورپی افواج نے ایشیائی افواج پر اپنی برتری ثابت کر دی۔

جنگ لیانس جس میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب رومیوں نے شرکت کی اس لیے خطرناک ثابت ہوئی کہ برطانیہ سے آئی ہوئی فوج نے پیونیا کی فوج کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے سویرس کی شہرت اور خود اس کی ہستی کا خاتمہ قریب ہے مگر سویرس نے اپنی فوج کی خود کمان سنبھال کر حملہ کیا اور فتحیاب ہوگیا اور یہ جنگ اسی یادگار دن پر ختم ہوگئی۔ اس جنگ کا فیصلہ صرف دو معرکوں پر ہوگیا۔ یورپ کی سرزمین پر جتنی خانہ جنگیاں رونما ہوئی ان میں فریقین نے بڑا استقلال دکھایا۔ انھیں لڑائیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اصولوں کے مطابق لڑی گئیں۔ کم از کم یہ لڑائیاں مذہب، آزادی یا حکومت کے نام پر لڑی گئی تھیں۔ ان کے رہنما انتہائی طور پر خودمختار اور آبائی طور پر بااثر تھے۔ جن لوگوں نے ان لڑائیوں میں شرکت کی وہ خود جنگ میں دلچسپی رکھتے تھے اور چونکہ پورے معاشرے میں فوجی روح اور سپاہیانہ جوش موجود تھا اس لیے اگر کوئی رہنما شکست کھا جاتا تو دوسرے لوگ اس کا ساتھ دیتے لیکن روما میں دور جمہوریت کے انحطاط کے بعد جنگیں صرف آقا کے انتخاب کے لیے لڑی جاتی تھیں۔ جو شخص حکومت کا امیدوار ہوتا اس کے جھنڈے کے نیچے کچھ لوگ محبت سے، کچھ خوف سے اور کچھ منفعت کے حصول کے لیے جمع ہوجاتے لیکن کوئی بھی اسے اپنا قومی فریضہ سمجھ کر شریک نہ ہوتا تھا۔ وہ صرف بیش بہا انعامات کی خاطر خانہ جنگی میں شریک ہوتے تھے۔ کسی رہنما کی شکست یا کسی معرکے میں ناکامی کا نتیجہ یہ بھی ہوتا کہ اس کے ساتھی اسے چھوڑ جاتے اور خود اپنی سلامتی اور حفاظت کے لیے لڑتے، ان مقاصد کو بھلا دیتے جن کے لیے وہ یہ جنگ لڑ رہے تھے۔ جن صوبوں کے لیے یہ جنگیں لڑی جاتیں ان پر فتح یا شکست کا کوئی اثر نہ ہوتا اور نہ یہ پروا ہوتی کہ ان پر اب کس کی حکومت ہوگی۔ صوبوں کو صرف فاتح طاقت کے آگے سر تسلیم کرنا پڑتا تھا اور جب وہ طاقت مغلوب ہوجاتی تو نئے فاتح کی جبین نیاز پر سر جھکانا لازم ہوجاتا۔ یہ نیا فاتح چونکہ ایک طرح سے مقروض ہوتا تھا اس لیے وہ مجبور ہوتا کہ مفتوحہ علاقوں کو اپنے فوجیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دے۔ رومی سلطنت میں صرف چند ایک ہی شہر

تھے جو کسی شکست خوردہ فوج کو پناہ دینے کے قابل تھے۔ کوئی خاندان یا ادارہ اس قابل نہ تھا کہ حکومت کی مدد کے بغیر کسی طرح بھی شکست خوردہ فریق کو سنبھال سکے۔

بارنطیم کا محاصرہ

جو جنگ نائجر اور سویرس کے درمیان لڑی گئی اس کے دوران صرف ایک شہر بارنطیم ایسا تھا جو اس قاعدے سے مستثنیٰ تھا۔ بارنطیم اس عظیم شاہراہ پر واقع تھا جو یورپ کو ایشیا سے ملاتی تھی۔ ایک بڑی فوج اس کی حفاظت پر مامور تھی اور اسکی بندرگاہ میں اسی غرض سے پانچ سو بحری جہاز لنگر انداز رہتے تھے۔ سویرس اس شہر کے دفاعی انتظام سے اتنا مایوس ہوا کہ نے بارنطیم کے محاصرے کو اپنے جرنیلوں کے حوالے کر دیا اور خود درہ دانیال کی شاہراہ پر حملہ کر دیا۔ وہ اپنے کمزور دشمن سے آخری معرکہ آرائی کے لیے نہایت بے صبری سے آگے بڑا۔ بارنطیم پر ایک بڑی فوج سے حملہ کیا گیا جس کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بعد ازاں اس محاذ پر سلطنت کی پوری بحری طاقت جھونک دی گئی۔ اس محاصرے نے طول کھینچا اور یہ تین سال تک جاری رہا مگر اس شہر نے نہ تو ہتھیار ڈالے اور نہ ہی نائجر سے اپنی وفاداری کو ترک کیا۔ اگر چہ اسکے مقصد سے ہم آگاہ نہیں مگر شہریوں اور فوجیوں میں انتہائی جوش پھیلا ہوا تھا۔ نائجر کے جو فوجی سردار ہمت ہار بیٹھے تھے یا انھیں شکست اٹھانا پڑی تھی سب اسی آخری پناہ گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا دفاع کرنے لگے۔ اس شہر کا دفاعی نظام بہت مضبوط تھا اس لیے اسے نا قابل تسخیر قرار دیا جاتا تھا۔ ایک محاصراتی انجینیر نے قدیم دور میں جو بھی محاصرہ شکن مشینیں یا ہتھیار ایجاد ہوئے وہ سب اس شہر کے خلاف استعمال کیے مگر ان مشینوں کے آگے بھی اہل بارنطیم نے ہتھیار نہیں ڈال مگر وہ قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہتھیار ڈالنے پر تیار ہو گئے۔ شہر کا دفاع کرنے والے فوجی افسران اور مجسٹریٹ اعلیٰ قتل کر دیے گئے اور فصیلیں منہدم کر دی گئیں، لوگوں سے مراعات اور اعزازات چھین لیے گئے اور مشرق کے اس عظیم شہر کی حیثیت محض ایک گمنام قصبہ کی رہ گئی۔ یہ قصبہ پیرون تھوس نامی رومی کے زیر انتظام

دے دیا گیا۔ مورخ ڈایون جس نے اس شہر کی رونقیں اور اسکا زوال اپنی آنکھوں سے ذاتی طور پر دیکھا، اپنی تحریروں میں افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ وہ نائیجر سے وفاداری کے جرم میں اس شہر سے انتقام لینے کو بھی جرم قرار دیتا ہے اور اس کی نفرین کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شہنشاہ نے رومیوں کو ایک عمدہ قلعہ بند شہر سے محروم کر دیا ہے۔ یہ شہر درہ دانیال اور ایشیا کے وحشیوں کے لیے ایک رکاوٹ تھا۔ اس کی اس بات کی تصدیق اس وقت ہوئی جب ایک زمانے کے بعد گوتھ قوم کے بحری جہازوں سے بحیرہ اسود بھر گیا اور یہ جہاز بحیرہ باسفورس کے راستے بحیرہ روم کے وسط تک بغیر رکاوٹ کے پہنچ گئے کیونکہ اس علاقے کا کوئی موثر دفاع موجود نہیں تھا۔

نائیجر اور البی نوس کی موت اور خانہ جنگی کے نتائج

نائیجر اور البی نوس دونوں میدان جنگ سے فرار ہوتے ہوئے پکڑے گئے اور قتل کر دیے گئے۔ ان کا انجام نہ تو غیر متوقع تھا اور نہ ہی قابل افسوس۔ انھوں نے اقتدار کی خاطر اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگایا تھا۔ ان کو اس جرم کی وہی سزا ملی جو وہ کسی اور کو دیتے۔ سویرس اپنے دشمنوں کو معاف کرنا نہیں جانتا تھا اس لیے وہ قابل عفو نہ ٹھہرے۔ سویرس بندہ حرص و ہوس تھا اس لیے وہ معاف کرنے سے انتقام لینے کو بہتر جانتا تھا۔ اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ دشمن کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ سویرس کی تخت نشینی سے پہلے بعض صوبوں کے مقتدر لوگوں نے اپنے صوبوں کے گورنروں کے حکم کو مانا، ان کو سویرس سے کوئی اختلاف بھی نہیں تھا مگر ان کو محض اس تصور پر ہی موت اور جلاوطنی کی سزا دی گئی اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ مشرق کے جن شہروں کو زمانہ قدیم سے کچھ خصوصی مراعات حاصل تھیں ان سب سے واپس لے لی گئیں۔ اور وہ جو خراج نائیجر کو ادا کرتے تھے ان سے چار گنا زائد انھیں سویرس کو ادا کرنا پڑا۔

سویرس کے سینیٹ کے خلاف اقدامات

خانہ جنگی کے خاتمہ تک سویرس نے اپنے ظالمانہ کردار کو چھپائے رکھا اور وہ سینیٹ کا

منافقانہ طور پر احترام کرتا رہا کیونکہ جنگ کے نتائج کچھ بھی نکل سکتے تھے۔ جب خانہ جنگی میں کامیابی کے بعد اس نے البی نوس کا سر روم بھیجا تو اس کے ساتھ سینیٹ کے نام ایک خط بھی تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ ایسے کسی شخص کو زندہ نہیں چھوڑے گا کہ جس نے اس کے ان حریفوں کی کسی قسم کی بھی مدد کی ہوگی۔ اس کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ سینیٹ اس کی حکمرانی پر دلی طور پر خوش نہیں ہے۔ اس کا یہ شبہ کچھ غلط نہیں تھا اور یہی اس کی سینیٹ سے ناراضگی کا سبب تھا۔ اب اس کے ہاتھ چند ایسے خطوط آ گئے جس میں اس کے خلاف سازش کی گئی تھی۔ ان خطوط کی رو سے سینیٹ کے بعض ارکان پر اس بغاوت سے تعلق کا کسی حد تک شبہ ہو سکتا تھا۔ سینیٹ کے 35 اراکین پر اس نے الزام لگایا کہ وہ البی نوس کے طرف دار ہیں۔ اسنے بظاہر ان کو معاف کر دیا اور اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ یہ معاملہ فراموش کر چکا ہے لیکن ان کے علاوہ دیگر اکتالیس اراکین سینیٹ کو اس نے سزائے موت دی اور ان کے بال بچوں تک کو مبتلائے اذیت کیا۔ اسپین اور گال کے بعض شرفاء بھی اس کے انتقام کا شکار ہوئے۔ اس کے نزدیک ایسا انصاف محض عوام کو امن مہیا کرنے کے لیے ضروری تھا۔ اس نے مزید وضاحت یہ کی کہ نرمی دکھانے کے لیے پہلے سختی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس کی دانائی اور انصاف

ایک مطلق العنان بادشاہ کے بنیادی مفادات عوام کی فلاح و بہبود کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اس کی حکومت کی شان و شوکت اور عظمت کا دارومدار عوام کی خوش حالی، نظم و ضبط اور ان کے تحفظ پر ہوتا ہے مگر سویرس ان خوبیوں سے یکسر محروم تھا۔ اگر بادشاہ خود اچھا نہ ہو تب بھی اس کی دانش و عقل اسے یہ راستہ دکھاتی ہے۔ سویرس روم کی عظیم سلطنت کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھتا تھا تاہم اس نے کچھ اچھے کام بھی کیے اور حکومت کے مستحکم ہوتے ہی وہ اطوار اختیار کیے جن سے وہ اسے ترقی دے سکتا تھا۔ رومی ضابطہ قوانین کو اس نے غیر لچکدار بنا دیا جس سے ان متعدد برائیوں کا

خاتمہ ہوگیا جو مارکس کی موت کے بعد رومی معاشرہ میں پھیل گئی تھیں۔ عدلیہ کا انتظام، خود شہنشاہ کے فیصلے انتہائی توجہ اور دانائی اور غیر جانبداری کیے جاتے۔ اگر وہ کبھی صراط مستقیم سے ہٹتا تو صرف مظلوم وغرباء کی حمایت میں، صرف انسانیت نوازی کے لیے وہ ایسا نہ کرتا۔ وہ اپنی مطلق العنانی کا مظاہرہ اس طرح کرتا کہ شرفاء کے غرور کو مٹاتا اور تمام رعایا کو قریب قریب ایک سطح پر لا کر انھیں اپنے ذات سے وابستہ کرنے کی کوشش کرتا۔ اس نے رومیوں کے لیے اناج کی مساوی تقسیم اور ضروریات زندگی کی فراہمی کا مناسب انتظام کیا اور عوام کے مصائب کا کسی حد تک خاتمہ کردیا۔ اسے عالیشان عمارات تعمیر کرنے، لوگوں کو عمدہ تفریح فراہم کرنے کا بھی شوق تھا۔

امن کا دور دورہ

اس کے عہد میں امن وسکون اور خوش حالی کا ایک بار پھر دور دورہ ہوا۔ صوبوں اور متعدد شہروں میں حالات بہتر ہوتے چلے گئے۔ متعدد شہر جو اس نے فتح کیے انھیں سویرس کی نوآبادیوں کا نام دیا گیا اور ان کی طرف سے شکر گزاری کے طور پر اس کے نام پر مینارے تعمیر کیے گئے۔ اس کامیاب حکمران اور جنگجو شہنشاہ کے دور میں رومی فوج واسلحہ کی شہرت بحال ہوگئی اور وہ بجا طور پر فخر سے کہتا تھا کہ جب یہ سلطنت مجھے ملی تو خارجی اور داخلی دباؤ کی وجہ سے پسی ہوئی تھی اور خانہ جنگیوں سے کمزور ہو چلی تھی۔ میں نے اسے مستحکم کر کے اس کا عالمی وقار ایک بار پھر بحال کردیا۔

فوج کی عیش کوشی

اگرچہ خانہ جنگی کے زخم پوری طرح مندمل ہو چکے تھے مگر اس کا مہلک زہر ابھی تک نظام حکومت کی دفعات میں موجود تھا۔ سویرس میں قابلیت اور اہلیت بدرجہ اتم موجود تھی مگر اس کی شخصیت میں آگسٹس کی حکمت عملی اور جولیس سیزر کی بہادری کا فقدان تھا۔ اس لیے وہ فتح یاب فوج کے زور کو نہ توڑ سکا تھا۔ احسان مندی اور غلط حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اس نے فوج کے

نظم وضبط کو نرم کر دیا تھا۔ اسکی فوج کے سپاہی اب سونے کی انگوٹھیاں پہن کر اور گھروں میں بیٹھ کر بیجا افتخار کا شکار ہو گئے۔ اس نے ماضی کے مقابلے میں ان کی تنخواہ اتنی بڑھا دی اور انھیں یہ سبق دیا کہ وہ ہر تقریب یا خطرے کے وقت مزید مطالبات کریں۔ اپنی کامیابیوں پر نازاں ہو کر وہ خود بھی عیش وعشرت کا دلدادہ ہو گیا۔ اس کی رعایا کی توقعات معقول حد سے تجاوز کر گئیں اور خطرناک صورت اختیار کر گئیں۔ جلد ہی وہ فوجی خدمات انجام دینے کے اہل نہ رہے اور فوج صرف انعام و اکرام مانگنے کی عادی ہو گئی۔ سویرس کا ایک خط آج بھی زمانہ کی دست برد سے محفوظ موجود ہے جس میں اس نے ایک سپہ سالار سے اپنی فوج کی عیش کوشی پر افسوس ظاہر کیا ہے اور اس کی فہمائش کی ہے کہ وہ حکام فوجداری سے اصلاح کا آغاز کرے۔ اس نے انتہائی دانش مندی سے یہ بتایا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی افسر کے ماتحت اس کی تعظیم کرنا ترک کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنے سپاہیوں پر کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اگر یہ شہنشاہ مزید غور سے کام لیتا تو اس کو پتہ چلتا کہ اس کے عہد کی عام بدنظمی کا سبب عہد گزشتہ کی مثال نہیں بلکہ اس کا اصل سبب خود سپہ سالار اعلیٰ کی یعنی خود سویرس کی وہ چشم پوشی ہے جس سے وہ اکثر کام لیتا تھا۔

محافظ فوج کا دوبارہ تقرر

محافظ فوج جس نے شہنشاہ کو قتل کر دیا تھا اور سلطنت کو نیلام کر دیا تھا اس نے اپنے کیے کی سزا پائی تھی اور اسے ختم کر دیا گیا تھا مگر اس ادارے کو بحال کرنا بھی ضروری تھا اس لیے سویرس نے اسے از سر نو تشکیل دیا اور اس کی تعداد چار گنا کر دی۔ ماضی میں اس کے سپاہیوں کو صرف اٹلی سے بھرتی کیا جاتا تھا مگر جیسے جیسے روم کے قریبی صوبے مہذب اور شائستہ ہوتے گئے ویسے ویسے مقدونیہ، ناریکم اور اسپین سے بھی محافظ فوج کے لیے سپاہی بھرتی کیے جانے لگے۔ یہ سپاہی عسکری زندگی کی بجائے دربار کی شان وشوکت کے لیے زیادہ موزوں تھے۔ سویرس نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ باقاعدہ فوج میں صرف ایسے سپاہی بھرتی کیے جائیں جن میں قوت، بہادری اور وفاداری موجود

ہو۔ ایسے لوگ جنوبی علاقوں میں ملتے تھے لہٰذا ان کو وہیں سے بھرتی کر کے ترقی دی جاتی تھی اور بطور اعزاز انھیں محافظ فوج میں شامل کیا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں اٹلی کے نوجوانوں کو فوج اور فوج کی سخت تربیت سے محروم کر دیا گیا اور دارالحکومت میں صرف وحشی اقوام کے باشندے نظر آنے لگے جن کے رسم ورواج اور لباس وغیرہ عجیب وغریب ہوتے تھے۔ ان وحشیوں کی دارالحکومت میں موجودگی سے سب طبقات پر حکومت کا خوف غالب آ گیا۔ سویرس کا خیال تھا کہ فوج منتخب شدہ محافظ سپاہ کو اپنا نمائندہ خیال کرے گی جس کی تعداد پچاس ہزار ہوگی جو کسی بھی سابقہ دور کی محافظ فوج سے زیادہ ہے۔ کوئی گروہ اس کی موجودگی میں بغاوت کرنے کا تصور بھی نہیں کرے گا اور اس صورت حال کے پیدا ہو جانے سے سلطنت کو آئندہ نسلوں تک تحفظ فراہم ہو جائے گا۔

محافظ فوج کی سالاری

محافظ فوج کی کمان یا سالاری جلد ہی سلطنت کا سب سے اعلیٰ عہدہ بن گئی۔ چونکہ اب حکومت اپنی سلامتی کے لیے اس فوج پر بھروسا کرنے لگی اس لیے محافظ فوج کا سالار جو شروع میں صرف ایک دستے کا سالار ہوتا تھا اب پوری انتظامیہ کا سربراہ بن گیا اور فوج، خزانہ حتی کے عدلیہ بھی اس کے زیر نگیں آ گئے۔ ہر انتظامی ادارے میں اس کا نمائندہ موجود رہتا اور شاہانہ اختیارات کا استعمال کرتا۔ پلاٹیانوس محافظ فوج کا پہلا سربراہ تھا جس نے ان اختیارات کا ناجائز استعمال کیا اور سویرس کا چہیتا وزیر بن گیا۔ اس کا اقتدار دس سال تک قائم رہا اور اسکی بیٹی کی شہنشاہ کے بیٹے سے شادی ہو گئی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کی خوش بختی اب ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی مگر یہیں سے اس کے زوال اور تباہی کا آغاز ہو گیا۔ محلاتی سازشوں نے پلاٹیانوس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور اس کو خوف لاحق ہوا کہ حکومت میں عنقریب ایک انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی سویرس اس کے ساتھ رعایت برتنا چاہتا تھا مگر مجبور ہو گیا کہ اسے سزائے موت دے۔

پلاٹیانوس کے بعد ایک ممتاز وکیل جس کا نام پیپینین تھا وہ محافظ فوج کا سالار مقرر کیا گیا۔

سینیٹ فوج کے دباؤ میں

سویرس کے عہد تک تمام شہنشاہ اس مجلس ملکی یا سینیٹ کا احترام کرتے تھے جو شہنشاہ آگسٹس نے قائم کی تھی۔ سویرس کے عہد عروج اور بعد کے زمانے میں فوج پر شہنشاہ کو اندھا اعتماد تھا اس وجہ سے اس کو مرکزی حکومت اور فوج کے اختیار کے درمیان ایک اور مقتدر ادارہ قائم کرنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا یا کم از کم وہ اس کی اہمیت کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور خود کو سینیٹ کا تابع دار نہیں مانتا تھا جو اس سے نفرت کرتی تھی اور خوف زدہ رہتی تھی۔ جن مقامات پر وہ درخواست کر کے کام چلا سکتا تھا وہاں اس نے احکام نافذ کر دیے۔ اس نے مطلق العنان حکمرانوں کے تمام اطوار اختیار کر لیے اور اعلانیہ طور وہ وہ خود ہی حکومت کا کام انجام دیتا تھا اور خود ہی قانون سازی کرتا تھا۔ اس طرح سینیٹ پوری طرح فوج کے اور اس کے دباؤ میں آ گئی۔

شاہی اختیارات کے نئے اسلوب

سینیٹ جیسے قومی ادارے پر فتح پانا کوئی آسان بات نہیں تھی مگر اس سے اس کے وقار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ ہر شخص شہنشاہ وقت کی نظر کرم کا محتاج تھا کیونکہ حکومت کا خزانہ اور فوج سب اس کے زیر نگیں تھے جبکہ سینیٹ کے اراکین کا انتخاب نہ تو عوام کرتے اور نہ اس کی حفاظت فوج کے ذمہ تھی اور نہ ہی وہ عوام کی حمایت کرتی۔ اس کا سارا اقتدار بعض قدیم روایات پر منحصر تھا اس لیے بتدریج اس میں کمی واقع ہو رہی تھی۔ جمہوری نظریات کو لوگ رفتہ رفتہ بھولتے چلے گئے۔ اس کی جگہ شہنشاہی نظام نے لے لی تھی جو عوام میں مقبول ہوتا چلا گیا دارالحکومت میں موجود آزادی اور عظمت کی داستانیں صوبوں کو پہنچتی رہتی تھیں اس لیے ان میں ایسی فضا قائم ہو گئی کہ لوگوں نے جمہوریہ کے تصور کو فراموش کر دیا۔ اگر کچھ یاد بھی تھا تو وہ محض قدیم روایات تھیں اور جمہوریہ کے اصول آہستہ آہستہ عوام کے ذہنوں سے محو ہوتے چلے گئے۔ انطونیوں کے عہد میں یونانی مورخین انتہائی حقارت سے یہ تبصرہ کرتے تھے کہ رومی شہنشاہ مطلق العنان اختیارات کا مالک

ہے اور جمہوریہ کے نام پر شاہی اختیارات استعمال کرتا ہے۔ رومی سینیٹ محض فصیح و بلیغ اور مہذب غلاموں کا ایک مجموعہ ہے جن کو مشرقی صوبوں سے جمع کر لیا جاتا ہے جو اس اعزاز کے بدلے میں خوشامدانہ تقریریں کرتے ہیں۔ ان کو شاہی دربار میں مسرت سے تفریحاً سنا جاتا ہے اور عوام بھی ان کو برداشت کر لیتے ہیں۔ قانون داں اور مورخین بھی یہی سبق دیتے ہیں کہ شاہی اختیارات سینیٹ کی مہربانی کی بجائے ان کے ذاتی اقتدار کے بل بوتے پر قائم رہتے ہیں اور سینیٹ ان کی توثیق کر دیتی ہے۔ شہنشاہ کے راستے میں کوئی قانونی رکاوٹ حائل نہیں ہے اور اسے رعایا کے جان و مال پر ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں اور اگر وہ چاہیں تو پوری سلطنت کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر فروخت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ دیوانی قوانین کے بڑے بڑے ماہر پیپی نین اور پاؤلوس اور الپیان نے خود سویرس کے زیر سایہ ترقی کی تھی۔ چونکہ علم قانون صرف شاہی حکومت سے متعلق تھا اس لیے وہ بتدریج بلوغت حاصل کر کے مکمل ہو چکا تھا۔

سویرس کے ہم عصروں نے اس کے عہد حکومت کے امن و امان کو دیکھ کر اس کے ان مظالم کو فراموش کر دیا تھا جن کے بل بوتے پر اس نے ملک میں امن و امان قائم کیا تھا۔ بعد میں آنے والی نسلیں اس کے دور کے مہلک اثرات کا مطالعہ کر کے اسے رومی سلطنت کے زوال کا بانی قرار دیتی ہیں۔

.....☆☆☆.....

باب ششم

سویرس کی موت، کیراکلا کے مظالم، مارکونیس کا غاصبانہ قبضہ ایلا گابولوس کی حماقتیں، الیگزینڈر سویرس کی عمدہ خصلتیں اور فوج کی عیش کوشیاں اور روم کے بجٹ کی عام حالت

سویرس کی عظمت اور بے چینی

عظمت و بزرگی کا ارتفاع خواہ کتنا خطرناک اور عمودی کیوں نہ ہو اس کا امکان ہوتا ہے کہ انسان کے افعال میں ایک قسم کی تیزی و سرعت پیدا ہو جائے اور اسے ان طاقتوں کا احساس ہونے لگے مگر ایک عالی حوصلہ ذہن کے لیے تاج و تخت کا حصول کبھی باعث اطمینان نہیں ہوتا۔ سویرس نے اس افسوس ناک حقیقت کو محسوس کیا اور ساتھ ہی اس کی توثیق کر دی کہ اس کی قابلیت اور قسمت کی یاوری نے اسے معمولی مقام سے اٹھا کر انسانی عروج کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا جیسا کہ ایک موقع پر اس نے خود کہا تھا کہ میں ہر شے ہوں اور یہ ہر شے فضول ہے۔ وہ حصول سلطنت کی بجائے اس کے تحفظ و بقا کے لیے زیادہ فکر مند تھا اور پیرانہ سالی اور معذوری کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ اسے شہرت کی تمنا نہ تھی اور اپنے اختیارات سے وہ مطمئن تھا۔ اس کی زندگی میں مستقبل کی تمام آرزوئیں ختم ہو چکی تھیں۔ اس کے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کہ

کوئی ایسا کام کر جاؤں کہ میری اولاد بھی بلند مراتب پر فائز ہو اور یہ شفقت پدری کا احساس تھا۔

امپریس جولیا

افریقہ کے دیگر باشندوں کی طرح وہ بھی اپنے یاس پر قابو پانے کے لیے جادو اور اوہام پرستی سے پیدا ہونے والے عقائد کا پرستار تھا۔ وہ خوابوں کی تعبیرات اور شگون میں ڈوبا رہتا اور اس نے علم النجوم ورمل سے بھی واقفیت پیدا کر لی تھی۔ ان علوم نے سوائے عصر حاضر کے ہر زمانے میں انسانی ذہن کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ اپنی پہلی بیوی کو وہ اس وقت سپرد خاک کر چکا تھا جب وہ ابھی لائیونس گال کا گورنر تھا۔ دوسری بیوی کے انتخاب کے لیے اسے پسندیدہ اور خوش قسمت خاتون کی تلاش تھی۔ جب اسے پتہ چلا کہ ایک ایسی خاتون شام میں رہتی ہے جس کا تعلق کسی شاہی خاندان سے ہے تو اس نے پیغام دے کر اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اس کا نام جولیا ڈومنا تھا۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو کسی کو اس کی خوش بختی کے ستارے بخش سکتے ہیں۔ ڈھلتی عمر میں بھی اس کے حسن کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا جس کے ساتھ تخیل اور ذہن کی مضبوط قوت اور درست فیصلے کی صلاحیتیں بھی اس میں موجود تھیں لیکن اس کی ان تمام خوبیوں سے اس کے بدمزاج شوہر کو حسد تھا اور اس نے ان خوبیوں کا کبھی اثر نہیں لیا تھا۔ مگر جب اس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو امور سلطنت کی انجام دہی اس کے حصہ میں آ گئی۔ وہ اس دانش مندی سے کام کرتی تھی کہ اس کے بیٹے کا اقتدار مستحکم ہوتا چلا گیا۔ اس کی میانہ روی نے بعض شدید نوعیت کے معاملات کو درست کر دیا۔ ملکہ اپنا زیادہ تر وقت ادب اور فلسفہ کے مطالعہ میں گزارتی تھی۔ اس کی شہرت بہت زیادہ تھی اور وہ ہر صاحب علم وفن کی مربی تھی اور ہر صاحب کمال کو دوست رکھتی تھی۔ اسکے انھیں احسانات کے بدلے میں اس زمانے کے مورخین نے مبالغہ آرائی کی حد تک اس کی تعریف کی ہے۔ اگر ہم تاریخ قدیم میں اس پر لگائے جانے والے الزامات کا مطالعہ کریں تو ہمیں امپریس جولیا کے دامن پر بے عصمتی کے بدنما دھبے بھی نظر آتے ہیں۔

کیراکلا اور گیٹا

اس کی سویرس سے شادی سے دو بیٹے کیراکلا اور گیٹا پیدا ہوئے جو سلطنت کے وارث تھے۔ وہ اپنے والد اور روم کے عوام کی امیدوں کے مرکز تھے لیکن ان سخت مزاج نوجوانوں نے ان کی امیدوں کو جلد ہی پاش پاش کر دیا اور سب لوگ ان سے مایوس ہو گئے۔ ان دونوں کے مزاج میں شہزادوں کی سی سستی اور کاہلی موجود تھی۔ ان کو اپنی تقدیر پر پورا بھروسا تھا کہ یہ سلطنت ہمیشہ ان کے قدموں میں رہے گی اور اس کے لیے انھیں کسی قسم کی محنت و مشقت کی ہرگز ضرورت نہیں۔

باہمی حسد و رقابت

اوصاف، خوبیوں اور قابلیت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی بجائے بچپن ہی سے وہ ایک دوسرے سے حسد و رقابت رکھتے تھے اور ان کی یہ باہمی کدورت عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی اور اس نے بتدریج ایک سنجیدہ مقابلے کی شکل اختیار کر لی۔ آہستہ آہستہ دربار شاہی، تفریح گاہوں اور اکھاڑوں میں دو دھڑے ان کے حواریوں کے نظر آنے لگے۔ لوگ ان شہزادوں کا ساتھ اپنی اپنی مصلحتوں کے پیش نظر دیتے تھے مثلاً کسی کو ایک شہزادے سے کچھ امید ہوتی یا وہ دوسرے سے ڈرتا تھا۔ بوڑھے اور دانش مند شہنشاہ نے ہر قسم کی کوشش کی کہ کسی طرح ان کے درمیان بڑھتی ہوئی دشمنی پر قابو پایا جا سکے۔ اس کے بیٹوں میں یہ باہمی دشمنی ان کے مستقبل کو غیر یقینی بنا رہی تھی اور سلطنت کے لیے بھی خطرناک تھی۔ اسے خطرہ نظر آنے لگا کہ جو سلطنت اس نے محنت اور جانفشانی سے حاصل کی ہے اور جس کی بنیادوں میں ہزاروں کا خون بہا ہے اب ہر ممکن حفاظت کے باوجود اس کی بربادی سامنے ہے۔ اس نے ان دونوں کے ساتھ غیر جانب دارانہ شفقت پدری جاری رکھی اور دونوں کو آگسٹس کا خطاب دیا اور انطونی نس کے محترم نام سے پکارا۔ یہ پہلا موقع تھا جب روم کی سلطنت تین شہنشاہوں میں منقسم ہو گئی تھی مگر اس مساوات نے آپس کے نزاع اور بڑھا دیے۔

تین شہنشاہ

کیراکلا تند مزاج تھا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی ہونے کے استحقاق پر زور دیا جبکہ گیٹا خوش اخلاق تھا۔ اس نے عوام اور فوج دونوں کے دل جیت لیے تھے جبکہ سویرس کی ناامیدی اور یاس میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ سویرس کی پیشن گوئی تھی کہ اس کے دونوں بیٹوں میں سے جو کمزور ہوگا وہ طاقت ور کی قربان گاہ پر جان دے دے گا اور دوسرا اپنی برائیوں کی وجہ سے تباہ ہوجائے گا۔

جنگ کیلڈونیا 208ء

اسی دوران سویرس کو خبر ملی برطانیہ میں جنگ چھڑ گئی ہے اور شمالی وحشی اقوام نے حملہ کردیا ہے۔ اس خبر سے سویرس کو خوشی ہوئی۔ اگر اس کے سپہ سالار محتاط رہتے تو دشمن کو ضرور پسپا کردیتے مگر سویرس نے فیصلہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ اپنے بیٹوں کو روم کے عشرت کدوں سے علیحدہ کرے کہ اسی وجہ سے ان کے ذہن کمزور ہوگئے ہیں اور جذبات میں تلخی پیدا ہوگئی ہے۔ ان کو جنگ کی سختیوں سے آشنا کرنے اور حکومت کے معاملات کے حصول کے لیے میدان جنگ میں بھیج دیا جائے۔ شہنشاہ کی عمر ساٹھ سے تجاوز کرچکی تھی اور گٹھیا کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے صرف پالکی میں سفر کرسکتا تھا۔ اس نے اس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کی اور اپنے بیٹوں اور فوج کو لے کر اس دور دراز واقع جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس کے درباری اور مشیر بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس نے جلد ہی ہیڈرین اور انطونینس کی اس جزیرہ پر تعمیر کردہ دیواریں عبور کرلیں اور دشمن کے علاقے میں داخل ہوگیا۔ جزیرے کے شمالی علاقوں تک پہنچنے تک بھی اس کی دشمن سے کہیں مڈبھیڑ نہ ہوئی مگر دشمن کے چھاپہ مار دستے اس کی فوج کے عقب اور دائیں بائیں خفیہ طور پر لگے رہتے تھے۔ موسم سرما کی شدت میں فوج کو پہاڑی علاقے اور اسکاٹ لینڈ کی دلدلوں کو عبور کرنا، موسم کی سختیوں سے تقریباً پچاس افراد مارے گئے مگر کلیڈونین بالآخر زیر ہوگئے اور رومیوں کے حملوں کی تاب نہ لاسکے۔ ان کی فوج کے بڑے حصے نے ہتھیار ڈال دیے اور ایک وسیع علاقہ

رومیوں کے حوالے کر دیا مگر ان کی یہ شکست خوردگی کچھ زیادہ پائیدار ثابت نہ ہوئی جونہی رومی افواج پیچھے ہٹیں کیلڈونیوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور شر پسندی پر اتر آئے۔ اس پر برہم ہو کر سیویرس نے ایک نئی اور تازہ دم فوج ان کی سرکوبی کے لیے بھیجی اور احکام جاری کر دیے کہ کہ انھیں صرف شکست ہی نہ دی جائے بلکہ نیست و نابود کر دیا جائے مگر ان کی قسمت میں یہ بربادی نہیں لکھی تھی کیونکہ موت کے فرشتے نے سیویرس کو احکامات پر عمل درآمد کرنے کی مہلت نہیں دی۔

فنگال اور اس کے سورما:

جنگ کیلیڈونیا کوئی اہم جنگ نہیں تھی کیونکہ اس کے دوران نا تو کوئی زبردست لڑائیاں پیش آئیں اور نہ ہی اس جنگ کے نتائج ہی کچھ اہم ہیں۔ اس کا تذکرہ کرنا فضول ہے مگر اس سے خطرے کے امکانات ضرور بڑھ گئے۔ سویریس نے برطانیہ پر حملہ عین اس وقت کیا تھا جب وہ تاریخ کے روشن ترین دور داستان سے گزر رہا تھا۔ انگریزی ادب کی جدید کتابوں میں اس دور کی ایک اہم شخصیت فنگال کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فنگال اپنے سورماؤں اور گویوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ سیویرس کے حملہ کیلیڈونیا کے دوران اسی شخص نے کیلیڈونیوں کی قیادت کی تھی۔ اس نے ایک جنگی چال سے کام لیتے ہوئے دریائے کارون کے کنارے رومیوں پر فتح پائی تھی۔ اس فتح کے دوران شہنشاہ کا بیٹا شہزادہ کیراکلا بمشکل میدن جنگ میں اس کے ہاتھوں سے بچ نکلا تھا اور اپنی افواج کے ساتھ بھاگ گیا تھا تاہم پہاڑی علاقے کی ان روایت قدیمہ پر اب تک دھند چھائی ہوئی ہے مگر جدید تحقیقات کی روشنی میں بھی اس واقعہ کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

رومی اور کیلیڈونیوں میں اختلاف

اگر کچھ یقین سے کہا جاسکتا ہے تو صرف یہ کہ فنگال نام کی شخصیت واقعتاً موجود تھی اور اوشین فی الواقع ایک گلوکار تھا جو نغمہ سرائی کرتا تھا۔ رومیوں اور کیلیڈونیوں کے انداز و اطوار میں جو

فرق تھا وہ ایک فلسفی مورخ کو پریشان کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اگر اس خوف ناک انتقام کا مقابلہ جو سیویرس نے کیلیڈونیوں سے لیا، فنگال کے فراخ دلانہ رویے سے کریں تو رومیوں کی کوئی فضیلت اور شائستگی ظاہر نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ اگر ہم کیراکلا کے بزدلانہ مظالم کا مقابلہ اوشیان کی بہادری، نرم دلی اور خوش طبعی سے کریں تو پتا چلتا ہے کہ رومی فوجی سردار تو محض کرائے کے گوریلے تھے جو اپنے ذاتی فائدے یا خوف کی وجہ سے لڑتے تھے جبکہ کیلوڈونین اپنے بادشاہ کی ایک آواز پر قوم پرست بن کر ہتھیار اٹھا لیتے تھے۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں تو پتا چلتا ہے کہ جاہل کیلوڈینین فطرت کے عمدہ اخلاق سے آراستہ تھے جبکہ رومی اپنے آباواجداد کے اوصاف کو گنوا چکے تھے اور ان میں بے شمار عیوب پیدا ہو چکے تھے۔

کیراکلا کی حرص

سیویرس کی گرتی ہوئی صحت اور بستر مرگ پر دراز ہونے نے کیراکلا کی روح کی سیاہی اور حرص وطمع کو بڑھا دیا۔ اس کی بے صبری نے اپنے والد کی وفات کے بعد سلطنت تقسیم ہونے کا انتظار نہ کرنے دیا۔ اس نے اپنے والد کی باقی مختصر زندگی کو ختم کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ اس نے بوڑھے شہنشاہ کے خلاف اس کی افواج میں بغاوت پھیلانے کی بھی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ سیویرس نے اکثر مارکس کی بے جا رحم دلی پر نکتہ چینی کی تھی جو اپنے بیٹے کموڈس کو اپنا جانشین نہ منتخب کر کے رومیوں کو اس کے ظلم و جبر سے بچا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا اور اب خود سیویرس کی حالت بھی مارکس جیسی تھی۔ ان حالات میں اسے یہ تجربہ ہوا کہ کتنی آسانی سے ایک جج کی سختی پدرانہ شفقت میں ڈھل جاتی ہے۔ وہ اس معاملے پر غور کرتا رہا مگر اپنے بیٹے کے خلاف مارکس کی ہی طرح کوئی کارروائی نہ کر سکا اور نہ ہی اسے کوئی سزا دے سکا۔ اس کی یہ آخری رحم دلی یا نرمی سلطنت کے لیے ان تمام مظالم سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی جو اس سے عمر بھی سرزد ہوتے رہے تھے۔

سیویرس کی وفات اور دونوں بیٹوں کا تخت نشین ہونا

اس کے دل و دماغ کو سکون میسر نہ تھا۔ اس لیے اس کے آخری لمحات میں اس کی جسمانی تکالیف میں اضافہ ہوگیا۔ وہ بے تابی سے اپنی موت کا منتظر تھا۔ اس کی اس بے تابی کی وجہ سے اسے موت بھی جلد آ گئی اور وہ بعمر پینسٹھ سال یارک کے مقام پر فوت ہوگیا۔ آخری لمحات میں اس نے اپنے بیٹوں کو متحد رہنے کی تلقین کی اور فوج کو نصیحت کی کہ تم میرے بیٹوں کا ساتھ دینا مگر یہ تلقین اور نصیحت بھی اس کے خودرائے شہزادوں کے دل و دماغ تک نہ پہنچی۔ اس معاملہ میں فوج نے اپنے حلف کی وفاداری کی اور اپنے مرحوم شہنشاہ کی وصیت پر عمل درآمد کرتے ہوئے وہ کیراکلا کی راہ میں حائل ہوگئی اور اس نے دونوں کی تخت نشینی کا اعلان کردیا۔ دونوں شہزادے کیلوڈونیا کو اس کی حال پر چھوڑ کر خود روم کی طرف روانہ ہوگئے۔ روم میں انھوں نے اپنے والد کی تجہیز و تکفین پورے اعزاز کے ساتھ کی اور اسے دیوتاؤں کے زمرے میں شامل کردیا۔ سینیٹ نے اور دوسرے صوبوں نے بخوشی دونوں کی شہنشاہیت کو تسلیم کرلی۔ بڑے بھائی کے رتبے کو کسی قدر برتر سمجھا گیا مگر دونوں کو سلطنت کے معاملات میں برابر کے اختیارات دیے گئے۔

باہمی رقابت وحسد

اس قسم کی تقسیم شدہ سلطنت جو مشترکہ تھی ان دونوں بھائیوں میں اختلافات اور رقابت باہمی کا سبب بنی۔ یہ بھلا کیسے ممکن تھا کہ ایک دوسرے سے حسد کرنے والے ان بھائیوں میں اس قسم کا اشتراک ثمر آور ثابت ہو۔ دونوں کو نہ ایک دوسرے پر اعتماد تھا اور نہ متحد رہنا چاہتے تھے۔ یہ بات بھی عیاں تھی کہ کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی حکومت کرسکتا تھا اور دوسرے کا مقدر ذلت اور سوائی ہی بننا تھی۔ یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ہتھکنڈوں سے ایک دوسرے کو پرکھتے تھے۔ وہ اپنی زندگیوں کو زہر اور تلوار کے واروں سے بچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے مگر یہ وار بھی اکثر ہوتے رہتے تھے۔ انھوں نے گال سے اٹلی کا سفر تیزی سے طے کیا مگر اسی دوران کبھی

ایک میز پر اکٹھے کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی ایک مکان میں سوئے۔ اس طرح صوبوں کو انھوں نے اپنی برادرانہ رقابت کا نمونہ پیش کیا۔ روم پہنچتے ہی انھوں نے شاہی محل کو تقسیم کرلیا۔ ان کی رہائش گاہوں میں کسی رابطے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ دروازے اور کھڑکیاں مضبوطی سے بند کردی گئیں اور ان پر محافظوں کو تعینات کردیا گیا۔ محافظ سب ہتھیار بند ہوکر انھیں گھیرے رکھتے تھے۔ تقریبات کے موقع پر بھی ان کے دلوں کی کدورت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی تھی۔

بھائیوں میں بیکار خط و کتابت

اس خفیہ رقابت سے پوری سلطنت میں ابتری پھیلنا شروع ہوگئی۔ اگرچہ دونوں کو کوئی تجویز اس اختلاف کو دور کرنے کی کبھی پسند نہیں آتی تھی۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ چونکہ دونوں بھائیوں میں اتحاد ناممکن ہے اس لیے سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کردینا چاہیے۔ اس تجویز کے مطابق ایک معاہدہ بھی تیار کرلیا گیا جس کی شرائط بالکل صحیح تھیں۔ اس کی رو سے یہ طے پایا کہ کیراکلا کے قبضے میں، جو بڑا بھائی تھا، یورپ اور افریقہ رہیں اور ایشیا اور مصر کی حکومت، گیٹا یعنی چھوٹے بھائی کے، حوالے کردیجائے۔ گیٹا اپنا دارالحکومت اسکندریہ یا انتاخ میں سے کسی کو منتخب کرلے۔ یہ شہر روما کے مقابلے میں کسی قدر ادنیٰ سمجھے جاتے تھے مگر ان کی دولت اور عظمت کسی طرح کم نہیں تھی۔ تھریسائی باسفورس کے دونوں کناروں پر مسلح افواج تعینات کردی جائیں جو ان دونوں سلطنتوں کی حفاظت کریں اور یہ کہ سینیٹ صرف رومی علاقوں کے متعلق قانون سازی کرے جبکہ ایشیا کی مقامی آبادی مشرقی شہنشاہیت کے علاقوں کے متعلق اپنے فرائض انجام دے۔ سلطنت کی اس طرح تقسیم کے خیال سے ہر شخص متنفر ہوگیا۔ اس باہمی معاہدہ کے لیے جو خط و کتابت ہورہی تھی وہ امپریس جولیا کے گریہ وزاری کرنے سے ملتوی ہوگئی۔ اس تقسیم سے رومیوں کو یہ خطرہ تھا کہ علیحدہ شدہ ممالک کسی وقت بھی بغاوت کرسکتے تھے۔ جس سے سلطنت کا وجود خطرے میں پڑتا ہوا نظر آتا تھا۔ اس لیے رومی صوبوں نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کردیا۔

گیٹا کا قتل، 27 فروری 212ء

اگر اس باہمی معاہدہ برائے تقسیم سلطنت پر عمل درآمد ہو جاتا تو نتیجتاً یورپی علاقوں کا شہنشاہ کیراکلا اپنے چھوٹے بھائی گیٹا کی ایشیائی سلطنت پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو جاتا مگر کیراکلا اس سے بڑے گناہ کا مرتکب ہوا اور جلد ہی گیٹا پر غالب آ گیا۔ اس نے بڑی مکاری سے اپنی والدہ کی نصیحتوں کو سنا اور اپنے چھوٹے بھائی سے معاملات طے کرنے کے لیے ایک کمرہ میں ملاقات کے لیے آمادہ ہو گیا ابھی ان دونوں میں یہ ملاقات جاری تھی کہ ایک شمشیر بکف قاتل کمرے میں داخل ہوا اور اس نے گیٹا پر حملہ کر دیا۔ ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بچانے کی کوشش کی جس سے اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور وہ خود اپنے بیٹے کے خون میں غلطاں ہو گئی۔ اس دوران اس نے دیکھا کہ اس کا بڑا بیٹا خود حملہ آور کی مدد کر رہا ہے۔ اس واقعے کے بعد کیراکلا تیزی سے نکل کر محافظ سپاہ کے کیمپ میں چلا گیا کیونکہ وہی اس کی آخری پناہ گاہ تھی۔ اس نے خود کو اپنے مربی دیوتاؤں کے قدموں میں ڈال دیا محافظ سپاہ نے اسے اٹھا کر تسلی دینے کی کوشش کی تو اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں انھیں بتایا کہ اگرچہ خوش نصیبی سے وہ اس قاتلانہ حملے سے بچ گیا مگر خود کو اب بھی خطرے میں محسوس کرتا ہے۔ یوں کیراکلا نے انتہائی مکاری سے کام لیتے ہوئے محافظ سپاہ کو اپنا ہمدرد بنا لیا اور اپنے والد کے خزانے کا منھ کھول کر محافظ سپاہ کو اپنا وفادار بنا لیا۔ اس کی حمایت میں فوج کا اعلان وفاداری سینیٹ پر بھی اثر انداز ہو سکتا تھا۔ سینیٹ تو ایک خوشامد پسند ادارہ تھا اس سے توثیق حاصل کرنا مشکل کام نہیں تھا۔ وہ تو اقبال اور خوش نصیبی کے سامنے جھکنے کے لیے ہر وقت تیار تھی۔ چونکہ کیراکلا عوام کے جذبات کو ٹھنڈا رکھنا چاہتا تھا اس لیے گیٹا کا نام بعد از قتل اچھے الفاظ اور مہذب انداز میں لیا گیا اور اسے رومی شہنشاہوں کی شان و شوکت اور اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔ یوں گیٹا کے اس انجام کی وجہ سے آئندہ نسلوں نے اس کی بدقسمتی پر افسوس کیا اور اس کی برائیوں پر پردہ ڈال دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مظلوم شہزادہ اپنے بھائی کی حرص و طمع کا شکار ہوا لیکن ہم

اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ خود کمزور طبیعت کا مالک تھا اور اس میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو قتل کر دیتا مگر وہ خود بھی جاہ پسندی کا شکار تھا اور دونوں بھائیوں کے ارادے یکساں تھے۔

کیراکلا کا پچھتاوا اور اس کے مظالم

کیراکولا کو اس کے اس جرم کی سخت سزا ملی۔ اس کا ضمیر اسے ہمیشہ ملامت کرتا رہتا تھا جس کی وجہ سے نہ امور سلطنت میں مشغولیت سے نہ عشرت کدے میں وقت گزارنے سے اور نہ لوگوں کی خوشامد کاری سے اس کے ضمیر کا بوجھ کبھی ہلکا ہوتا تھا۔ اسی پریشان خیالی میں اس نے متعدد بار بتایا کہ اس کے باپ اور بھائی کی روحیں اسے ڈراتی اور دھمکاتی ہیں۔ اس کے جرم پر اس کے ضمیر کی ملامت نے اسے ترغیب دی کہ وہ اپنی سلطنت میں آباد رعایا کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ شاید وہ دنیا کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ اس نے اپنے بھائی کا خون انتہائی مجبوری کے تحت کیا تھا لیکن کیراکلا اپنی اس پشیمانی کی وجہ سے ہر اس چیز کو مٹا دینا چاہتا تھا جو اسے اس کے اس جرم کی یاد دلاتی تھی۔ جب سینیٹ سے شاہی محل واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں روما کی متعدد شرفا خواتین کے ساتھ مل کر اس کے چھوٹے بھائی کے بے وقت موت پر نوحہ کناں ہے۔ ناراض اور حاسد شہنشاہ نے انھیں موت کی دھمکی دی کہ اگر وہ یہ رونا دھونا بند نہیں کریں گی تو وہ ان سب کو قتل کرادے گا۔ اس پر ملکہ جولیا اپنی گریہ وزاری بند کرنے پر مجبور ہوگئی اور اس نے اپنی سرد آہوں اور سسکیوں کو دل میں دبا کر قاتل کا مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے استقبال کیا اس نے شہنشاہ مارکس کی بیٹی فیڈلا کے قتل کا حکم دیا اور صرف اسے ہی نہیں بلکہ بیس ہزار ایسے مرد وزن کو قتل کرادیا جن پر شبہ تھا کہ وہ گیٹا کو دوست رکھتے تھے۔ گیٹا کے محافظ، آزاد شدہ غلام، وزرا یا وہ لوگ جو اس کی بدولت فوج یا ان صوبوں میں کسی ممتاز عہدے پر فائز کیے گئے اور اس کے متعلقین سب کے سب قتل کردئے گئے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی زندہ نہیں چھوڑے گئے جنھوں نے کبھی گیٹا سے جدا

کتابت کی تھی یا جو اس کی موت پر افسوس کا اظہار کرتے تھے یا ان کی زبان پر محض اس کا نام ہی آجاتا تھا۔ ہیلویس پرٹینکس جو اسی نام کے شہزادے کا بیٹا تھا محض ایک بے محل مذاق کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ تھریسیا کا یہ جرم ہی بہت زیادہ تھا کہ اس نے آزادی سے محبت کا تذکرہ کیا تھا۔ کسی فرد کا کسی ایسے خاندان سے تعلق ہی اسے سزا دلانے کے لیے کافی تھا جس میں آزادی سے محبت کی روایت موجود ہو۔ تہمت اور شک کے اسباب وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو گئے۔ جب سینیٹ کے کسی رکن پر یہ الزام عائد کیا جاتا کہ وہ حکومت کا دشمن ہے تو شہنشاہ محض اس بنیاد پر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا کہ اچھے اخلاق کے علاوہ وہ رکن دولت مند بھی ہے۔ اس اصول کے تحت اس نے بہت سوں کا بے وجہ خون بہایا۔

پی نیمین کی موت

کیراکلا جن بے گناہوں کا وسیع تعداد میں خون بہاتا تھا ان کے اہل خاندان کو ان کا ماتم کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ وہ چپکے چپکے ہی ان کی موت پر آنسو بہاتے تھے۔ پی نیمین جو محافظ فوج کا سپہ سالار تھا اس کی موت کو ایک عوامی مصیبت سمجھ کر اس کا ماتم کیا گیا۔ وہ سیویرس کے عہد حکومت کے آخری سالوں سے اس اہم عہدے پر فائز تھا اور اس نے ہمیشہ اپنی مشاورت سے شہنشاہ کو اعتدال کی حد تک رہنے اور انصاف کرنے میں اس کی راہنمائی کی تھی۔ چونکہ سیویرس کو اس شخص کے اخلاق حمیدہ اور اس کی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا اس لیے سیویلس نے بستر مرگ پر اسے وصیت کی تھی کہ شاہی خاندان کے اتحاد اور خوشحالی کا خیال رکھے۔ کیراکلا ابتداء ہی سے اپنے باپ کے اس وزیر سے نفرت کرتا تھا اور اس کی محنتوں اور کوششوں سے بجائے اس سے خوش ہونے کے بدظن ہوتا چلا گیا۔ گیٹا کے قتل کے بعد اسے حکم دیا گیا کہ وہ اپنی فصاحت کی پوری قوت بروئے کار لا کر ایک معافی نامہ پیش کرے۔ حکیم سینکا کو بھی شہنشاہ نیرو نے اپنی ماں کے قتل کروانے کے بعد ایک ایسی ہی تحریر پیش کرنے کا حکم دیا تھا مگر پی نیمین نے اس کا جواب یہ دیا کہ

عزیزوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا اس کا جواز پیش کرنے سے کہیں آسان ہے۔ اور یوں اس موقع پر پی ٹین نے اپنی عزت کے مقابلے میں اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ محلاتی سازشوں سے آگاہ ہونے اور اپنے پیشے کے فرائض سے بھی وہ خوب آگاہ تھا مگر اس کے باوجود اس کے اخلاق میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ پی ٹین کی نیک نامی اس کے قتل کے بعد بھی رومیوں میں اس کی تصنیفات کی وجہ سے قائم رہیں اور وہ بطور قانون دان اور رومی قانون کے شارح کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہا۔

کیراکلا کے مظالم کا دائرہ پوری سلطنت پر محیط ہو گیا

رومیوں کے ہاں زمانہ قدیم سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ برے سے برے حالات میں کم از کم یہ بات ان کے لیے تسلی اور تشفی کا باعث ہوتی کہ شہنشاہ کے ہاں بھلائیاں زیادہ اور برائیاں کم ہوتی ہیں۔ آگسٹس، ٹراجن، ہیڈرین اور مارکس اپنی سلطنت میں بذات خود دوروں پر نکلتے تھے۔ ان کے اعمال سے دانائی اور فیاضی عیاں تھی جبکہ شہنشاہ ٹائبرئس اور ڈومیشیان بے انتہا ظالم تھے اور روم یا اس سے متصل محلات ہی میں رہتے تھے۔ ان کے مظالم کا نشانہ بھی صرف وہ لوگ بنتے تھے جو سینیٹ کے رکن ہوتے یا جن کا تعلق شاہی محلات سے ہوتا تھا مگر کیراکلا تو پوری نوع انسانی کا دشمن تھا۔ گیٹا کے قتل کے بعد اس کا پورا عہد سلطنت کے صوبوں میں گھومتے پھرتے گزر گیا اور وہ بالخصوص مشرق میں مقیم رہا اور دارالحکومت سے روانگی کے بعد اسے پھر واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ وہ ہر صوبے میں باری باری جاتا اور اپنے ظلم وستم کا بازار گرم کرتا۔ سینیٹ کے اراکین مجبور تھے۔ انھوں نے اس کی متلون مزاجی سے بچنے کی یہ تدبیر کی کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کثیر اخراجات کر کے اس کی دلچسپی کا سامان مہیا کرتے لیکن کیراکلا انتہائی حقارت سے اسے اپنے محافظوں کے لیے چھوڑ دیتا۔ صرف اس کے لیے ہر شہر میں شاندار محلات اور بارونق تھیٹر تعمیر کیے گئے لیکن یا وہ انھیں دیکھنے کے لیے جانے سے انکار کر دیتا یا پھر انھیں مسمار کر دینے کا

حکم دے دیتا۔ بہت سے امراء کے خاندانوں پر جرمانے عائد کر دیتا یا پھر ان کی جائیدادیں ضبط کر کے انھیں تباہ کر دیتا۔ رعایا اس ظلم وستم اور مال گزاری کی کثرت سے تباہ و برباد ہو گئی۔ زمانہ امن میں وہ معمولی سے اشتعال پر سخت ترین احکامات جاری کر دیتا۔ مصر کے شہر اسکندریہ میں اس نے بلاوجہ قتل عام کا حکم جاری کر دیا اور اوسیراس کے مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس نے اس شہر کے کئی ہزار باشندوں کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔ ان میں غیر ملکی سیاح بھی شامل تھے۔ اس نے تعداد یا جرم کی نوعیت کی کوئی پروا نہیں کی اور انتہائی سرد مہری سے کام لیتے ہوئے سینیٹ کو آگاہ کیا کہ اسکندریہ میں یہ قتل کیے جانے والے تمام لوگ یا وہاں سے فرار ہونے والے یکساں مجرم تھے۔

انتظامی امور میں خلل

سیویرس کے پند و نصائح نے اس کے بیٹے پر کچھ اثر نہ کیا۔ بیٹے میں قوت تخیل اور فصاحت تو تھی لیکن قوت فیصلہ اور رحم پروری اسے چھو کر بھی نہیں گزرے تھے۔ اس کی زندگی کا صرف ایک ہی اصول تھا۔ ظلم۔ وہ فوج کو خوش رکھ کر باقی ساری دنیا کو کچل دینے کا قائل تھا۔ باپ کی فیاضیانہ پالیسی کو اس نے اپنی عقل سے روک دیا مگر فوج سے محبت استقلال اور مضبوطی سے قائم رکھا۔ اس کی بے پروائی آخر رنگ لائی اور سلطنت اور فوج دونوں تباہ ہو گئیں۔ سپاہ کی قوت کمزور پڑ گئی۔ سویریس نے چھاؤنیوں میں جو نظم وضبط قائم کیا تھا وہ بحال نہ رہ سکا۔ اس کی بجائے فوج شہروں میں عیش وعشرت کی عادی ہو گئی۔ فوج کی تنخواہوں اور انعام واکرام میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور سلطنت کا کام صرف افواج کی دولت میں اضافہ کرنا رہ گیا۔ حالانکہ زمانہ امن میں قناعت ہی وہ چیز ہے جس سے فوج سلیم الطبع رہ سکتی ہے اور زمانہ جنگ میں وہ کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ کیراکلا کے انداز واطوار متکبرانہ تھے مگر فوج کے ساتھ وہ اپنے مقام ومرتبہ کو فراموش کر دیتا اور بے تکلفی سے پیش آتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا کہ وہ غیر مہذب طریقے سے میل جول بڑھائیں۔ ایک سپہ سالار اعلیٰ کے فرائض منصبی کو بھول کر وہ عام سپاہی کا لباس زیب تن کر کے وہ معمولی

سپاہیوں کے طریق نشست و برخاست کو اپنانے کی کوشش کرتا۔ اس کے اس رویہ سے انتظامی امور میں خلل پیدا ہو گیا۔

کیراکلا کا قتل 8 مارچ 217ء

کیراکلا کا مزاج رکھنے والے اور اس جیسا رویہ رکھنے والے انسان کی نہ کوئی قدر کرتا اور نہ اس سے کسی کو محبت ہو سکتی تھی تاہم جب تک اس کی ان مذموم عادتوں سے فوج کو فائدہ پہنچتا رہا اس کو بغاوت کا خطرہ پیش نہ آیا لیکن اس کی حاسدانہ طبیعت نے آخر ایک خفیہ سازش کو جنم دیا جو خود اس کے لیے خطرناک ثابت ہوئی۔ محافظ فوج کی نگرانی دو وزیروں میں منقسم تھی۔ ان کا فوجی حصہ ایڈون طوس کی سربراہی میں دے دیا گیا جو ایک تجربہ کار شخص ضرور تھا مگر لائق سپاہی نہ تھا۔ دیوانی معاملات اوپیلی اوس میکری نیس انجام دیتا تھا۔ اس شخص نے اپنی محنت اور اپنے عمدہ اخلاق کی بدولت اس عہدے تک ترقی کی تھی۔ وہ شہنشاہ کے مزاج کے مطابق کام کرتا تھا کیونکہ ذرا سا شبہ یا نہایت معمولی غلطی پر بھی اس کی جان جا سکتی تھی۔ انھی دنوں ایک افریقی نژاد شخص نے جو علم نجوم پر دسترس رکھتا تھا ایک خطرناک پیشن گوئی کی کہ میکری نوس اور اس کا بیٹا اس سلطنت پر حکومت کریں گے۔ اس کی یہ پیشن گوئی جیسے ہی پھیلی اسے زنجیروں میں جکڑ کر روم بھیج دیا گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر بھی حاکم شہر کے سامنے اپنی پیشن گوئی دہرا دی۔ اسے اپنی پیشن گوئی پر مکمل یقین تھا۔ متعلقہ حکام فوجداری کو یہ سخت ہدایت مل چکی تھی کہ وہ یہ اطلاع کیراکلا اور اس کے جانشینوں کو پہنچا دے۔ چنانچہ اس نے یہ اطلاع دربار شاہی تک پہنچا دی۔ شہنشاہ ان دنوں شام میں مقیم تھا شہنشاہ کو اس خبر کا مراسلہ اس وقت ملا جب وہ گاڑیوں کی ایک دوڑ دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس نے یہ خط کھولے بغیر ہی اپنے محافظ دستے کے افسر کے حوالے کر دیا اور اسے حکم دیا کہ معمولی معاملات وہ خود دیکھ لیا کرے اور شہنشاہ کو صرف خاص معاملات سے آگاہ کیا کرے۔ میکری نوس نے جسے ایک دوست نے پہلے ہی اس معاملے سے آگاہ کر دیا اب اس خط میں اپنا نوشت تقدیر پڑھ لیا اور

کسی نہ کسی طرح اس مصیبت سے بچنے کا تہیہ کیا۔ چونکہ اکثر امرا اور وزرا شہنشاہ سے بددل تھے اس نے چند امرا وزرا کے جذبات کو شہنشاہ کے خلاف بھڑکایا۔ مارشیالوس جو ایک مایوس سپاہی تھا اور اسے اس کی پسند کا منصب نہیں ملا تھا اسے میکری نوس نے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ شہنشاہ کا خاتمہ کردے۔ ادھر شہنشاہ نے اڈیسا سے کاربائی کے مندر میں چاند دیوی کی زیارت اور عبادت کے لیے جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ہمراہ جو محافظ دستہ تھا اس میں مارشیلوس بھی شامل تھا۔ جب راستے میں بعض ضروریات کے لیے چند لمحات کے لیے قیام کیا گیا تو شہنشاہ کے محافظ کچھ دیر کے لیے اس سے دور ہوگئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مارشیالوس نے کسی فرض کی ادائیگی کا بہانہ کرکے اس کے قریب آکر اچانک اسے خنجر گھونپ دیا۔ قاتل کو اسی وقت ایک شاہی تیرانداز نے ہلاک کردیا۔ کیراکلا جس کی زندگی انسانی فطرت کے لیے باعث شرم تھی اس طرح اپنے انجام کو پہنچا۔ اس کے عہد حکومت میں رومیوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوچکا تھا۔ وفادار سپاہی اپنے شہنشاہ کی برائیوں کو بھول گئے اور انھیں صرف اس کی فیاضی یاد تھی۔ فوج نے سینیٹ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی عزت وحرمت کا خون کرکے مقتول شہنشاہ کو دیوتاؤں کی صف میں جگہ دے۔

سکندر اعظم کی پیروی

اپنی زندگی میں کیراکلا سکندر اعظم ہی کو ایک ایسی بہادر ہستی سمجھتا تھا جس کی وہ تعریف کرسکتا۔ اس نے اسی ہستی کے نام ونشان کو اپنایا۔ مقدونیہ کے سپاہیوں کا ایک دستہ بنایا اور ارسطو کے شاگردوں کو نقصان پہنچایا اور صرف انھیں فاخرانہ جذبات پر عمل کیا جن کو وہ اپنی ذات کے نیک نفسی کے پردے میں چھپا سکے اور دوسروں پر غالب آسکے۔ ہم عصر تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ زوا کی جنگ کے بعد اور پولینڈ پر قبضے کے بعد چارلس دوازدہم اس بات کا فخر کرسکتا تھا کہ میں سکندر اعظم کی طرح بہادر ہوں اور شان وشوت میں کسی طرح اس سے کم نہیں ہوں۔ حالانکہ اس میں وہ عمدہ باتیں نہیں تھیں جو اسکندر اعظم میں تھیں۔ لیکن کیراکلا اپنی زندگی کے کسی پہلو میں بھی

سکندر اعظم سے معمولی مشابہت نہیں رکھتا تھا سوائے اس کے کہ اس نے بہت زیادہ انسانی کل کرائے تھے جن میں خود اس کے اور اسکے باپ کے ذاتی دوست بھی شامل تھے۔

میکری نیس کا انتخاب

کیراکلا کے ساتھ ہی سیویرس کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اگلے تین روز تک روم کا تاج وتخت خالی پڑا رہا۔ شہنشاہ کا انتقال چونکہ دارالحکومت سے بہت دور ہوا تھا اور سینیٹ موقع پر موجود نہیں تھی اب سارا دارومدار محافظ فوج کے فیصلے پر تھا اور فوج تذبذب کا شکار تھی۔ تین دن تک وہ کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکی۔ وجہ یہ تھی کہ کوئی شخص اشراف روما میں سے وہاں موجود نہیں تھا جو خاندانی طور پر شہنشاہیت کے عہدے پر فائز ہونے کا استحقاق رکھتا۔ محافظ سپاہ نے ان حالات میں اپنے حاکم اعلیٰ کا نام پیش کیا۔ ان کی رائے میں وزن ضرور تھا مگر ایڈولیس خود کو اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے معذور سمجھتا تھا۔ اس کی شہرت بھی کچھ زیادہ نہیں تھی اور اس میں قابلیت بھی نہیں تھی۔ لہذا اس نے اپنے ہوشیار اور مکار ساتھی میکری نوس کے حق میں دست بردار ہونا بہتر خیال کیا۔ میکری نوس نے شہنشاہ کی موت پر رنج وغم کا بڑا دکھاوا کیا تھا جس سے اس پر اپنے آقا کے قتل کا شبہ تک نہیں ہوسکتا تھا۔ ادھر فوج بھی اس کے کردار سے مطمئن نہیں تھی اور نا ہی اسے پسند کرتی تھی۔ جب فوج کو کوئی اور موزوں شخصیت نظر نہیں آئی اور میکری نوس نے ان سے خطیر رقمیں بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تو بالآخر راضی ہوگئی۔ اپنی تخت نشینی کے چند دن بعد اس نے اپنے دس سالہ بیٹے ڈومیانوس کو اپنا ولی عہد نامزد کر کے شاہی خطابات سے سرفراز کیا اور اسے انطونیس کا لقب عطا کیا۔ یہ لڑکا حسن وجمال میں یکتا تھا۔ اسکی ولی عہدی کے لیے جو تقریب منعقد کی گئی اس میں فوج کو مزید نوازا گیا۔ میکری نوس کا خیال تھا کہ اس کی اس فیاضی سے فوج اس کی تائید کرے گی جس سے تاج وتخت اس کے خاندان میں پکا ہو جائے گا۔

سینیٹ کی ناراضگی

شروع میں سینیٹ نے نئے حکمران کی تخت نشینی کی توثیق کردی اور صوبوں نے بھی اتفاق رائے سے اس کے انتخاب کو قبول کرلیا۔ عوام نے بھی ایک ظالم شہنشاہ سے نجات کو مبارک سمجھا اور کیراکلا کے جانشین کے کوائف کی زیادہ جانچ پڑتال کو کچھ زیادہ ضروری نہ سمجھا گیا، مگر جیسے ہی خوشی اور مسرت کی یہ لہر ذرا کم ہوئی تو لوگوں نے میکرینیس کے استحقاق کا تنقیدی جائزہ لینا شروع کردیا اور فوج کی جلد بازی پر بھی تنقید کی گئی۔ اب تک کے آئین حکومت کا بنیادی اصول یہ تھا کہ شاہی قتدار سینیٹ کے اراکین میں سے ہی کسی کو دیا جاتا تھا مگر میکری نوس سینیٹ کا رکن نہیں تھا۔ محافظ فوج کے سربراہ کی اس یکبارگی ترقی سے لوگوں کو صاف نظر آنے لگا کہ وہ اسکا اہل نہیں ہے۔ لوگ سرگوشیوں میں یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ایک ایسا شخص جس کی خدمات سے متعلق کوئی جواز موجود نہیں وہ کیسے تخت نشین ہوسکتا تھا؟ حالا کہ تخت سینٹ کے کسی رکن کو ملنا چاہیے تھا۔ جب برہمی کی یہ ہوا چلی تو لوگوں نے میکرینیس کے اخلاق کی جانچ پڑتال شروع کردی تو اس میں بہت سی کمزوریاں اور خرابیاں نظر آنے لگیں۔ یہی خامیاں اس کے انتخاب وزراے میں بھی پائی گئیں۔ لوگوں کو چونکہ اس پر اعتماد نہ رہا اس لیے اس کی نرمی اور سختی دونوں پر اعتراض کیے جانے لگے۔

فوج کی حالت

میکری نوس کی ترقی کی خواہشات نے اسے ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں قائم رہنا اس کے بڑا دشوار تھا۔ یہاں سے ہٹنے میں تباہی یقینی تھی۔ وہ دربار شاہی اور محلات کے معاملات سے خوب واقف تھا اور ملکی معاملات میں اسے بڑا دخل تھا لیکن جب اس نے خوفناک اور بے نظم انبوہ کو دیکھا تو وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے فوج کی کمان حاصل کرلی تھی مگر اس میں فوجی قابلیت مفقود تھی اور اس کا ذاتی حوصلہ بھی کمزور تھا۔ اگر چھاؤنی میں کوئی معمولی سی سرگوشی بھی ہوتی تو وہ ڈرتا کہ اس کے خلاف کوئی بڑی سازش ہو رہی ہے۔ اس طرح اس کا وہ احساس جرم بڑھتا گیا

جو کیراکولا کے قتل میں صورت میں اس سے سرزد ہوا تھا۔ اس منافقت کی وجہ سے وہ خود کو مجرم سمجھنے لگا۔ اس دور میں فوج کی اصلاح کی ضرورت تھی اور یہ سپاہ کو مخالف بنانے اور اپنی تباہی کو آواز دینے کے مترادف تھا۔ میکری نوس کی یہ بدقسمتی تھی کہ اسے فوج کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی پڑی کیونکہ کیراکلا کی فضول خرچیوں کی وجہ سے پورا حکومتی نظام متاثر ہو رہا تھا۔ ہر طرف بدنظمی کا دور دورہ تھا۔ اگر اس میں مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت ہوتی اور وہ ان آئندہ مصائب اور مشکلات کو دیکھ سکتا جو وہ اپنے جانشینوں کے لیے چھوڑ گیا تھا تو وہ انھیں پریشان دیکھ کر خوش ضرور ہوتا۔

میکری نیکس کی اصلاح فوج

ناگزیر اصلاحات کی طرف میکری نوس نے انتہائی احتیاط سے قدم اٹھایا۔ ان اصلاحات سے ممکن تھا کہ رومی افواج میں نئی قوت اور توانائی پیدا ہو جائے اور اس تبدیلی کا کسی کو پتا بھی نہ چلے۔ اس نے ان تمام سپاہیوں کے ساتھ جو پہلے بھرتی ہوئے تھے ان تمام مراعات کو قائم رکھا جن کی ابتداء کیراکلا کے عہد میں ہوئی تھی اور ان کی تنخواہیں لمبی لمبی ہی رہنے دیں۔ البتہ نئے بھرتی کیے جانے والے سپاہیوں کو نسبۃً کم تنخواہ دی گئی جو سیویرس کے عہد میں رائج تھی۔ اس طرح آہستہ آہستہ فوج کو تعمیل حکم کا عادی بنا دیا گیا۔ اسی دوران اس سے ایک غلطی ہوئی جس سے اس کا یہ منصفانہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ سابقہ شہنشاہ نے مشرقی صوبوں میں بڑی تعداد میں افواج جمع کی تھیں۔ میکرونوس نے بجائے اس کے کہ اسے فوری طور پر منتشر کر دیتا اور مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیتا انھیں شام میں جمع کر دیا۔ فوج نے پورا موسم سرما شام میں گزارا اور بیکار رہتے ہوئے عیش وعشرت میں پڑ گئے اور بیکاری کی وجہ سے متحد ہو گئے۔ انھوں نے اپنی قوت اور تعداد کا جائزہ لیا اور پھر شکایتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اپنے مفادات کے پیش نظر ان کے ذہن میں آیا کہ ایک مزید انقلاب کے لیے یہ وقت بڑا مناسب ہے۔ پرانے سپاہی جو زیادہ مراعات حاصل کر رہے تھے بجائے اس کے وہ خوش

ہوئے، شہنشاہ کے اولیں اقدامات سے خطرہ محسوس کرنے لگے اور انھیں اپنا مستقبل تاریک ہوتا ہوا نظر آیا۔ سپاہ بھرتی ہونے والے سپاہی اس لیے ناخوش تھے کہ انھیں محنت زیادہ کرنی پڑتی تھی اور تنخواہ انھیں کم ملتی تھی۔ ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ کو کوئی فوجی تجربہ نہیں تھا۔ پہلے سرگوشیوں میں بات ہوئی پھر رفتہ رفتہ انقلاب کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مختلف مقامات پر ہنگامے شروع ہو گئے اور بے صبری اور عدم اطمینان کا کا اظہار ہونے لگا جس نے چاروں طرف بالآخر عام بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ جو کچھ لوگوں کے دماغوں میں پک رہا تھا اس نے عملی شکل اختیار کر لی۔

ملکہ جولیا کی موت اور الاگابالس

ملکہ جولیا زندگی کا نشیب و فراز دیکھ چکی تھی۔ وہ معمولی حیثیت سے بلند ترین مقام پر پہنچی تھی تا کہ عظمت کی تلخیوں کو چکھ سکے۔ وہ اپنے ایک بیٹے کے قتل اور دوسرے کی زندگی پر روتی رہتی تھی۔ کیراکلا کی قسمت اور زندگی کا انجام اگرچہ اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا لیکن ملکہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک ماں بھی تھی۔ جب کیراکلا کی قسمت نے پلٹا کھایا تو اس کے لیے بھی اس کے مادرانہ جذبات بیدار ہو گئے اور اس کو احساس ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہوا۔ میکرینیس نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا مگر وہ اس کے لیے محض ایک رعایا کا فرد تھی۔ اس کا احساس کمتری اتنا بڑھا کہ اس نے خودکشی کر لی اور بیچارگی اور بے عزتی کی زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ اس کی بہن جولیا میزا کو حکم دیا گیا کہ وہ نہ صرف دربار بلکہ انطاکیہ کو بھی چھوڑ دے۔ وہ اپنی بے حساب دولت کے ساتھ ایمیسیا چلی گئی۔ یہ دولت اس نے بائیس برس میں شاہی عطیات سے جمع کی تھی۔ جاتے ہوئے وہ اپنی دونوں بیٹیوں سوئمیاس اور ممائیا کو بھی ساتھ لے گئی۔ اس کی یہ دونوں بیٹیاں بھی بیوہ تھیں اور ان میں سے ایک کا صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام باسیانوس تھا۔ وہ سوئمیاس کا بیٹا تھا۔ اسے سورج دیوتا کے معزز پجاری کا رتبہ حاصل تھا۔ یہ نام اس نے عقل مندی یا

تو ہم پرستی کی وجہ سے اختیار کیا تھا اور اسی کی بدولت یہ شاہی روم کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

ایمیسیا میں رومی افواج کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ میکرینیس کی اصلاحات نے ان فوجیوں کو موسم سرما میں بیرکوں میں گزارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اپنی اس ظالمانہ مشکل یا یا سزا کا اس سے بدلہ لینے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ ان میں سے جو سپاہی سورج دیوتا کے مندر میں بغرض پوجا آتے تھے انھیں نوجوان پجاری باسیانوس کی شکل دیکھ کر اکثر کیراکلا یاد آجاتا تھا۔ باسیانوس کی ہوشیار نانی مائسیا نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اس نے اپنی بیٹی کی پاک دامنی کو اپنے نواسے کو شہنشاہ بنانے کے خیال پر قربان کر دیا۔ اس نے سپاہیوں کو اشارۃً یہ کہنا شروع کر دیا کہ باسیانوس مرحوم شہنشاہ کا حقیقی بیٹا ہے۔ اس کے آدمیوں نے فوج میں نہایت فیاضی سے دولت تقسیم کی اور جن لوگوں کو اس حقیقت پر اعتراض تھا ان کی زبانیں سونے کی مہریں لگا کر بند کر دی گئیں۔ اس طرح لوگوں پر کم از کم باسیانوس کی کیراکلا سے مشابہت ثابت ہو گئی۔ باسیانوس نے جلد ہی انطونینس کا شہنشاہی نام اختیار کر لیا اور ایمیسیا کی فوج نے اسے شہنشاہیت عطا کر دی۔ اس کی طرف دار افواج نے دعویٰ کیا کہ اسے اس کی جائز اور موروثی حکومت ملی ہے۔ اس کی طرف دار افواج نے دوسری فوجوں کو بھی انطونی نس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ شہزادے نے اپنے باپ کے قاتل سے بدلہ لینے کے لیے ہتھیار اٹھائے ہیں اور وہ فوجی مظالم کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

میکرینیس کی شکست اور موت

ادھر محل کی خواتین اور خواجہ سراؤں نے بڑی ہوشیاری سے اس سازش کو عملی جامہ پہنایا تھا اور ادھر میکرینیس بجائے اس کے اس سازش کو ایک زبردست فوج کی طاقت سے کچل دیتا وہ بدحواس ہو گیا اور شام کی ہر فوجی چھاؤنی اور فوجی دستوں میں بغاوت پھیل گئی اور کئی دستوں نے

میکریمیس کے وفادار افسروں کو قتل کر دیا اور وہ باغی گروہ میں شامل ہو گئے۔ آخر میکریمیس اس نئے دعویدار سلطنت سے مقابلے کی نیت سے انطاکیہ سے نکلا مگر اسکے مخالف کی فوج میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کی فوج بددلی اور کمزوری کے مظاہرے کے ساتھ روانہ ہوئی۔ پھر جب جنگ ہوئی تو خلاف توقع محافظ فوج نے اپنی جرات اور بہادری کا بے خوف مظاہرہ کیا۔ باغیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ جب اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو شاہزادے کی ماں اور نانی باپردہ رتھوں سے اتر آئیں اور میدان جنگ میں اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے لگیں۔ انطونی نُس جس نے اپنی باقی ماندہ زندگی میں پھر کبھی مردانگی کا مظاہرہ نہیں کیا خود بھی فوج میں شامل ہو کر لڑنے لگا اور اس نے اپنے آپ کو مرد میدان ثابت کر دیا۔ اس نے مخالف فوج پر اس زور کی تلوار چلائی کہ سب کو حیران کر دیا۔ گائیس نامی ایک خواجہ سرا نے جو حرم میں خدمت گزاری پر مامور تھا اور آرام دہ زندگی بسر کرتا تھا اپنے آپ کو ایک کامیاب جرنیل ثابت کر دیا۔ میدان جنگ میں لڑائی جاری تھی، میکریمیس کی فتح کا امکان بھی موجود تھا کہ وہ انتہائی بے شرمی سے کام لیتے ہوئے میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اس طرح اس نے خود اپنے مقصد سے غداری کی۔ اس بزدلی سے اس نے اپنی چند روزہ زندگی ضرور بچالی مگر اس کی قسمت پر بدنامی کی مہر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لگ گئی۔ یہاں یہ بتانا ضروری نہیں کہ اس کا بیٹا ڈومیناتوس بھی اس کی بدقسمتی کا حصہ دار ٹھہرا۔ محافظ فوج کو جب پتہ چلا کہ وہ اس شخص کے لیے لڑ رہے جو خود اپنی بزدلی کی وجہ سے راہ فرار اختیار کر گیا ہے تو انھوں نے فاتح کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور وہ فاتح کی فوج کے ساتھ مل گئے اور کیراکلا کے مصنوعی بیٹے کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور مشرق کے لوگوں نے نہایت خوشی سے شہزادے کی حکومت کو قبول کر لیا جس کی رگوں میں ایشیائی خون دوڑ رہا تھا۔

ایلاگابولس کا سینیٹ کے نام خط

میکریمیس نے جو خطوط سینیٹ کو شام سے ارسال کیے تھے ان میں اس نے صرف یہ

ظاہر کیا تھا کہ ایک جھوٹے دعویدار سلطنت کی وجہ سے شام میں کچھ فتنہ وفساد برپا ہوا ہے۔ اس نے سینیٹ سے یہ اعلان منظور کرالیا کہ باغی شہزادہ اور اس کا خاندان غدار ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان سب کے لیے معافی کا اعلان بھی کیا بشرطیکہ وہ جلد دارالحکومت واپس آ جائیں، تاہم بیس دن کے قلیل عرصے میں رومی دنیا کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ یہی عرصہ اس اعلان اور انطونینس کی فتح کے درمیان گزرا تھا۔ دارالحکومت اور صوبجات سلطنت بالخصوص مشرقی صوبے امید وبیم کا شکار ہوگئے۔ وہ اس اضطراب کا شکار تھے کہ ان مقامات پر فسادات میں بے گناہوں کا خون فضول بہایا گیا اور انھوں نے بلاوجہ عوام کے خون سے ہاتھ رنگے کیونکہ جو بھی گروہ شام میں فتح یاب ہوا وہی پوری سلطنت پر حکومت کرے گا۔ وہ طویل خط جن میں نوجوان شہزادے نے اپنی فتح سے سینیٹ کو آگاہ کیا تھا وہ اس کی خوبیوں اور نرم مزاجی کی عکاسی کرتے تھے۔ ان خطوط میں اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ نہایت اعتدال سے شہنشاہ آگسٹس اور مارکس کے اصولوں کے تحت حکومت کرے گا اور اپنے افعال کو درست رکھے گا۔ ساتھ ہی اس نے بڑے فخر کے ساتھ لکھا کہ دیکھو میری عمر اور حالات بھی آگسٹس سے مشابہ ہیں۔ آگسٹس نے بھی شروع میں اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا تھا۔ انطونی نس کے بیٹے اور سیویرس کے پوتے نے مارکس آریلیس انطونی نس کا طریقہ اختیار کیا اور اعلان کردیا کہ سلطنت تو اس کا موروثی حق ہے لیکن اس سے پہلے کہ سینیٹ اسے پروقونصلر کے اختیارات تفویض کرے اس نے ان اختیارات کو استعمال کرنا شروع کردیا اور اس طرح عوام کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ روما کے دستور سلطنت کی یہ خلاف ورزی یا تو شامی ماحول کی وجہ سے ہوئی تھی یا دستور سے اس کے درباری لاعلم تھے اور محافظ فوج لاپرواتھی۔

ضعیف الاعتقادی

ایمیسیا میں سورج دیوتا کی پرستش ایلاگابولس کے نام سے کی جاتی تھی جو ایک سیاہ مخروطی پتھر کی شکل کا ہوتا تھا۔ اس دور میں عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ پتھر آسمان سے ایک مقدس مقام

پر گرایا گیا تھا۔ انطونی نس کا تمام اقتدار اسی دیوتا کے مرہون منت سمجھا جاتا تھا۔ اس کے عہد میں یہی اوہام پرستی تھی جو سب سے زیادہ اہمیت کی حامل تھی اور انطونی نس کو ایلا گابولس کا لقب تمام شاہی خطابات سے عزیز تھا۔ یہ لقب اسے سورج دیوتا کے پجاری کی حیثیت سے دیا گیا تھا۔

روم کی گلیوں میں ایک ارادت مندانہ جلوس کے دوران تمام راستہ میں سونے کی گرد بچھائی گئی اور دیوتا کا بت ایک مرصع جواہرات گاڑی پر رکھا گیا جسے چھ گھوڑے گھسیٹتے تھے۔ مقدس شہنشاہ ان گھوڑوں کی باگیں ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ اس کے وزرا اسے سنبھالے ہوئے تھے۔ مزید براں ایلا گابولس دیوتا پر چڑھاوے چڑھانے کے لیے روم کی پلاٹین نامی پہاڑی پر ایک شاندار مندر تعمیر کیا گیا جس میں ایک شاندار چبوترے پر اس دیوتا کے نام قربانی کی جاتی جس میں انتہائی عقیدت اور سنجیدگی سے کام لیا جاتا۔ اس قربان گاہ پر عمدہ ترین شراب، غیر معمولی قربانی کے جانور اور نایاب خوشبوئیں استعمال کی جاتی تھیں۔ مندر کے تمام راستے میں خوبرو شامی لڑکیاں رقصاں رہتیں اور مختلف ساز بجائے جاتے جن کی تھاپ پر یہ رقص ہوتا۔ سینیٹ کے اراکین عمدہ فوجی لباس پہن کر اور لمبے لمبے چوغے زیب تن کر کے بظاہر عقیدت اور در پردہ نفرت سے شرکت کرتے۔ ایلا گابولس کے مندر کو مقامات عبادت میں مرکزی حیثیت دی گئی۔ اوہام پرست شہنشاہ نے کوشش کی کہ دیگر اہم مندروں سے دیوتاؤں کے بت اٹھوا کر اس مرکزی مندر میں لے آئے۔ متعدد چھوٹے چھوٹے بت اس طرح اس مندر میں رکھے گئے کہ گویا وہ شمس دیوتا کے خادم تھے۔ اس دیوتا کا دربار اس وقت تک نامکمل تھا جب تک کوئی شاندار دیوی اس کے بستر پر موجود نہ ہوتی۔ سب سے پہلے اس غرض سے پیلاس دیوی کو منتخب کیا گیا لیکن خوف تھا کہ اس دیوی کی خوفناک جنگوانہ شکل سے کہیں نازک شامی دیوتا کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اس لیے افریقہ کی اسٹارٹے نامی چاند دیوی کو سورج دیوتا کا موزوں ساتھی سمجھ کر منتخب کیا گیا۔ اس دیوی کا بت بڑے اہتمام کے ساتھ قرطاجنہ سے روم لایا گیا۔ جس دن یہ مقدس شادی انجام پائی اس دن پورے دارالحکومت میں جشن منایا گیا۔

ایلاگابولس کی تصویر

چونکہ روم پہنچنے سے پہلے نئے شہنشاہ کی عیش وعشرت میں انہما کی کی وجہ سے اطالیہ تک کے سفر میں بڑی تاخیر ہوئی اور کئی ماہ لگ گئے اس نے اپنی فتح کا پہلا موسم سرما نکومیڈیا کے مقام پر گزارا اور جب تک موسم گرما کا آغاز نہ ہوا اس نے دارالحکومت میں داخلہ ملتوی کیے رکھا۔ اس کی ایک تصویر دارالحکومت روانہ کی گئی جسے سینیٹ کے ایوان میں فتح کی قربان گاہ پر آویزاں کیا گیا تاکہ رومیوں کو اس کے چہرے کی کیراکلا سے مشابہت کی پتہ چل سکے۔ وہ اس تصویر میں سورج دیوتا کے پجاری کے لباس میں ملبوس تھا جو ریشم سے تیار کیا گیا اور سونے کی تاروں سے مرصع تھا۔ اس کے سر پر ایک مرصع طلائی تاج رکھا گیا۔ اس کی قمیص کے گلوبند اور بازوؤں پر ہیرے ٹکے ہوئے دکھائے گئے جن کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کے ابروؤں کو سیاہ بنایا گیا اور گالوں کو مصنوعی سرخی اور سفیدی دی گئی۔ اس تصویر کو دیکھ کر سینیٹ کے ایک رکن نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ روما کو ایک مدت تک ظالم شہنشاہوں کے ظلم سہنے کے بعد اب ایک ایسے مشرقی مطلق العنان شہنشاہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے جو عورتوں کی طرح عیش وعشرت کا دلدادہ ہے۔

نئے شہنشاہ کی زنانہ عیش پرستیاں

عیش وعشرت کے دلدادہ اتنی عقلیت ضرور رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ قانون فطرت کے پابند رہتے ہیں اور اعتدال پسندی کو مدنظر رکھتے ہیں اور اپنی طبیعت کو لوگوں سے میل جول، تعلقات، محبت اور اپنے مزاج کی نازک خیالیوں اور رنگینیوں سے بہلائے رکھتے ہیں لیکن ایلاگابولس نیا شہنشاہ روم جو عہد شباب ہی میں اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے بداخلاقی کی دلدل میں گر چکا تھا دارالحکومت پہنچتے ہی عیش وعشرت اور ہیجان انگیز فنون لطیفہ کی مستیوں میں گم ہوگیا۔

اس کے گرد ہر وقت خوب صورت نازنینوں کا جمگھٹا لگا رہا۔ شراب کے دور پر دور چلتے۔ انواع واقسام کے عمدہ کھانے اس کے مزاج کے مطابق اسے پیش کیے جاتے جو اس کی اشتہا

میں اضافہ کرتے۔ اس کے عہد حکومت کی صرف ایک بات یادگار تھی کہ یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں نت نئی ایجادات ہورہی تھیں اوران کے لیے نئی نئی اصلاحات مروج تھیں۔ شہنشاہ نا صرف ان کی سرپرستی کرتا تھا بلکہ ان سے لطف اندوز بھی ہوتا تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی کے عہد کو اس فن سے مخصوص کرلیا اور اسکی یہ بری شہرت تاریخ میں محفوظ رہ گئی۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ سرکاری خزانہ سے روپیہ بڑی بے دردی سے لٹاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ایسی فیاضی اس کے پیشرو شہنشاہوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی اور یہی کچھ اس کے خوشامد پرست مصاحبین کہتے تھے۔ ہر بدلتے موسم اور آب وہوا کی تبدیلی کے ساتھ وہ اپنی رعایا کے جذبات کو پامال کرتا اور کوئی ایسا قانون فطرت نہیں تھا جو اس نے اپنی سرمستیوں سے توڑا نہ ہو۔ اس نے متعدد ایسی بے ہودہ تفریحات ایجاد کرکر رکھی تھیں جو اخلاق واقدار کے خلاف تھیں۔ اس کی خدمت میں لاتعداد کنیزیں موجود رہتیں اور وہ بیویوں کو بھی تیزی سے بدلتا تھا۔ اس نے ایک ایسی دوشیزہ سے بھی شادی جبراً کی کہ جس نے تمام عمر خدا کے نام پر کنواری رہنے کی قسم کھائی تھی مگر اتنی وسیع تعداد میں خواتین اس کی جذباتی تسکین نہ کرتی تھیں۔ یہ رومی شہنشاہ زنانہ لباس زیب تن کرنے لگا اور زنانہ اطوار کی نقلیں کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ ان حرکات سے وہ شاہی وقار کی تذلیل کا سامان کرنے لگا۔ اس نے عصائے شاہی تھامنے کی بجائے ریشم کی ایک ڈوری لی اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں کی اس طرح بے عزتی کی کہ انھیں اپنے زمرہ عشاق کے افراد میں تقسیم کردیا۔ انھیں لوگوں میں سے ایک کو اس نے شہنشاہ بلکہ خود اس کے الفاظ میں ''شہنشاہ بیگم'' کے خاوند ہونے کا خطاب عطا کیا اور اس کا بھی جشن منایا۔

شہنشاہ کی خصوصیات

محسوس ہوتا تھا کہ ایلاگابولس کی حماقتیں اور برائیاں مبالغہ آرائیاں اور تعصب کے ساتھ پیش کی گئی ہیں لیکن یہاں ہم قارئین کو صرف ان عوامی نظاروں تک محدود رکھتے ہیں جو روم

کے شہریوں کو دکھائے گئے اور جن کا معروف مورخین نے اپنی تاریخوں میں ذکر کیا ہے۔ یہ نظارے اس قدر رسوا کن ہیں کہ ان کی مثال کسی اور قوم یا عہد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کسی مشرقی بادشاہ کی بدعنوانیاں تو قلعے کی چار دیواری کے اندر عوام کی نگاہوں سے عموماً محفوظ رہتی ہیں۔ عزت اور بہادری کے جذبات عیش کوشی کو بھی صاف ستھرا بنا دیتے ہیں اور عوام ان کو توقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر روم کے بدکار اور عیاش امراہر اس برائی کو اختیار کر لیتے جو وہ کسی بھی قوم میں مروج دیکھتے تھے۔ ان کو نہ کسی سزا کا خوف تھا اور نہ وہ عوام کے جذبات کی پروا کرتے تھے۔ اس لیے نہایت آزادی کے ساتھ وہ اپنے غلاموں کے معاشرے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ معاشرے کے بیشتر افراد کی قسمت ان کے ہاتھوں میں تھی۔ خود شہنشاہ اپنی رعایا کے طبقات کو نفرت انگیز بے پرواہی سے دیکھتا تھا اور شہنشاہ ہونے کی وجہ سے کھلے بندوں ہر قسم کی عیش پرستی اور برائی میں مشغول رہتا تھا۔

فوج کی بے اطمینانی کی کیفیت

جن لوگوں میں خود کمزوریاں ہوتی ہیں وہ اپنی کمزوریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسرے کی کمزوریوں پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ عمر، عادت اور مرتبے کا بہانہ بنا کر وہ اپنے لیے امتیاز کا جواز مہیا کرتے ہیں۔ وہ فوجی جنہوں نے کیراکلا کے اس جعلی بیٹے کو تخت نشین کرایا تھا وہ ایلاگابولس کے اطوار بد دیکھ کر اپنے انتخاب پر بہت شرمندہ تھے۔ وہ اس کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے اس کے چچازاد بھائی الیگزینڈر کی طرف متوجہ ہوئے جو مامائیا کا بیٹا تھا۔ مکارمائیسا کو آگاہی تھی کہ اس کا نواسا اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے اپنے آپ کو تباہ کر لے گا اس لیے اس نے ایک زیادہ یقینی طریقہ اختیار کیا کہ سلطنت اس کے بعد بھی اسی کے خاندان میں رہے۔ اس نے پیار و محبت سے کام لے کر شہنشاہ کو کہا کہ وہ الیگزینڈر کو اپنا متبنیٰ بنا لے اور سیزر کا خطاب دے دے کیونکہ ممکن ہے اب اس کی آسمانی بادشاہت اہل روما کو قابل قبول نہ رہے۔

الیگزینڈی سویریس کی ولی عہدی

یوں 221ء میں الیگزینڈر سویریس کو شہنشاہ نے متبنیٰ بنا کر سیزر کا خطاب دے دیا اور وہ ولی عہد سلطنت قرار پایا اور بہت جلد ہر دلعزیز ہونے لگا مگر دقت یہ پیش آئی کہ شہنشاہ کے دل میں اس کی طرف سے میل آ گیا اور اس کی ہر دلعزیزی سے حسد کرتے ہوئے اس نے اپنے اس رقیب کو اپنے راستے سے اس کی جان لے کر یا کسی ور دوسری طرح ہٹانے کا فیصلہ کیا تاہم اس کا یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا اور اس کی حماقتوں سے اس کے یہ ارادے ظاہر ہوگئے اور ان وفادار ملازموں نے اسے بچا لیا جن کو دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مامائیا نے اپنے بیٹے کی جان کی حفاظت کے لیے ملازم رکھا تھا۔ اب ایلاگابولس نے فیصلہ کیا کہ جو کام عیاری سے نہ ہوسکا اسے بالضرور بہ زور طاقت کیا جائے۔ اس نے اپنی مطلق العنانیت سے کام لیتے ہوئے اپنے چچازاد بھائی سے سیزر کا خطاب واپس لے لیا۔ سینیٹ نے اس خبر کو خاموشی سے سنا لیکن جونہی یہ خبر فوج تک پہنچی تو چھاؤنی میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور محافظ سپاہ نے قسم کھائی کہ ہر قیمت پر الیگزینڈر کو تحفظ فراہم کرے گی اور تاج و تخت کے وقار کو برقرار رکھے گی۔ جب شہنشاہ نے فوج کی یہ کیفیت دیکھی تو خوف کے مارے گریہ وزاری کرنے لگا اور جان بخشی کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی اور اسے تخت پر بحال رکھا گیا۔ محافظ نے اپنے سپہ سالار کو الیگزینڈر کی حفاظت اور شہنشاہ کی نگرانی کا اختیار دے دیا۔

محافظ سپاہ کی بغاوت اور ایلاگابولس کا قتل

اس قسم کے معاہدہ صلح کا برقرار رہنا ناممکن تھا یا بالفاظ دیگر ایلاگابولس جیسا کمینہ خصلت انسان بھلا کیسے اپنی یہ ہتک برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے ایک خوفناک تجربہ کر کے محافظ سپاہ کا امتحان لیا اور الیگزینڈر کے قتل کی جھوٹی خبر مشہور کر دی۔ اس خبر کو سن کر سپاہ کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور یہ طوفان غضب اس وقت تک نہ تھما جب تک کہ انھوں نے الیگزینڈر کو صحیح و سلامت اپنے درمیان نہ دیکھ لیا۔ اپنے چچازاد سے سپاہ کی یہ وفاداری دیکھ کر شہنشاہ بہت خفا ہوا اور اس نے

کچھ باغی سرداروں کو سزا دینی چاہی مگر اس کی یہ غیر دانش مندانہ حرکت اسے مہنگی پڑی جواباً جوش میں آ کر محافظ سپاہ نے نہ صرف ایلاگابولس کو قتل کر دیا بلکہ اس کی زخمی لاش کو روما کی گلیوں میں گھسیٹے پھرے اور آخر اسے دریائے ٹائبر میں پھینک دیا۔ سینیٹ نے اسکی شخصیت کو بدنام زمانہ قرار دے کر اسے باعث ننگ قرار دے دیا۔

الیگزینڈر سویرس کی تخت نشینی

محافظ سپاہ نے الیگزینڈر سویرس کو ایلاگابولس کے کمرے ہی میں تخت نشین کیا۔ سویرس کے خاندان سے اس کی وہ نسبت تھی جو ایلاگابولس کی تھی۔ اس کی نیک مزاجی نے پہلے ہی اسے رومیوں میں مقبول کر دیا تھا۔ سینیٹ نے اگلے دن اس کے لیے متعدد اعزازات کی توثیق کر دی جن میں کئی شاہانہ خطابات اور شاہانہ اقتدار شامل تھا۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ سویرس کا نام اختیار کیا۔ الیگزینڈر سویرس ایک منکسر مزاج، فرض شناس اور باحیا انسان تھا اور اس کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ اس لیے عنان حکومت دو خواتین کے ہاتھ میں رہی۔ ان میں ایک اس کی ماں مامائیا اور دوسری مائیسا اس کی نانی۔ اس کے تخت نشین ہونے کے تھوڑے عرصے بعد ثانی الذکر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد تمام اختیارات سلطنت اور شہنشاہ کی سرپرستی کا فریضہ اس کی ماں کے حوالے کر دیا گیا۔

مامائیا کے اختیارات

ہر دور اور ہر ملک میں یہ دستور رہا ہے کہ عقل مند یا کم از کم مضبوط مرد یا عورت کے ہاتھ میں عنان سلطنت رہے ہیں۔ صنف نازک کو اکثر گھر کی حفاظت اور معاملات تک محدود کر دیا گیا۔ موروثی بادشاہت میں بالخصوص یورپ جدید میں عزت اور حرمت کے لحاظ سے اور قانون وراثت کی استثنائی صورت مان کر کوئی خاتون کسی بڑے ملک کی مطلق العنان سربراہ مملکت مقرر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ اس ملک میں معمولی سی شہری یا فوجی ملازمت حاصل کرنے کی اہل نہیں ہوتی۔

چونکہ روم میں شہنشاہ فوجی جرنیل اور اعلیٰ فوجداری حاکم بھی تصور کیے جاتے تھے ان کی ماؤں اور بیویوں کو آگسٹا کے خطاب سے پکارا جاتا تھا تاہم کبھی ایسا نہ ہوا کہ انہیں شہنشاہ کے ذاتی خطاب سے پکارا جائے۔ خواتین کی حکومت کا تصور بھی رومی معاشرے میں عنقا تھا۔ قدامت پسند رومی اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ محبت کے بغیر شادی کرتے یا بغیر پسند کیے بیوی کو قبول کرتے تھے۔ تند مزاج ایگریپینا یعنی الیگزینڈر کی ماں کو امید تھی کہ وہ اپنے بیٹے شہنشاہ کی عزت و حرمت میں بھی شریک رہے گی کیونکہ اسی نے الیگزینڈر کو تخت نشین کرایا تھا مگر اس کی اس امید کو ہر رومی روم کے وقار کے منافی سمجھتا تھا اور ہر شخص کو سینکا اور برہوس کے سے استقلال کی وجہ سے اس کی طرف سے ناامید ہو جاتا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ تخت نشین ہونے والا شہزادہ اپنی فہم و فراست یا اپنی لاپرواہی کی وجہ سے اپنی رعایا کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے باز رہا۔ یہ بات بدنام زمانہ ایلاگابوس ہی کے لیے مخصوص تھی کہ وہ سینیٹ کے قوانین کو اپنی ماں کے نام پر نافذ کرتا تھا اور اس کی ماں سوئمیاس سینیٹ میں قونصلروں کے ساتھ بیٹھتی تھی اور سینیٹ کے ایک مکمل رکن کی حیثیت سے کارروائی میں حصہ لیتی تھی اور قانونی فیصلوں پر پوری طرح اثر انداز ہوتی تھی۔ سوئمیاس کی بہن مامائیا اس کے مقابلے میں زیادہ عقل مند تھی، اس نے ان بیکار اور غیر معمولی اختیارات سے دست برداری اختیار کی۔ ایک قانون یہ پاس کیا گیا کہ خواتین کو سینیٹ کی رکنیت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر کوئی رکن اس کی خلاف ورزی کرے گا تو اسے دیوتاؤں کا باغی، گستاخ اور جہنمی سمجھا جائے گا۔ سینیٹ میں اس قانون کے پاس کیے جانے کا منشا مامائیا کی مردانہ خواہشوں کو ختم کرنا تھا۔ اس کی ان خوہشات کا احترام کیا جاتا انہیں رد کیا جاتا لیکن وہ ہر صورت میں اپنے بیٹے پر امور سلطنت میں حاوی تھی اور وہ اپنی شفیق ماں کے سامنے بے بس تھا۔ مامائیا کو کسی طور پر یہ گوارہ نہیں تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ الیگزینڈر سویرس کی محبت میں حصہ دار ہو۔ اس کی رضامندی سے الیگزینڈر نے ایک عالی نسب رومی کی بیٹی سے شادی کی اور

وہ اپنے خسر کی جتنی عزت کرتا تھا اور اپنی بیوی سے اسے جتنی محبت تھی وہ اس سے کہیں کم تھی جتنی محبت وہ اپنی ماں سے کرتا تھا۔ مامائیا نے انتہا یہ کی شہنشاہ کے خسر پر بغاوت کا الزام لگا کر اسے قتل کرادیا اور اس کی بیوی کی تذلیل کر کے نا صرف محل سے نکال دیا گیا بلکہ شہر بدر کر کے اسے افریقہ بھجوادیا گیا۔

عمدہ اور بہتر انتظام سلطنت

وہ ظلم جس کی بنا حسد پر تھی اور اسی قسم کی بعض دیگر حرکات کے علاوہ جن کا الزام مامائیا کو دیا جاتا ہے اس کا انتظام سلطنت شہنشاہ اور عوام دونوں کے لیے یکساں مفید ثابت ہوا۔ سینیٹ کی بہتری کے لیے اس نے سینیٹ کے ایسے سولہ ارکان کا انتخاب کیا جو دانش مند اور نیک خو تھے۔ انھیں مشاورت عامہ کے لیے مستقل حیثیت دی گئی۔ ہر قومی امور کو ان کے سامنے بحث اور فیصلے کے لیے پیش کیا جاتا۔ مشہور قانون داں الپین کو اس مذکور کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا۔ خواص کی اس کمیٹی نے جلد ہی اپنی فہم و فراست اور استقلال سے سلطنت کا سب انتظام درست کردیا۔ سلطنت سے غیر ملکی ضعیف الاعتقادیوں اور عیش پرستیوں کے ساتھ ایلاگالوبس کے مظالم کے نشانات مٹانے کے بعد سلطنت کے تمام شعبوں سے نااہل افراد کو خارج کردیا گیا۔ قابلیت اور انصاف پسندی دو ایسے معیار تھے جن کی بنا پر دیوانی عہدے دیے جاتے تھے اور فوج میں بھرتی کے لیے بہادری، نظم وضبط کی پابندی ضروری قواعد قرار دی گئیں۔

الیگزینڈر کی عمدہ تعلیم وتربیت

مامائیا اور اس کے مشیروں کا سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ وہ نوجوان شہنشاہ کی عمدہ طور پر تربیت کریں اور اس کی کردار سازی ہی میں رومی دنیا کی خوشحالی اور مسرت مضمر تھی۔ خوش قسمتی سے اس عمدہ تربیت کا بیج ایسی سرزمین میں بویا گیا جو خود بھی زرخیز تھی۔ اس تربیت سے الیگزینڈر کی سمجھ میں آ گیا کہ نیکی کے فوائد کیا، علم سے کیا راحت حاصل ہوتی ہے اور محنت و مشقت کا ثمر کیا

ہے؟اس کے کردار کی میانہ روی نے اسے بے راہ روی سے محفوظ رکھا اور اس کی تحمل و بردباری نے اسے بھی برائی کی طرف راغب نہ ہونے دیا۔ ماں کی محبت اور اپیکین کی دانائی نے اس کی راہنمائی اور درباری خوشامد پرستیوں سے محفوظ رکھا۔

ایلگزینڈر کا روزنامچہ

اس کا روزنامچہ، اس کی زندگی کے معمولات اور مصروفیات کا سادہ سا جائزہ ہے اور اس میں معمولی سے معمولی واقعات بھی درج ہیں، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک مقبول عام شہنشاہ تھا بعض رعایات اور خصائص کے ساتھ اسے دور جدید کے حکمرانوں میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے معمولات میں صبح سویرے بیدار ہونا اور دن کے ابتدائی حصے میں مذہبی فرائض بجالانا شامل تھا۔ اس کے گھر کے معبد میں ان تمام انسانوں کی تصاویر یا بت آویزاں تھے جنھوں نے بنی نوع انسان کی کسی نے کسی طور اصلاح کی تھی۔ وہ خود بھی بنی نوع انسان کی خدمت کو دیگر امور پر ترجیح دیتا تھا۔ اس کی صبحوں کے اکثر اوقات کونسل میں صرف ہوتے۔ وہاں وہ امور سلطنت پر تبادلہ خیالات کرتا تھا، مقدمات کے فیصلے کرتا اور اپنی ناتجربہ کاری اور خردسالی کے باوجود یہ سب کام بخوبی انجام دیتا تھا۔ جب ان کاموں سے اس کی طبیعت بوجھل ہوجاتی تو وہ ادب اور ادبی کتابوں سے جی بہلاتا تھا اور کچھ وقت تاریخ، ادب اور فلسفہ کی کتابیں پڑھنے میں صرف کرتا۔ ہومر ورجل ہوریس کی شاعری، افلاطون کی جمہوریہ اور سسرو کی سیاست اس کی پسندیدہ کتابیں تھیں۔ انھیں کتابوں نے اس کے ذوق کی آبیاری کی تھی اور اس کی عقل ودانش میں اضافہ ہوا تھا جس کی بدولت وہ رموز حکومت سمجھنے لگا تھا۔ دماغی محنت کے بعد وہ کچھ وقت جسمانی ریاضت پر بھی صرف کرتا اور اپنے لمبے قد اور جسمانی ورزشوں کی وجہ سے اپنے ساتھیوں پر برتری حاصل کرلیتا تھا۔ ان معمولات کے بعد وہ غسل کرتا اور ہلکا سا ظہرانہ تناول کرنے کے بعد دوبارہ حکومتی مشاغل میں مصروف ہوجاتا۔ عشائیہ تک، جو رومیوں کا اصل کھانا تھا، اس کے نائبین اس کی خدمت میں حاضر رہتے اور ان کی مدد سے وہ درخواستوں اور

مراسلات کا مطالعہ کرتا اور ان کے مناسب جوابات تیار کیے جاتے۔ ان میں وہ مراسلات اور درخواستیں اور قراردادیں بھی شامل ہوتیں جو سلطنت کے دور دراز کے صوبوں سے وصول ہوتی تھی۔ اسکی میز پر عشائیہ میں نہایت سادہ غذا ہوتی تھی۔ جب وہ کبھی اپنی حسب منشاء کچھ کرنا چاہتا تو چند منتخب دوستوں کو مدعو کرتا جن میں الپیین کو ضرور شامل کیا جاتا تھا۔ دوستوں کے ساتھ عام گفتگو بھی بصیرت افروز ہوتی اور جب اس گفتگو میں خالی وقت میسر آجاتا تو نظمیں پڑھی جاتیں تھیں۔ شہنشاہ کے ان مشاغل کی وجہ سے رقاصائیں، بھانڈ اور مسخرے عموماً محل سے باہر ہی رہتے تھے۔ عام لوگوں کے محل میں حاضر ہونے کے کچھ خاص اوقات مقرر تھے۔ ان مواقع پر نقیب پکارتا تھا جس شخص کے دل ودماغ میں شر موجود ہو وہ اس مقدس مقام میں داخل نہ ہو۔

رومی سلطنت کی خوش حالی کا دور

زندگی کے ان باقاعدہ اور یکساں معمولات میں مشغول رہنے کے بعد برائی اور بدکاریوں کے لیے شہنشاہ کے پاس کوئی وقت نہیں بچتا تھا۔ مورخ نمبر یڈی اوس ے تفصیلات مہیا کی ہیں وہ بلاضرورت ہیں۔ کموڈوس کے عہد سے لے کر اگلے چالیس برس تک رومی سلطنت پر چار ظالم شہنشاہوں کی حکومت رہی اور رومیوں نے مسلسل چالیس سال میں ظلم وستم کے چار ادوار دیکھے۔ ایلاگابولس کی موت کے بعد انھیں تیرہ سال خوشحالی اور امن کے نصیب ہوئے اور صوبوں کو ان ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار سے نجات مل گئی جو کیراکلا نے ایجاد کیے تھے۔ جعلی یا بھی فوجداری حکام کی زیرنگرانی عیش وعشرت میں مشغول رہا۔ اب سلطنت میں ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ہر جگہ انصاف مہیا کرنے کے لیے مجسٹریٹ موجود تھے۔ بغیر کسی جبر کے اشیائے صرف کی رسد ورجائز تفریحات مہیا کردی گئی تھیں۔ سینیٹ کا ہر رکن نیک دلی سے ہر وقت شہنشاہ تک بلا روک ٹوک رسائی حاصل کرسکتا تھا۔ کسی پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی تھی۔

الیگزینڈر انطونی نس کا خطاب اختیار نہیں کرتا

انطونی نس کا نام جسے پائس اور مارکس کی نیک نامیوں کی بدولت چار چاند لگ گئے تھے پھر دراتیع کموڈس کو منتقل ہوا اور سیورلیس کی اولاد نے بھی بھی اسے اپنے نام کا جزو بنایا بعد ازاں نوجوان ڈیاڈومینیاس نے اسے اختیار کیا اور سب سے آخر میں ایمیسیا کے پجاری نے اسے اپنی برائیوں پر پردہ ڈالنے کے لے استعمال کیا۔ اس کے بعد سیٹ نے نہایت خلوص کے ساتھ یہ خطاب الیگزینڈر کو پیش کیا مگر اس نے اپنے پیشروؤں کے کارنامے دیکھتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ اپنے عہد میں وہ ہمیشہ کوشاں رہا کہ انطونیس کے عہد کی خوشحالی لوٹ آئے۔

فوج کی اصلاح کی کوششیں

اپنے حکومتی انتظام میں الیگزینڈر نے بہت سی عمدہ باتوں کو رواج دیا اور عوام نے عام خوشحالی سے لطف اندوز ہو کر اپنے اس کرم فرما کے لیے محبت اور شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کیا لیکن اب بھی ایک اہم اور سب سے دشوار کام یہ تھا۔ یہ کام فوج کی اصلاح تھا۔ طویل مدت کی بدنظمی کی وجہ سے فوج میں نظم وضبط کا فقدان پیدا ہو چکا تھا۔ یہ لوگ عرصے سے آزاد چلے آ رہے تھے اور جس بات میں اپنا مفاد دیکھتے اسے اپنا لیتے تھے اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے کو اپنی ذمہ داری نہ سمجھتے تھے۔ فوج میں اصلاح کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے شہنشاہ نے اپنے خوف کو چھپا کر محبت اور شفقت کا رویہ اپنایا اور سپاہیوں میں محض تنخواہ تقسیم کرنے کی بجائے زر وسیم تقسیم کر دیا اور مزید انعام واکرام بھی دیے تا کہ فوج رام ہو جائے۔ طویل مارچ کے دوران سترہ دن کی خوراک کو کندھوں پر اٹھا کر چلنے والی فوجی شق میں نرمی کر دی۔ عوامی شاہراہوں کے کنارے بڑی تعداد میں اسلحہ خانے اور رسد کے گودام تعمیر کیے گئے۔ جب سپاہی دشمن کے ملک میں داخل ہوتے تو ان کے لیے سامان رسد خچروں اور اونٹوں پر لاد کر روانہ کیا جاتا۔ الیگزینڈر اپنی فوج کی عیش پرستی

کی وجہ سے ان کی اصلاح سے مایوس ہو گیا تھا مگر پھر بھی اس نے کوشش کی کہ ان میں اصلاح کی جائے اور انھیں عمدہ اسلحہ اور اعلیٰ گھوڑے مہیا کیے جائیں۔ ان کی ڈھالیں سونے چاندی سے مرصع ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ اس وجہ سے فوجیوں کو کتنی تکلیف پہنچے گی۔ وہ ذاتی طور پر ان سے جو محبت کے کام لیتا ان میں خود بھی شریک ہوتا۔ اگر سپاہیوں میں کوئی زخمی یا بیمار ہو جاتا تو وہ بنفس نفیس اس کی عیادت کو جاتا اور ہر موقع پر ان سے احترام و شفقت سے پیش آتا۔ ان کی بہبود کا خیال رکھتا۔ اس نے بہت آہستہ روی سے ان میں خیال پیدا کیا کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں اور اگر فوجی قواعد پوری پابندی نہ بھی ہو تو ان کے دماغ میں ان کا کم از کم دھندلا سا خاکہ تو موجود ہو کہ رومیوں نے اسی خوبی کی وجہ سے دنیا کے بہت سے ممالک فتح کیے تھے مگر اس کی یہ تمام کوششیں ناکام رہیں اور اس نے جن باتوں کی اصلاح کی کوشش کی وہ اور زیادہ بڑھ گئیں۔

محافظ فوج نے الپیین کو قتل کر دیا

محافظ سپاہ کے لوگ الیگزینڈر کو اس کی کم عمری کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے اور اسے اپنا جواں سال شاگرد سمجھتے تھے جسے انھوں نے ایک ظالم کے پنجے سے نجات دلا کر تخت نشین کیا تھا۔ الیگزینڈر خود بھی ان کی عنایات کو تسلیم کرتا تھا۔ وہ دلیل اور انصاف کی حدود میں قائم رہا۔ اس لیے جلد ہی محافظ فوج اس کی نیک طینتی سے غیر مطمئن ہو گئی اور ان کی یہ بددلی اتنی بڑھی کہ ایلاگابولس کی برائیوں سے نفرت سے زیادہ ہو گئی۔ محافظ فوج کا سالار جو قانون اور عوام دونوں کو دوست رکھتا تھا اسے سپاہی اپنا دشمن خیال کرنے لگے۔ اصلاح کی ہر تجویز کو وہ اس کی شر پسندی تصور کرتے تھے۔ اس کی کسی معمولی سی بات پر خفا ہو کر وہ بالآخر بغاوت پر اتر آئے اور تین دن تک روم خانہ جنگی کا مرکز بن رہا جبکہ عوام کی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس دانش مند انسان کی جان بچ جائے، اسی لیے انھوں نے اس کو اپنے گھروں میں پناہ دے رکھی تھی، لیکن جب باغیوں نے عوام کے کچھ گھروں کو آگ لگا دی اور ایک باغی جرنیل نے عوام کو تنبیہ کی کہ ہم پورے شہر کو آگ

لگا دیں گے تو لوگوں نے گھبرا کر الپئین کا ساتھ چھوڑ دیا۔ سپاہیوں نے شاہی محل تک اس کا پیچھا کیا اور اسے بالآخر شہنشاہ کے قدموں میں قتل کر دیا اور اس کی شاہی پناہ میں آ جانے کی کوشش ناکام بنا دی۔ حکومت قابل افسوس حد تک معذور تھی۔ شہنشاہ خود اپنے دوست کا انتقام نہ لے سکا۔ ایپا گاتھوس جو اس بغاوت کا سرغنہ تھا بعد ازاں اسے مصر کا حاکم اعلیٰ بنا کر روم سے باہر بھیج دیا گیا پھر اس اعلیٰ عہدے سے اسے معزول کر کے جزیرہ کریٹ کا گورنر بنا دیا گیا پھر کچھ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب فوج میں اس کی مقبولیت کچھ کم ہوئی تو الیگزینڈر نے اسے اس کے جرائم کی سزا دینے کی ہمت کی۔ اس انصاف پسند بادشاہ کے عہد میں فوج اتنی دلیر تھی کہ وہ محض شک کی بنا پر اس کے وزرا کو قتل کی دھمکیاں دیتی تھی وہ وہ فوج کی اصلاح سے باز رہیں۔

مورخ ڈایونی کیسس کی جان کو خطرہ

ڈایونی کیسس جو مورخ بھی تھا پرانے قواعد کی رو سے پینونیا کی فوج کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ فوج کے نظم و ضبط کی قدیم روایات و قائم رکھیں۔ روم میں سپاہ نے فوجی قواعد کی پابندی سے آزادی کے لیے ایک مشرکہ مقصد کے تحت اس وزیر کے سر کا مطالبہ کیا۔ الیگزینڈر نے اس شخص کی خدمات سے پیش نظر فوج کے اس مطالبہ کو تسلیم نہ کیا اور اسے اپنا ساتھی قونصلر بنا لیا اور اس معزز شخص کے اخراجات بھی شاہی خزانے سے ادا کیے گئے لیکن اس خوف کو محسوس کرتے ہوئے کہ سپاہ اسے اس بلند مرتبہ پر دیکھے گی تو اس کے خون کی پیاسی ہو جائے گی اسے قونصلر کے عہد سے سبکدوش کر دیا گیا اور اس نے اپنی باقی زندگی کمپانیا میں اپنے باغات کی دیکھ بھال میں بسر کی۔

فوج کا بگڑنا

شہنشاہ کی نرم مزاجی وجہ سے فوج کا حوصلہ بڑھ گیا اور انھوں نے ہر قسم کے اختیارات پوری شدت اور گستاخی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ الیگزینڈر کا پورا عہد اس عہد کی برائیوں

کے استیصال کی کوشش میں صرف ہوا۔ الیریکوا، موریطانیہ، آرمینیا، میسوپوٹیمیا اور جرمنی میں مسلسل بغاوتیں ہونے لگیں اور اس کے افسر قتل کیے جانے لگے اور اس کے احکام کی بے وقعتی کی جانے لگی اور آخر فوج کی بددلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ الیگزینڈر کی زندگی حکومت کی نذر ہوگئی۔ ایک خاص واقعہ جس کا ذکر ضروری ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ سپاہ کی حالت سے پتا چلتا ہے کہ وہ کم از کم ایک مرتبہ اپنے فرائض کو سمجھ کر اپنی ذمہ داری کو کس حد تک قبول کرتے تھے اور نظم وضبط کی بحالی کو کس جذبے سے ساتھ قبول کرتے تھے۔

شہنشاہ کا استقلال

فارس کے حملہ کے موقع پر جن دنوں شہنشاہ انطاکیہ میں تھا شہنشاہ نے ان سپاہیوں کو سزا دی جن پر الزام تھا کہ وہ خواتین کے غسل خانوں میں گھس گئے۔ ان سپاہیوں کا جس لشکر سے تعلق تھا اس کے جذبات برانگیختہ ہوگئے اور وہ بغاوت پر اتر آئے۔ الیگزینڈر نے عدالت لگائی اور کسی حد تک استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس نے فوج کو سختی سے تنبیہ کی اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اس کے پیشرو حکمرانوں کی پھیلائی ہوئی بے راہ روی کی اصلاح کی جائے اور نظم وضبط کی پابندی کی جائے۔ اگر یہ اصلاح نہ کی گئی تو روم اور اس کی سلطنت کا نام تباہ ہو جائے گا۔ اس کی اس تقریر کو فوجیوں نے شور وغوغا کر کے منقطع کرنے کی کوشش کی۔ اس پر شہنشاہ نے ان سے کہا "اپنے شور و غوغا کو بند کرو اور ایران، جرمنوں اور سرماشیوں سے لڑنے کو تیار ہو جائے۔ تمھیں چاہیے کہ اپنے شہنشاہ کے حضور میں خاموش رہو۔ میں تم سے ہمیشہ مہربانی کا سلوک کرتا ہوں، صوبوں سے حاصل کردہ مال سے تمھیں خوراک، لباس اور رقوم مہیا کرتا ہوں۔ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں تمھیں سپاہی نہیں کہوں گا اور تمھیں فوجی ملازمت سے برطرف کر کے عام شہریوں میں شامل کر دوں گا۔ جو لوگ رومی قوانین کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتے وہ بدترین مخلوق کہلانے کے قابل بھی نہیں ہیں کجا انھیں انسان کہا جائے۔ شہنشاہ کے ان الفاظ نے فوج کے جذبات برانگیختہ کر دیے اور انھوں نے

اپنے ہتھیار سنبھال لیے اور وہ شہنشاہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دلیر شہنشاہ نے بے خوفی سے اپنی تقریر جاری رکھی اور سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "اچھا ہوگا کہ تم ہتھیاروں کو شرفا کی طرح میدان جنگ میں استعمال کرو۔ ممکن ہے کہ تم مجھے بھی قتل کر دو مگر اس کے بعد تم رعایا کے انصاف سے نہ بچ سکو گے۔ وہ تمھیں اس جرم کی سزا ضرور دیں گے، مگر سپاہیوں نے اپنی باغیانہ سرگرمی جاری رکھی اس پر شہنشاہ نے بلند آواز اور فیصلہ کن لہجے میں انھیں حکم دیا "شہریو! اپنے ہتھیار رکھ دو اور خاموشی سے اپنے گھروں کو چلے جاؤ" اس سے سپاہیوں کا غم و غصے کا بڑھتا ہوا طوفان تھم گیا۔ سپاہی غم اور شرم سے ساکت ہو گئے۔ انھوں نے اس سزا کے انصاف پر مبنی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اس سزا کو قبول کر لیا اور فوجی نظم و ضبط پر عمل درآمد کرتے ہوئے اپنے ہتھیار اور فوجی اعزازات خاموشی سے رکھ کر اپنے ٹھکانوں کو لوٹ گیے۔ وہ چھاؤنی میں نہ گئے اور اکثر نے شہر کے مسافر خانوں میں اپنا انتظام کیا۔ پورے ایک ماہ تک وہ اپنے کردار پر پشیمان اور شہنشاہ ان کی پشیمانی پر لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس نے فوجیوں کو اس وقت تک ان کے عہدوں پر بحال نہ کیا جب تک ان لوگوں کو سزا نہ دی جن کی سازش سے یہ بغاوت رونما ہوئی تھی۔ یہی لشکر تمام عمر شہنشاہ کا وفادار رہا اور جب وہ قتل کیا گیا تو انھی نے اس کے قتل کے انتقام لیا۔

اس کی ذاتی کمزوریاں

اجتماعات کے فیصلے دیرپا نہیں ہوتے۔ جس طرح جذبات سے متاثر ہو کر سپاہیوں نے اپنے ہتھیار اتار کر شہنشاہ کے قدموں میں رکھ دیے اس طرح ممکن تھا کہ وہ شہنشاہ کے خلاف ہتھیار اٹھا لیتے مگر شہنشاہ نے انتہائی بے خوفی اور جرات سے کام لیا اور سپاہیوں سے اپنا حکم منوایا۔ چونکہ یہ تاریخی واقعہ ایک معتبر مورخ نے تحریر کیا ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قیصر روم کے ہی شایان شان تھا۔ اس واقعہ سے الیگزینڈر سویرس کے کردار دار کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ اسے جس قدر مشکلات کا سامنا تھا اس کے لیے اس کی اہلیت ناکافی تھی۔ اس کے ارادے نیک تھے مگر حوصلہ

پست ہو چکا تھا۔ اس کی عمدہ خصلتوں اور ایلاگابولس کی برائیوں دونوں میں شام کی خوشگوار آب و ہوا کی وجہ سے کمزوری کا رنگ جھلکتا تھا۔ الیگزینڈر بھی شام کا باشندہ تھا۔ وہ شامی النسب ہونے پر شرمندگی محسوس کرتا تھا اور ان ماہرین الانساب کو بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا تھا جو محض خوشامدانہ انداز میں اس کا شجرہ نسب قدیم رومی شرفا سے ملاتے تھے۔ اس کے عہد حکمرانی پر اس کی ماں کے غرور اور فحاشی کے بدنما داغ بھی تھے اور وہ اپنے بیٹے سے ایسی تابع فرمائی کی توقع رکھتی تھی جو وہ کمسنی میں کرتا تھا۔ اس نے خود دنیا پر واضح کر دیا کہ اس کے بیٹے اور اس کے اپنے مزاج میں کتنا فرق ہے۔ ایران سے لڑی جانے والی جنگ کی تکان نے فوج کے مزاج کو چڑچڑا بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس جنگ میں ہونے والی شکست نے شہنشاہ کی بطور جرنیل قابلیت کو بھی مشکوک کر دیا۔ اسے لوگ اچھا سپاہی تسلیم کرنے میں پس وپیش سے کام لینے لگے۔ یہ صورت حال پیدا ہو جانے سے ہر طرف سے انقلاب انقلاب کے نعرے بلند ہونے لگے اور بعض قدرتی آفات سے یہ سلسلہ تیز تر ہو گیا۔

خزانے کے خالی ہونے کے سبب

کوموڈس کی موت کے بعد سے سلطنت میں چاروں طرف سے بغاوت کی خبریں آنے لگی تھیں۔ سویرس کے خاندان کے حکمرانوں نے جو نئے اصول متعارف کرائے ان سے فوج کے اختیارات بہت بڑھ گئے اور رومیوں کے دلوں میں جو قانون اور آزادی کی وقعت تھی وہ کم ہونے لگی۔ اس داخلی تبدیلی سے سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں۔ ہم نے بالصراحت بیان کیا ہے کہ شہنشاہوں کا ذاتی کردار ان کی فتوحات، ان کی ترتیب دیے ہوئے قوانین اور ان کی غلطیوں جیسے عوامل رومی سلطنت کے روال وانحطاط کا سبب بنے۔ اسی مقصد کو ہم ہر وقت پیش نظر رکھتے ہوئے انطونی نس کیراکلا کے اس حکم کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جس کی رو سے اس نے سلطنت کے ہر آزاد فرد کو رومی شہری ہونے کا شرف بخشا تھا مگر یہ حکم اس شہنشاہ کی دریا دلی اور آزادی کی عکاسی

نہیں کرتا بلکہ اس سے خزانے کے خالی ہونے اور مملکت کی مالی حالت کا اندازہ ہوتا ہے جسے درست کرنے کے لیے اس نے رومی شہریت کے عوض خالی خزانہ بھرنے کی کوشش کی تھی۔ سلطنت کی مالی حالت کا اندازہ زمانہ فتوحات سے لے کر الیگزینڈر سویرس کے عہد تک کے سلطنت کے آمد وخرچ کے گوشوارے سے لگایا جاسکتا ہے۔

بنیاد

ٹسکنی میں ویائی VII کا محاصرہ وہ پہلا واقعہ تھا جس سے رومیوں کی عسکری کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس محاصرے نے طول کھینچا اور یہ دس سال تک جاری رہا۔ اس کی طوالت کا سبب محصورین کی بہادری کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس سے محاصرین کی ناتجربہ کاری کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مقام روم سے صرف بیس میل دور تھا چونکہ رومی فوجی موسم سرم کی شدت برداشت کرنے کے عادی نہیں تھے اس لیے انکی حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت تھی۔ ویائی کی فتح کے بعد اگلے تقریباً دوسو سال میں سلطنت روما کی دولت میں تو اضافہ نہ ہوا مگر فوج کی قوت اور اقتدار میں بہت اضافہ ہوگیا۔ جو باج گزار ریاستیں اٹلی میں تھیں وہ اپنا خراج فوجی خدمات کی شکل میں ادا کرتی تھیں لیکن وہ بحری و بری فوجی طاقت جو قرطاجنہ سے لڑی جانے والی پہلی جنگ میں صرف ہوئی تھی اس کے تمام اخراجات کو رومیوں نے خود برداشت کیا تھا۔ اس بلند ہمت قوم نے اپنے جذبہ حریت کی بنیاد پر بڑے سے بڑے محاصل رضا کارانہ پر ادا کیے تھے۔ رومیوں کو اس پر پورا بھروسا تھا کہ انھیں اس مشقت کا انعام بہت جلد فتح اور مال غنیمت کی صوت میں مل جائے گا۔

رومیوں کو ٹیکس سے نجات

اور پھر چند سال کے قلیل عرصے میں سیراکیوز، قرطاجنہ، مقدونیہ اور ایشیا کی تمام دولت روم پہنچ گئی۔ صرف پرسی اوس کے خزانے چالیس لاکھ پونڈ اسٹرلنگ کی قیمت کے تھے۔ اس کے نتیجے میں رومی شہریوں کو ہر قسم کے ٹیکس ادا کرنے سے نجات مل گئی تھی۔ صوبوں سے روز افزوں جو رقوم آتی

تھیں وہ حکومت اور فوج کے اخراجات کے لیے کافی تھیں اور جو سونا چاندی اسکے علاوہ ہوتا اسے دیوتا کے مندر میں جمع کر دیا جاتا تا کہ بوقت ضرورت ہنگامی اخراجات اس سے پورے کیے جائیں۔

صوبوں سے وصول کیے جانے والے ٹیکس

تاریخ میں سب سے بڑا نقصان شہنشاہ آگسٹس کے گوشوارہ رجسٹر کے گم ہونے سے پہنچا تھا۔ اس رجسٹر میں تجربہ کار شہنشاہ نے رومی سلطنت کی آمد وخرچ کا گوشوارہ درج کیا تھا۔ پھر یہ رجسٹر سینیٹ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس رجسٹر کی گمشدگی کے بعد مورخین کو صرف ان اشاروں پر بھروسا کرنا پڑا جو بعض اولین مورخین کے تاریخی وقائع کو چھوڑ کر کہیں کہیں بیان کیے اور اس طرح اپنی تواریخ کو زیادہ دلچسپ بنانے کی بجائے زیادہ مفید بنا دیا۔ تواریخ سے پتا چلتا ہے کہ صرف پومپی Pompey کی فتح کے بعد ایشیا سے جو رقوم بطور ٹیکس وصول ہوئی وہ پچاس کروڑ سے بڑھ کر ایک ارب 35 کروڑ تک پہنچ گئی جو 45 لاکھ پونڈ اسٹرلنگ کے برابر تھی۔ مصر کے آخری بادشاہ بطلیموس نے جو اطلاعات فراہم کیں ان کے مطابق مصر کا سالانہ مالیہ ایک کروڑ پچیس لاکھ طلائی سکے تھے جو 45 لاکھ پونڈ کے برابر تھے۔

ایشیا سے وصول کیے جانا والا ٹیکس

بعد ازاں رومی آمدنی میں اضافے کے لیے ان ٹیکسوں کو بڑھا دیا گیا۔ ایتھوپیا اور ہندوستان سے تجارت کے باعث آمدنی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ صوبہ گال کے لوگ لوٹ مار سے ویسے ہی مالدار ہو گئے تھے جیسے مصر کے لوگ تجارت سے ہوئے تھے۔

مصر کا محصول

ان دونوں صوبوں سے جو مالیہ وصول ہوتا تھا وہ تقریباً برابر تھا۔ شکست خوردہ اور تباہ شدہ قرطاجنہ پر تاوان عائد کیا گیا تھا کہ وہ دس ہزار ٹیلینٹس جس کی قیمت چالیس لاکھ پونڈ کے برابر تھی پچاس برس کے اندر رومی خزانے میں جمع کرائے اور یوں برتری کو تسلیم کرنے کا عملی ثبوت فراہم کیا۔

افریقہ کا محصول

جب افریقہ کو صوبائی حیثیت دی گئی تو اس پر مزید ٹیکس لاگو کر دیے گئے

اسپین کا محصول

بدقسمتی سے اسپین کی حالت زمانہ قدیم میں ایسی ہی تھی جیسے آج کل پیرو اور میکسیکو کی ہے۔ فونیقی قوم نے امیر مغربی اعظم کو دریافت کیا تھا اور وہاں کی سادہ لوح مقامی آبادی کو غلام بنا لیا تھا۔ انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی ہی کالونی میں فاتحین کے لیے محنت مزدوری کریں اور ان کی پیداوار فاتحین کے حوالے کر دیں۔ ایسی مثال ہمیں زمانہ جدید میں ملتی ہے جب اہل اسپین نے ہسپانوی امریکہ کے باشندوں کو محنت و مشقت پر مجبور کیا۔ فونیقی صرف ہسپانیہ کے ساحلی علاقوں سے واقف تھے۔ حرص اور لالچ نے رومیوں اور اہل قرطاجنہ کو سپین کے وسطی مقامات تک پہنچا دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اس ملک کے ہر حصہ میں تانبے، سونا اور چاندی کی بہتات ہے۔ تاریخ میں کارتھی جنا کے قریب ایک کان کا ذکر ملتا ہے جس سے روزانہ پچیس ہزار درہم کی مالیت کی چاندی نکلتی تھی جو موجودہ تین لاکھ پونڈ بنتی ہے۔ اسٹریا، گلیشیا اور لوزیطانیہ کے صوبوں سے بیس ہزار پونڈ کے وزن کا سونا سالانہ مالیہ کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔

جزیرہ گیاروس کا مالیہ

اگر ہم ان تمام ریاستوں کے محصولات کا اندازہ لگانا چاہیں جو سلطنت میں شامل کر لی گئی تھیں تو اس کے لیے ہمیں بہت زیادہ وقت اور کافی مقدار میں تاریخی مواد درکار ہے۔ بہرحال ان صوبوں کے محصولات کا کچھ نہ کچھ تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو یا تو قدرتی طور پر زرخیز تھے یا جہاں انسانوں نے بے شمار دولت اکٹھی کر لی تھی۔ جو توجہ رومی اپنے صوبائی آبادیوں پر دیا کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کے ان کے عزائم کیا تھے۔ شہنشاہ اگسٹس کو ایک مرتبہ جزیرہ گیاروس Gyarus کے باشندوں کی طرف سے ایک عاجزانہ درخواست پیش کی گئی کہ ان کے سالانہ

محصول کو ایک تہائی معاف کر دیا جائے۔ اس چھوٹے سے جزیرہ سے جو سالانہ محصول وصول کیا جاتا تھا وہ صرف ڈیڑھ سو درہم یا پانچ پونڈ کے برابر تھی جو ان غریب ماہی گیروں کے لیے بہت زیادہ تھی جو اس جزیرے پر آباد تھے۔

تمام محاصل

اگر ہم منثر اور مشکوک ذرائع تاریخ سے پتہ چلائیں تو نتائج یہ نکلتے ہیں کہ رومیوں کی مستقل سالانہ آمدنی کبھی 15 کروڑ پونڈ سے کم نہیں ہوتی تھی۔ یہ رقم ان تمام حکومتی اخراجات کے لیے کافی تھی جو آگسٹس نے قائم کیے جس کی انتظامیہ عیان پر مشتمل تھی جس میں صرف ایک ہی خاندان کے افراد شامل تھے۔ آگسٹس نے فوج صرف دفاعی نظریات کے تحت رکھی ہوئی تھی۔ اسکا کام صرف سرحدوں کی حفاظت تھا۔ وہ مزید فتوحات کا کوئی عزم نہیں رکھتا تھا اور سلطنت پر بیرونی حملے کا بھی کوئی احتمال نہیں تھا۔

آگسٹس کا رومیوں پر ٹیکس عائد کرنا

ان دونوں امکانات میں ثانی الذکر کو خود آگسٹس نے تسلیم کرنے سے سختی سے انکار کیا تھا۔ مورخین کے لیے اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آگسٹس جو رومی دنیا کا بابائے قوم تھا کیا اصلاً رومیوں کی آزادی کا غاصب تھا۔ کیا وہ صوبوں کو آزادی دینا چاہتا تھا؟ یا پھر سینیٹ اور ممالک محروسہ کو مزید کمزور کرنا اس کا اصل مقصد تھا تاہم جونہی اس نے اقتدار کو سنبھالا اس نے سالانہ خراج میں کمی کرنا شروع کر دی اور یہ اعتراض کیا کہ محصولات کے بوجھ کا توازن دیگر علاقوں کی نسبت خود اٹلی روم پر بہت کم ہے۔ اپنے اس غیر مقبول منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے غیر معمولی احتیاط سے کام لینا پڑا۔ پہلے اطالیہ میں راہداری کا ٹیکس عائد کیا گیا پھر آبادی کو متعارف کرایا گیا اس کے بعد رومیوں کی ذاتی اور حقیقی جائداد پر محصول عاید کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ یہ لوگ پچھلے ڈیڑھ سو سال سے ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔

محصول چنگی

روم جیسی عظیم سلطنت میں لامحالہ آمدنی اور خرچ کا حساب یقیناً برابر رہتا ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ذکر آیا کہ جیسے جیسے صوبوں کے خزانے فتوحات اور تصرف کی وجہ سے دارالحکومت میں پہنچے تھے ویسے ہی مرکز سے بڑی بڑی رقمیں تجارت اور فنون کی بدولت ان صوبوں میں منتقل ہوجاتی تھیں جہاں کے لوگ محنت ومشقت کے عادی تھے۔ آگسٹس اور اس کے جانشینوں کے عہد میں ہر قسم کے اسباب تجارت پر محصول مقرر کیا گیا اور اس طرح ایک بار پھر روپیہ بڑی بڑی رقموں کی صورت میں دارالحکومت پہنچنے لگا۔ رومی قوانین کے الفاظ چاہے کچھ ہوں مگر حقیقت میں ٹیکس صوبوں کے تاجروں کو نہیں بلکہ رومی خریداروں یا عام شہریوں کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ اسبب تجارت پر جو محصول چنگی وصول کیا جاتا تھا وہ مختلف مقامات پر مختلف ہوتا تھا۔ بعض مقامات پر وہ کل مال کی قیمت کا آٹھواں حصہ اور کہیں چالیسویں حصے تک ہوتا تھا۔ اس کمی بیشی کا سبب شہنشاہ کی صوبائی حکمت عملی تھی یا یوں کہ لیجیے کہ عیش وعشرت کے سامان پر زیادہ محصول لیا جاتا تھا اور جو چیزیں ضروریات زندگی میں داخل تھیں ان پر کم ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے رومی مصنوعات یا پیداوار پر عرب اور ہندوستان سے منگوائی گئی اشیا کی نسبت کم ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ تاریخ کے صفحات میں مشرقی مصنوعات کی ایک ایسی نامکمل فہرست موجود ہے جن پر الیگزینڈر سیویرس کے عہد میں محصول چنگی ادا کرنا پڑتی تھا۔ دارچینی، کالی مرچ، ادرک اور بہت سی خوشبودار اشیا ایسی تھیں جو مشرقی ممالک سے روم برآمد کی جاتی تھیں ان سب پر محصول عائد تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کے ہیرے اور جواہرات بھی برآمد کیے جاتے تھے۔ ہیرا اس زمانے میں سب سے زیادہ قیمتی خیال کیا جاتا تھا اور زمرد کو بہت خوبصورت پتھر قرار دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ پارتھیا اور ارض بابل سے چمڑا، کپاس اور کچا ریشم، آبنوس، ہاتی دانت اور خواجہ سرا بھی روم بھجوائے جاتے تھے۔ جیسے جیسے سلطنت کے روال کے اسباب مہیا ہوتے گئے ویسے ویسے مشرقی خواجہ سراؤں کی ضرورت اور ان کی قدر بڑھتی گئی۔

آگسٹس کے آبکاری محصولات

آگسٹس نے جو ٹیکس عائد کیے بہت کم مگر عام تھے۔ یہ محصول یا ٹیکس بھی ایک فی صد سے زیادہ نہیں بڑھے لیکن یہ ٹیکس ان تمام اشیا پر لاگو ہوتے جو بازار میں یا نیلام کے ذریعے فروخت کی جاتی تھیں۔ یہ مکانوں، سواری کے جانوروں سے لیکر معمولی اشیا تک پر عائد تھا۔ یہ ٹیکس اس لیے بہت زیادہ ہو جاتا تھا کہ یہ معمولی اشیا بڑی مقدار میں اور روزمرہ استعمال کی جاتی تھیں۔ اس قسم کے ٹیکس سے لوگ ہمیشہ چیں بہ جبیں ہوتے تھے جس کا اثر روزمرہ زندگی پر پڑتا تھا مگر اس کے خلاف باقاعدہ احتجاج کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ شہنشاہ خود سلطنت کے ذرائع آمدنی اور اس کی ضروریات سے بخوبی واقف تھا۔ اسے ایک اعلان کے ذریعے یہ حکم نافذ کرنا پڑا تھا کہ انھیں محصولات ہی کے ذریعے فوج کے اخراجات پورے کیے جا سکتے ہیں۔

وراثت ٹیکس

جب آگسٹس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ بیرونی حملہ آوروں اور داخلی شر پسند عناصر کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ایک باقاعدہ اور مستقل فوج کی ضرورت ہے تو اس نے اس فوج کو تنخواہ کی ادائیگی کے لیے ایک خاص قسم کے خزانے کے قیام کا بندوبست بھی کیا۔ اس خزانے سے عمر رسیدہ فوجیوں کو نعام واکرام بھی دیے جاتے تھے۔ اگرچہ جو محصولات اس مقصد کے لیے اکٹھے کیے جاتے تھے اس سے کافی آمدنی ہو جاتی تھی مگر وہ مذکورہ بالا اخراجات کے لیے ناکافی پڑ جاتی تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایک نیا ٹیکس پانچ فی صد کی شرح سے وصول کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ٹیکس ہر قسم کی جائیداد کی بذریعہ وراثت منتقلی پر عائد کیا گیا لیکن روم کے شرفا کو اپنی آزادی کے حقوق کی بجائے روپیہ کی زیادہ پروا تھی۔ اس لیے انھوں نے اس ٹیکس کے نفاذ پر برہمی اور احتجاج کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ آگسٹس نے اپنے مزاج کے مطابق ان کو ٹال دیا اور پھر یہ معاملہ سینیٹ میں پیش کر دیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس قومی ضرورت کو پورا کرنے میں

مدد کریں اور ایسی صورت متعارف کرائیں جو عوام میں نامقبول نہ ہو۔ ساتھ ہی اس نے سینیٹ کو صاف صاف بتا دیا کہ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو مجبوراً ہر فرد اور اس کے کھیتوں اور دیگر ذرائع آمدنی پر ٹیکس عائد کر دے گا۔ آخر خاموشی اختیار کر کے انھوں نے نیم رضامندی کا اظہار کیا۔ یہ نیا ٹیکس چند شرائط کے ساتھ عائد کر دیا گیا۔ لوگ یہ ٹیکس صرف اس صورت میں ادا کرتے جب جائداد کی قیمت ایک سو یا پچاس اشرفیوں سے زائد ہوتی۔ والد کے قریبی رشتہ داروں پر بھی اسکا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح جب فطری حقوق کا تحفظ ہو گیا تو یہ بات معقول معلوم دینے لگی کہ اگر کوئی اجنبی دور کا رشتہ دار ہو کسی جائیداد کا غیر متوقع طور پر وارث قرار پائے تو وہ بخوشی حکومت کو اس کا بیسواں حصہ ادا کرے۔

قوانین اور عادت کے مطابق ٹیکس

اس قسم کا ٹیکس جس کی مقدار ایک امیر معاشرے میں کافی زیادہ ہوتی ہے وہ رومیوں نے ان حالات میں خوش دلی سے قبول کیا۔ وہ اپنی رضامندی سے وصیتیں لکھ جاتے جو یا تو استدلال کے مطابق ہوتیں یا جذبات کی رو میں آ کر تحریر کر دی جاتیں۔ ان پر کوئی ایسی قدغن نہیں تھی جو عصر جدید میں لازم سمجھی جاتی ہے اور تصفیہ طلبی کی متقاضی ہوتی ہے۔ بعض حالات میں دولت مشترکہ کے تقاضوں کے تحت آبائی رشتہ داروں کو بالکل محروم رہنا پڑتا اور سلطنت کے عیاش امرا کو بھی مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے جائیداد کا صرف چوتھا حصہ مخصوص کر دیتا تو ہر طرح سے معاملہ کو مضبوط کر دیتا کہ اس کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہ کی جا سکے۔ لیکن اگر کوئی امیر بوڑھا لاولد رہتا تو اس کی طاقت اور اس کے اختیارات اس کی عمر اور کمزوریوں کے ساتھ بڑھتے جاتے تھے۔ اسکے گرد ایک جماعت رہتی جس کے افراد کو وہ غلطی سے کونسل یا حکام سمجھتا۔ وہ اس کی خوشنودی کا ہر طرح سے خیال رکھتے، اس کی مسکراہٹوں پر جان نچھاور کرتے اور اس کے جذبات کی غلامانہ اطاعت کرتے، اس کی حماقتوں کی تعریف کرے اس کی بے راہ روی کا

برا نہ مناتے اور بڑی بے صبری سے اس کی موت کا انتظار کرتے۔ خوشامد اور مصاحبت کا فن اس زمانے میں سائنس کا درجہ اختیار کر گیا جو اس فن کے ماہر ہوتے وہ اس سے بڑا فائدہ اٹھاتے تھے۔ کسی نے رومی امرا کی اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شہر کا ایک مزاحیہ خاکہ اڑایا ہے جس کے مطابق یہ شہر دو قسم کے لوگوں میں منقسم تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو دوسروں کے مال پر دانت تیز کیے رہتے تھے جبکہ لوگوں کا دوسرا گروہ وہ تھا جس کے مال پر لوگوں کی حرص آمیز نظریں رہتی تھیں۔ ایسی وصیتیں بڑی تعداد میں لکھی جاتیں جو عجیب وغریب ہوتیں جن کو رومی امرا اپنے بیوقوفی اور دوسروں کی ہوشیاری کی وجہ سے لکھواتے تھے تاہم ایسی وصیتیں بھی ہوتیں جو معقولیت اور حقوق کی ادائیگی پر مشتمل ہوتیں۔ سسرو جس نے اپنے بہت سے ساتھی شہریوں کی زندگی اور جائیں بچائی تھیں اس کے لیے کسی نے سترہ لاکھ پونڈ کی وصیت چھوڑی تھی۔ ایسی ہی کیفیت نوجوان پلینی کی تھی جسے اس کی جادو بیانی کی بدولت تقریباً اتنی ہی مالیت کی جائداد ترکے میں ملی تھی۔ وصیت کنندہ کا مقصد جو بھی ہو اس سے کوئی بحث نہیں تھی البتہ جب کوئی جائیداد کسی غیر شخص کو وصیت کی رو سے ملتا تو اس کا بیسواں حصہ حکومت بالضرور حاصل کر لیتی تھی۔ اس صورت حال کے تحت دو یا تین نسلوں کے بعد رعایا کی اکثر لاوارث جائیدادوں پر حکومت کا قبضہ ہو جانا لازم تھا۔

شہنشاہوں کے قواعد وضوابط

نیرو نے اپنے عہد کے ابتدائی خوشحال برسوں میں محض مقبولیت کے حصول یا کرم فرمائی کے جذبات کے تحت رعایا پر سے تجارتی ٹیکس اور وراثت ٹیکس کو ختم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ دانش وران سینیٹ نے اس کی بڑی تعریف کی مگر اس کو اس ارادے سے باز رکھا کیونکہ یہ ایک ایسا عمل تھا جو اپنی اچھائی کے باوجود ملکی وسائل اور ذرائع آمدنی کو ختم کر دیتا۔ اگر اس عمل سے سلطنت کو کچھ فائدہ پہنچتا تو ٹراجن اور انطونی نس اپنے عہد میں بالضرور یہ کارنامہ انجام دیتے اور بنی نوع انسان کو شکر گزاری کا موقع فراہم کرتے تاہم ان چھ شہنشاہوں نے رعایا کے اس بوجھ کو کم ضرور کیا تھا مگر

ٹیکسوں کو موقوف کر دینا ان کے بس میں نہیں تھا۔ ان شہنشاہوں کے تشکیل دیے ہوئے قواعد و ضوابط میں اعتدال کی جھلک اور اصلیت کا رنگ تھا۔ اس وجہ سے انھیں معلوم تھا کہ ٹیکس کتنا اور کس حد تک لینا چاہیے۔ انھیں قواعد وضوابط کی وجہ سے عوام کو تحفظ حاصل تھا اور کوئی شخص بھی قانون کی اپنی مرضی سے تعبیر نہیں کر سکتا تھا۔ مملکت کا ہر طبقہ ان سے مستفید ہوتا نہ ہی اس طرح کسانوں پر ظلم ڈھایا جا سکتا اور نہ ان سے ناجائز مالیہ وصول کیا جا سکتا تھا۔ تاریخ عالم میں یہ واحد مثال ہے کہ رومی سلطنت کے ہر دور میں رومی گورنروں نے اس اصول کو قائم رکھا کہ ٹیکس کم سے کم شرح سے وصول کیے جائیں۔

مختلف صورت حال اور کیراکلا کا حکم

کیراکلا کے عہد میں صورتحال اور اس کے جذبات انطونیوں کے عہد سے ذرا مختلف تھے اور عوام کی بہبود کے لیے کچھ کرنے کے لیے فضا سازگار نہیں تھی۔ آگسٹس نے جو متعدد اصلاحات نافذ کی تھیں ان میں قانونِ وراثت ٹیکس اور وصیتوں پر بیسواں حصہ بہت مفید قوانین تھے۔ چونکہ ان قوانین کے اثرات صوبوں تک بھی پہنچے اس لیے رومی شہروں کے ساتھ ساتھ ٹیکسوں کی پیداوار میں بھی بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔ شہری بھی شہروں کی آبادی میں اضافہ ہونے کے باوجود جدید شرح سے ٹیکس ادا کرتے تھے۔ وہ ان ٹیکسوں سے کچھ زیادہ متاثر اس لیے نہ ہوئے کیونکہ درجہ شہریت اختیار کرنے کے ساتھ متعدد مفادات بھی وابستہ تھے نیز اعزازات کے حصول اور مواقع کے امکانات کے دروازے بھی اس کے ساتھ ان پر کھل جاتے تھے۔ کیراکلا کو رعایا کی بہبود سے زیادہ فوج کی فرمائشیں پوری کرنے کی فکر تھی اس لیے اس نے خزانہ کے لیے ایک معقول معاوضہ کے ساتھ ہر شخص کو رومی شہریت دینے کا حکم جاری کیا تھا۔ سیویرس کا یہ لالچی بیٹا آگسٹس کے عہد کے قواعد محصولات پر بھی مطمئن نہیں تھا جو اس کے پیشرو حکمرانوں کو کافی محسوس ہوتے تھے۔ اس لیے اس نے وصیتوں پر بیسویں حصہ کے بجائے دسواں حصہ ٹیکس نافذ کر دیا اور وراثت

میں ملنے والی جائیداد پر بھی یہ شرح عائد کردی۔ اس طرح اپنے عہد حکومت میں اس نے تمام سلطنت کو اپنے فولادی پنجے میں جکڑے رکھا۔

صوبجات میں بسنے والوں کو شہریت دینے کا مقصد

صوبوں میں آباد شہریوں کو شہریت دینے سے جو عزت انھیں نصیب ہوئی وہ کیراکلا کی فضول خرچیوں کی نذر ہوگئی کیونکہ شہریت کا اعزاز حاصل ہوجانے کے بعد انھیں خراج سے مستثنیٰ دینا ضروری تھا مگر ایسا نہ ہوسکا اور کیراکلا کی حکومت نے اس اصول کو اپنانے سے انکار کردیا جسکی وجہ سے صوبوں میں شہری ہونے کے محصولات کے ساتھ خراج کی ادائیگی بھی جاری رہی۔ الیگزینڈر نے البتہ اپنے عہد میں مظلوم عوام کا خیال رکھتے ہوئے خراج کی رقم کا تیرھواں حصہ معاف کردیا تھا جو اس کے پیشرو کے عہد میں رائج تھا۔ خراج شہریت اختیار کرنے کے بعد وصول کرنا ایک برائی کی شکل اختیار کرچکا تھا اور کوئی شہنشاہ بھی اس برائی کو جڑ سے ختم نہیں کرسکا تھا۔ پھر جب سلطنت میں عیاشی کا دور دورہ ہوا تو یہ برائی مکمل طور پر دوبارہ پھیل گئی۔ تاریخی واقعات کے ضمن میں ہم آگے چل کر اکثر زمینداری کے ٹیکس، انفرادی ٹیکس، شراب، تیل اور گوشت کا ذکر کریں گے جو صوبوں سے دربار، فوج اور دارالحکومت میں بغرض استعمال لایا جاتا تھا۔

روم کی عام آزادی کے نتائج

جب تک روم اور اٹلی دحکومت میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اس وقت تک سلطنت روم کے شہریوں میں قومیت کی روح برقرار رہی اور دیہوں اور ممالک محروسہ کے شہریوں میں یگانگت اور اتحاد باقی رہا۔ فوج کی کمان اعلیٰ تعلیم یافتہ افسران کے ہاتھوں میں رہی۔ وہ اس عظیم عہدے پر فائز ہونے سے پہلے ملکی امور اور فوج میں ملازمت کے طویل تجربات کے حامل تھے۔ اسی وجہ سے ہم سلطنت کی تاریخ کو دو صدیوں میں فوج میں نرم خوئی اور تابع فرمان نظم وضبط کی

پابندی دیکھتے ہیں مگر جب سلطنت کے مرکزی نظام کو کیراکلا کے ہاتھوں نقصان پہنچا اور اس نے رومی دستور کی دھجیاں بکھیر دیں تو ممالک محروسہ میں بھی لوگ اپنے علیٰحدہ امتیازات کا مظاہرہ کرنے لگے۔ رومی صوبوں میں جو افراد زیادہ تعلیم یافتہ ہوتے تھے وہی وکالت کرنے یا فوجداری کی خدمات انجام دینے کے اہل تھے۔ فوجی ملازمت صرف کسانوں اور سرحدی مقامات کے وحشی قبائل کے لیے مخصوص ہوگئی تھی۔ وہ کسی اور ملک کو نہیں چاہتے تھے اور انھیں اپنی چھاؤنی کے سوا کسی اور چیز کی خبر نہیں تھی۔ وہ فن جنگ کے علاوہ کسی اور فن سے آشنائی رکھتے تھے نا ہی انھیں ملکی قانون سے کچھ لینا دینا تھا بلکہ صحیح معنوں میں وہ فوجی نظم وضبط سے اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ ان کے ہاتھ خون آلود اور اطوار وحشیانہ تھے۔ کبھی ان کے ہاتھ سلطنت کی حفاظت میں خون آلود ہوتے تھے اور کبھی وہ سلطنت کا پانسہ بھی پلٹ کر رکھ دیتے تھے۔

.....☆☆☆.....

میکسمین کی تخت نشینی اور اس کے مظالم، سینیٹ کے اشارے پر افریقہ اور اطالیہ میں بغاوت ہونا، خانہ جنگیاں، میکسمین اس کے بیٹوں کا تشدد آمیز قتل، فلپ کا سلطنت کو غصب کرنا اور اس کے کھیل تماشے

استہزا

مختلف انواع واقسام کی حکومتیں جو دنیا میں رائج رہی ہیں ان سے بطور وراثت نسلاً بعد نسلاً جو طرز حکومت منتقل ہوتی رہی ہے بظاہر وہ مضحکہ خیزی کا سامان مہیا کرتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نفرت آمیز مسکراہٹ کے بغیر یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک باپ کی موت کے بعد اس کے شیر خوار بچے کو ترکے میں ایک پوری قوم بطور جائیداد دے دی جائے اور وہ اسے مویشیوں کے گلے کی طرح ہانک کر لے جائے حالانکہ اس نابالغ بچے کے متعلق ابھی دنیا کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس قماش کا آدمی ہوگا یہاں تک کہ اسے ابھی اپنی ذات کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ ملک کے بہادر ترین جنگجو اور دانا ترین مدبرین جو حکومت کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں اپنے اس حق سے دست برداری اختیار کرتے ہوئے اس شیر خوار کے پنگھوڑے کے آگے گھٹنے ٹیک کر اپنی وفاداری کی قسمیں کھاتے اور محکومیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر اس صورت حال کا طنزیہ خاکہ پیش کیا جائے تو اس مضحکہ خیزی میں شاید یہ

ہائی بہتر معلوم دیں لیکن جب ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ ایسی کمزور نظر آئیں گی جس کی بنا پر حکومت نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس کی بنیاد عوام کے جذبات اور خیالات سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے مگر ہمیں اصولاً جانشینی کا کوئی ایسا قانون تشکیل دینا چاہیے جس کے ذریعے بنی نوع انسان کو خطرات سے آزاد کر کے ایسے اختیارات حاصل ہو جائیں کہ وہ اپنے لیے حکمران خود منتخب کر لیں۔

اس کے فوائد

ہم تنہائی میں بیٹھ کر آسانی سے حکومت کے ڈھانچے کے لیے مختلف انداز تشکیل دے سکتے ہیں جن کے ذریعے حکومت کے اختیارات شفاف طریقے سے کسی ایسے فرد کے حوالے کیے جائیں جو سب سے زیادہ ان کا اہل ہو اور جس کو عوام اپنے رائے سے منتخب کریں تاہم تجربے سے اس بات کی نفی ثابت ہوئی ہے کہ کسی بڑے معاشرے میں اس انتخابی عمل کا تانا بانا کبھی کامیاب ہو سکے۔

شخصی حکومتیں

معاشرے میں فوج ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ارکان جذباتی طور پر متحد ہوتے ہیں اور یہ ادارہ اتنا مضبوط اور طاقت ور ہوتا ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو دوسروں سے بذریعہ طاقت منوا سکتا ہے مگر چونکہ فوج کے سپاہیوں کے مزاج تشدد پسند ہوتے ہیں اس لیے وہ غلامی قبول کر لیتے ہیں۔ اس لیے وہ قوانین اور ملکی نظم ونسق کو قائم رکھنے کے لیے بالکل موزوں نہیں ہوتے کیونکہ وہ خود انصاف پسندی، انسانیت اور سیاسی تدبر کی صفات سے متصف نہیں ہوتے ہیں اسلیے جن لوگوں میں یہ صفات موجود ہوتی ہیں ان کو بھی وہ پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے۔ بہادری ان کے احترام کا سبب بنتی ہے جبکہ انھیں فیاضی اور سخاوت کے ذریعے خریدا جا سکتا ہے مسئلہ یہ ہے کہ بہادری کی صفت عام طور پر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو خود نہایت درجے کے وحشی ہوتے

ہیں اور ان کے ذریعے سخاوت کرنے والی قوم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان دونوں ذرائع پر تصرف حاصل ہو جائے تو ممکن ہے تاج وتخت کے مالک کے خلاف جرات آزمائی کی جا سکے کیونکہ مخالف قوت کی برداشت نہیں رکھتے۔

رومیوں کے ہاں اس بات کا لحاظ نہیں تھا

خاندانی بنیاد پر جب کسی بادشاہ کا بیٹا تخت حکومت کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور جب اسے حکومت کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر جاتا ہے تو اسے عوامی رائے کی تائید حاصل ہو جاتی ہے جو نہایت مستحکم ہوتی ہے اور جس کے خلاف سر اٹھانا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ایک شخص کا مسلمہ حق باغیوں کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیتا اور تحفظ کا خیال حکمران کو مظالم کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اس خیال کی بنا پر یورپ کی شخصی حکومتوں میں بغیر کسی جھگڑے اور فساد کے یکے بعد دیگے کئی بادشاہ تخت نشیں ہوئے ہیں اور ملکی امور میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑتا لیکن اسی خرابی کے بدولت بہت سی خانہ جنگیاں لڑی گئی ہیں۔ ایشیائی شخصی حکومت میں ایک ایسا بھی واقعہ پیش آیا کہ تخت پر قبضہ کرنے کے لیے بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا۔ مشرق میں تخت نشینی کے جھگڑا و فسادات کی وجوہات بہت محدود ہوتی ہیں یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف شاہی خاندان ہی میں تلوار چلتی ہے اور ایک خوش قسمت دوسروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا ہے تو پھر وہ کسی اور شخص کو اپنے سامنے نہیں آنے دیتا مگر رومی سلطنت کی حالت سیپٹیٹ کے اختیارت ختم ہو جانے پر یہ تھی کہ امور ملکی کا انتظام ٹھیک نہیں تھا اور ہر جگہ بدنظمی کا دور دورہ تھا۔ عرصہ پہلے صوبائی امرا اور شرفا نے جمہوری حکومت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور وہ خاندان قیصران کے مظالم کا شکار ہو گئے تھے۔ شہزادوں کو جمہوریت کی ایک صورت نے پابہ زنجیر کیا ہوا تھا۔ اپنے پیشروؤں کی ناکامیوں کے سبب وہ ناامید ہو چکے تھے کہ وراثت کے اصول کا کوئی تصور ان کی رعایا کے ذہنوں میں اجاگر ہو چکا ہے۔ محض وراثت کی بنا پر کوئی شخص تاج وتخت کا حقدار نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اب تاج وتخت استحقاق اور اہلیت کی بنیاد پر حاصل کیا جا سکتا تھا۔ ایسے قوانین وضع ہو چکے تھے جو

ایسی دلیری کی راہ میں رکاوٹ تھے اوران کے خلاف عصبیت کا وجود بھی تھا۔ ذلیل ترین شخص بھی اپنی ذاتی بہادری کے استحقاق پر فوج میں کوئی بڑے عہدے کی امید باندھ سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ ایسا طالع آزما کسی غیر معمولی جرم کا ارتکاب کر کے شہنشاہ کو تاج وتخت سے محروم کر کے اس کے ہاتھ سے عصائے شاہی چھین سکتا تھا۔ الیگزیڈر سیویرس کے قتل اور میکسمین کی تخت نشینی کے بعد پھر کسی شہنشاہ کو اطمینان نصیب نہ ہوسکا کیونکہ اب کوئی سرحدی وحشی کسان بھی خود کو تخت کا دعویدار ثابت کر کے تخت پر بیٹھنے کی امید کر سکتا تھا۔

میکسمین کی پیدائش اور قسمت کے کھیل

اس واقعہ سے بتیس سال پہلے شہنشاہ نے ایک مشرقی مہم سے واپسی کے وقت تھریس میں قیام کیا تھا تا کہ یہاں قیام کر کے اپنے چھوٹے بیٹے گیٹا کی سالگرہ کا جشن منائے۔ اس موقع پر آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ اپنے بادشاہ کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ ایک مضبوط جسم کا دیہاتی بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس نے اپنے مخصوص لہجے میں یہ خواہش ظاہر کی کہ اسے کسی کے ساتھ کشتی کا موقع دیا جائے تا کہ وہ انعام حاصل کر سکے۔ اگر کوئی رومی سپاہی اس تھریسی دیہاتی کے مقابلہ میں ہار جاتا تو اس سے شاہی وقار کو ٹھیس پہنچتی۔ اس کا مقابلہ چھاؤنی کے طاقت ورترین نوجوان سے تجویز کیا گیا جس کی عمر سولہ برس تھی۔ اس وحشی دیہاتی نے اسے زیر کر لیا جس پر اسے انعام دیا گیا اور اسے اجازت دی گئی کہ وہ فوج میں بھرتی ہو جائے۔ دوسرے دن جب اس خوش قسمت کسان کو دیگر امیدواروں سے زیادہ مراعات دی گئیں تو وہ خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہے تو اس کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔ گھوڑے کے برابر چلنے کے باوجود اس دیوقامت شخص کو ذرا بھی تکان نہ ہوئی۔ اس دوران سویرس نے اس سے سوال کیا کیا تو اس دوڑ کے بعد بھی کسی سے کشتی کرنے کے لیے تیار ہے؟ اس نے جواب دیا جناب بخوشی میں تیار ہوں پھر یکے بعد دیگرے اس نے فوج کے

سات مضبوط جوانوں کو چت کردی۔ اس کی اس ناقابل مقابلہ قوت اور پھرتی کے اعزاز میں اسے ایک سونے کا طوق انعام میں دیا گیا اور اسے سویرس کے شاہی محافظ دستے میں بھرتی کرلیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ شہنشاہ کے ہمرکاب ہوتا تھا۔

فوجی خدمات اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونا

اس دہقان کا نام میکسمین تھا۔ اگرچہ وہ سلطنت کی حدود میں پیدا ہوا تھا مگر اس کا تعلق وحشی قبائل کی ایک مخلوط نسل سے تھا۔ اس کا باپ گاتھ قبائل سے تھا اور ماں الانی قبائل سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے ہر موقع پر اپنی قوت اور بہادری کا مظاہرہ کیا پھر جیسے جیسے اس کا علم بڑھتا گیا اس کی وحشت کم ہوتی چلی گئی۔ سویرس اور اس کے بیٹے کے عہد میں اسے صوبے داری کا عہدہ تفویض ہوا۔ دونوں شہنشاہ اس پر مہربان تھے۔ سویرس فطری طور پر باکمال لوگوں کی قدردانی کرتا تھا۔ اس نے میکسمین پر بہت سی مہربانیاں کیں۔ خود میکسمین اس خاندان کا اتنا شکرگزار نکلا کہ اس نے کیراکلا کے قاتل کے ماتحت رہنا قبول نہ کیا۔ احترام نفس نے اسے زنانہ روایلا گابولس کی ملازمت سے بھی باز رکھا۔ جب الیگزینڈر تخت نشین ہوا تو وہ دربار شاہی میں واپس آ گیا۔ شہنشاہ نے اسکی قدر و منزلت کی اور اسے باعزت طور پر ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کیا۔ اسے چوتھی فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ بہت جلد اس نے اس فوج کا نظم وضبط اتنا اعلیٰ کردیا کہ وہ فوج کے بہترین دستوں میں شمار ہونے لگی۔ اس کی بہادری پر اسے احاکس اور ہرکولیس کے خطاب دیے گیے اور وہ بتدریج ترقی کرتا چلا گیا۔ اگر اس کا تعلق ایک ادنی طبقے سے نہ ہوتا تو شہنشاہ اپنی بہن کی شادی اس کے بیٹے سے بالضرور کردیتا۔

میکسمین کی سازش

بجائے اس کے کہ میکسمین شہنشاہ کا شکرگزار ہوتا اس کے دل میں حرص وطمع جاگ اٹھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ دوسروں کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اسے کبھی کمال کے مطابق وقار

حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اگر چہ اس میں عقل ودانش تو ایسی کچھ زیادہ نہیں تھیں مگر وہ خود غرضانہ مکاری کی صفات سے عاری نہ تھا۔ اس وجہ سے بہت جلد اسے پتہ چل گیا کہ شہنشاہ اپنی افواج کا اعتماد کھو چکا ہے۔ اس نے شہنشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی ذات پر فوج کا اعتماد بحال کریں۔ دوسری طرف اس نے فوج کو شہنشاہ کے خلاف مزید بددل کرنا شروع کر دیا۔ اس نے افواہ پھیلائی کہ اس شہنشاہ سے سلطنت کا انتظام بہتر طور پر نہیں ہوتا۔ اس نے شہنشاہ کی عمدہ صفات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کو ان برائیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا جو شہنشاہ کی بجائے خود اس کو بدنام کرنے والوں میں تھیں۔ فوج نے نا صرف میکسمین کے نمائندوں کی گفتگو بڑی خوشی سے سنی بلکہ انھیں اس پر شرمندگی ہونے لگی کہ وہ بلاوجہ ایک شامی زنا نے شہنشاہ کی طرف سے عائد کردہ نظم وضبط کو تیرہ سال تک برداشت کرتے رہے جس کی حیثیت سینیٹ اور خود اس کی ماں کے سامنے محض ایک غلام کی سی ہے۔ اب انھوں نے اعلان کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اس شہنشاہ کو اقتدار سے الگ کر دیا جائے اور اس کی بجائے ایک ایسے فوجی جرنیل کا انتخاب کیا جائے جو حقیقی معنوں میں ایک بہادر سپاہی ہو اور جس کی تربیت محل کی بجائے چھاؤنی میں ہوئی ہو۔ اسے جنگ کا ذاتی تجربہ ہو اور وہ فتح حاصل کر کے فوجی خزانوں کو فیاضی سے اپنے ساتھی فوجیوں میں تقسیم کر سکے۔ اس زمانے میں دریائے رائن کے کنارے بہت سی فوج جمع تھی اور خود شہنشاہ ان کی کمان کر رہا تھا وہ جنگ فارس کے بعد جرمنی کے وحشی قبائل کی سرکوبی کے لیے وہاں پہنچا تھا۔ سپاہ کا انتظام اور تربیت میکسمین کے سپرد تھا۔ ایک دن جب وہ تربیت گاہ میں پہنچا سپاہیوں نے فوری جذبات سے متاثر ہو کر یا سازش کی بنا پر اس کو شہنشاہ تسلیم کر کے سلامی دی۔ پہلے پہل تو اس نے انکار کیا پھر اس کی آواز سپاہیوں کے شور وشغب میں دب گئی اور وہ بغاوت کی آگ کو بھڑکانے کی کوشش کرنے لگا کہ الیگزینڈر سویرس کو قتل کر کے خود تخت نشین ہو جائے۔

الیگزینڈر سویرس کا قتل

الیگزینڈر کی موت کا احوال مورخین نے مختلف انداز میں لکھا ہے۔ وہ مورخ جو کہتے ہیں کہ الیگزینڈر کو میکسمین کی احسان فراموشی اور خود غرضی کا علم نہیں تھا اور وہ لاعلمی میں مارا گیا۔ ان کے مطابق صبح سویرے اس کے شاہی محافظ اس کے خیمے میں گھس گئے اور انھوں نے اسے زخمی کر کے قتل کر ڈالا۔ لیکن مورخین کے دوسرے گروہ نے اس سانحے کی جو تفصیل فراہم کی ہے وہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ میکسمین کو ارغوانی رنگ کا شاہی لباس اور شاہی نشان اس کے دستے نے اس وقت دیا تھا جب وہ صدر مقام سے میلوں دور تھا جبکہ شہنشاہ کو فوج میں رونما ہونے والی اس بغاوت کا کوئی علم نہیں تھا۔ الیگزینڈر کو اپنے فوج کے جذبات وفاداری بیدار کرنے کا بھی کافی موقع ملا اور کچھ سپاہیوں نے اس کی وفاداری کا اقرار بھی کیا مگر میکسمین جیسے ہی ان کے سامنے آیا وہ شہنشاہ سے برگشتہ ہو گئے اور میکسمین نے خود کو فوج کا خیر خواہ اور دوست اور ان کا وکیل ہونے کا اعلان کیا۔ پھر ان فوجیوں نے بھی اس کو شہنشاہ تسلیم کر لیا۔ ادھر مامائیا کا بیٹا دھوکہ کھا کر اپنے خیمہ میں واپس آ گیا۔ اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا مگر وہ اجتماعی بے عزتی سے بچنا چاہتا تھا۔ فوج کا ایک دستہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے سالار کے ساتھ اس کے خیمے میں پہنچ گیا۔ بجائے اسکے کہ الیگزینڈر ان کا مقابلہ کرتے ہوئے مردانہ وار جان دیتا وہ ان کی منت کرنے لگا جس نے اس کی شاہانہ عظمت کو داغدار کر دیا۔ اسکے وفادار ساتھی پہلے ہی ہلے میں اس کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔ مزید جو لوگ الیگزینڈر کے بہی خواہ تھے ان کو چھوڑ ضرور دیا گیا مگر ان کو فوج سے نکال دیا گیا اور ان کے فوجی اعزازات واپس لے لیے گئے۔

میکسمین کے مظالم

ماضی کے ظالم شہنشاہ کیلی گولا، نیرو، کموڈس اور کیراکلا تمام عیاش اور ناتجربہ کار نوجوان تھے اور انھوں نے شاہی محل کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ حکومت کے غرور، روم کی پرتعیش زندگی

اور مصاحبین کی خوشامد نے ان کے اخلاق خراب کر دیے تھے مگر میکسمین کے مظالم کا جواز کچھ اور تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں لوگ اس نرم دلی کی وجہ سے اس کے پیشرو کی طرح اس سے بھی متنفر نہ ہو جائیں۔ اگر چہ اس کی حکومت کی بنیاد فوج کی وفاداری پر تھی جو اسے اس لیے پسند کرتی تھی کہ دونوں یکساں عادات واطوار کے حامل تھے تاہم وہ اس احساس کمتری میں مبتلا تھا کہ وہ روم کے رفا سے تعلق نہیں رکھتا جبکہ اسکے پیشرو شہنشاہ مہذب اور قابل قبول انداز واطوار رکھتے تھے اور ملکی امور کے نشیب وفراز کو سمجھتے تھے۔ اسے یہ بھی یاد تھا کہ اس کی مفلسی کے زمانے میں اسے اکثر مغرور روسائے روم کے در ودولت پر پہروں منتظر رہنا پڑتا تھا اور ان کے غلام اسے دوازے پر ہی سے دھکے مار کر نکال دیتے تھے۔ اسے اپنے وہ چند دوست بھی یاد تھے جن کی مہربانی نے اس کی غربت کو دور کیا تھا اور اس کی بڑھتی ہوئی امیدوں کا سہارا دیا تھا مگر وہ لوگ جنھوں نے اسے دھتکارا تھا اور جنھوں نے اس کی مدد کی تھی دونوں برابر کے جرم وار تھے کہ وہ اس کی اصلیت سے واقف تھے۔ اسی جرم کی بنا پر اجس نے کئی افراد موت کے گھاٹ اتار دیے اور اپنے اس احساس کمتری کی وجہ سے اپنے محسنوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر تاریخ کے صفحات میں محسن کش اور ظالم کے نام سے مشہور ہوا۔

رعایا کا ہر فرد اس کی خون آشامی اور سیاہ دلی سے واقف تھا اور ان میں ہر شخص اس سے نسلی استحقاق کی وجہ سے برتر تھا۔ اسی وجہ سے میکسمین ان سب کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جب کبھی اسے بغاوت کا خطرہ محسوس ہوتا تو اس کے مظالم کی انتہا نہ رہتی۔ ایک مرتبہ اس کو اپنے خلاف کسی سازش کا علم ہوا۔ وہ حقیقی تھی یا محض اس کا وہم تھا، اس نے اس سازش میں سینیٹ کے ایک رکن اور قونصلر میگی نوس کو ملوث ثابت کر کے بغیر عدالتی کارروائی کے اور اسے اس کے دفاع کا موقع دیے بغیر اس کے چار ہزار ساتھیوں سمیت سزائے موت دی۔ اطالیہ اور سلطنت کے دیگر صوبوں میں اس نے جاسوسی اور مخبری کا ایک جال بچھایا ہوا تھا۔ ان جاسوسوں کے اطلاع دینے پر بڑے بڑے امرا

کو جو صوبوں پر گورنر رہ چکے تھے اور فوج کے سپہ سالار بھی رہے تھے، قونصلر کے عہدے پر فائز تھے یا قاتلین کے زمرے میں شامل تھے، معمولی الزامات پر ان کو پابہ زنجیر کر کے اور سرکاری گاڑیوں میں محبوس کر کے شاہی دربار میں پیش کر دیا جاتا تھا۔ اگر ان کی جائیداد کی ضبطی، جلاوطنی یا براہ راست موت کی سزا دی جاتی تو لوگ سمجھتے کہ شہنشاہ نے بہت رحم وکرم سے کام لیا ہے۔ ایسے بعض بدقسمتوں کو وہ جانوروں کی کھالوں میں سلوا کر ان پر درندے چھوڑ دیتا اور بعض کو ڈنڈے مار مار کر موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔ اپنے تین سالہ عہد حکومت میں وہ کبھی نہ تو اطالیہ گیا اور نہ ہی روم۔ وہ کبھی دریائے رائن کے کنارے اور کبھی دریائے ڈینیوب کے کنارے اپنے کیمپ میں رہتا تھا کہ یہی اس کی مطلق العنانی کے ٹھکانے تھے۔ قانون یا انصاف کی ہر شق اس کے لیے بے معنی تھی۔ وہ صرف تلوار کے بل پر حکومت کرتا تھا۔ شرفا یا صاحب علم لوگوں میں سے کسی کو اس کے قریب آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے عہد میں رومی دربار غلام فروشوں اور جسمانی کرتب دکھانے والوں کا اڈا بن گیا۔ اس وحشیانہ صفات نے دربار کو خوف اور نفرت کی آماجگاہ بنا کر رکھ دیا تھا۔

صوبجات میں اس کے مظالم

جب تک میکسمین کے مظالم معزز اراکین سینیٹ یا فوجی افسروں تک محدود رہے اس وقت تک عوام نے اس کی پروانہ کی مگر جب وہ اپنی فوج کو خوش رکھنے کے لیے محاصل کی وصولی کے نام پر عوامی ملکیت پر حملہ آور ہوا تو عوام اسکے مظالم سے بلبلا اٹھے۔ ہر شہر کا خزانہ الگ الگ تھا جو عوام کے لیے غلہ خریدنے اور کھیلوں اور تفریحات کے اخراجات اور سرکاری تنخواہوں کی ادائیگی کے کام آجاتا تھا۔ ایک شاہی حکم کی رو سے تمام صوبائی ٹیکس بحق شہنشاہ ضبط کر لیے گئے۔ مندروں میں سونے چاندی کے جو چڑھاوے موجود تھے اور دیوتاؤں اور سورماؤں کے جو طلائی اور نقرئی بت موجود تھے سب کو ڈھال کر سکے تیار کیے گئے۔ ان غلط احکامات کی بدولت احتجاج کے آوازے بلند ہونے لگے۔ لوگ اس کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور معبودوں کو لوٹ

مارے بچانے کے لیے مرنے مارنے پر تل گئی۔ لوگ اپنے شہروں کو امن کی حالت میں زمانہ جنگ جیسے فتنہ وفساد کا مرکز بنتے ہوئے دیکھنے کی بجائے جان دینا بہتر خیال کرتے تھے۔ فوج جس کو اس لوٹ مار سے براہ راست فائدہ پہنچتا تھا اس لوٹ مار کے مال کو لیتے ہوئے شرم محسوس کرنے لگے۔ ان کے دوستوں اور رشتہ داروں نے بھی انھیں ملامت کی۔ پوری رومی سلطنت کے گوشے گوشے میں ان مظالم کے خلاف آوازیں بلند ہونے لگیں اور اس غاصب شہنشاہ کو پوری بنی نوع انسان کا دشمن قرار دیا گیا اور بالآخر اس کے ان مظالم کے خلاف ہر صوبے کے غیر مسلح عوام اس کے خلاف آمادہ بغاوت ہو گئے۔

افریقہ میں بغاوت

افریقہ کا جو گورنر مرکزی حکومت کے لیے ٹیکس جمع کرتا تھا وہ شہنشاہ کا صحیح طور پر متبادل تھا۔ اس نے بھی یہی سمجھا تھا کہ جرمانے اور ضبطی جائیداد ہی سرکاری خزانے بھرنے کے لیے موزوں ترین ذرائع ہیں۔ افریقہ کے چند دولت مند نوجوانوں کے خلاف ایک غیر منصفانہ حکم صادر ہوا جس کی رو سے ان لوگوں کی جائیدادوں کا بڑا حصہ سرکار کے نام پر ضبط ہو جاتا تھا۔ اس حکم سے بڑی مایوسی پھیلی۔ اسی مایوسی کی حالت میں ان نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ اس ظالمانہ حکم کے خلاف بغاوت کی جائے۔ ظالم خزانچی سے دو تین دن کی مہلت بڑی مشکل سے حاصل کی گئی جس کے دوران ان لوگوں نے بڑی تعداد میں رضا کار اور غلام اس باغیانہ کارروائی کے لیے جمع کر لیے جن کے پاس زنگ آلود ہتھیار تھے اور ڈنڈے۔ کسان بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جب یہ لوگ ٹیکس کلکٹر کے سامنے پیش ہوئے تو انھوں نے اپنے کپڑوں میں خنجر چھپائے ہوئے تھے۔ انھوں نے یکبارگی اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور پھر اپنے ان جنگجو ساتھیوں کی مدد سے شہر تھسڈرس پر قبضہ کر لیا اور رومی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ ان باغیوں کو اپنی کامیابی کی امید اس نفرت پر تھی جو لوگ میکسمین سے اسکے مظالم کی وجہ سے کرتے تھے۔ وہ اس ظالم شہنشاہ

کے مقابلے میں کسی ایسے دانش مند شخص کو تخت نشین کرنا چاہتے تھے جو اپنی عمدہ عادات کی بدولت عوام میں مقبول ہو اور جس کا احترام ہر شخص کرتا ہو۔

گورڈیانوس کا انتخاب

گورڈیانوس نامی پروقونصلر کو وہ اس غرض سے سب سے موزوں شخص سمجھتے تھے مگر اس نے اس خطرناک مہم میں شامل ہونے اور اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کی منت سماجت کی کہ وہ اس پر رحم کھائیں اور اس کی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالیں اور یہ کہ وہ اس ضعیف العمری میں اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ جب باغیوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تو مجبوراً اس نے شاہی لباس زیب تن کرنا منظور کر لیا کیونکہ یہی ایک راستہ تھا کہ وہ خود بھی میکسمین کے مظالم سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ ظالم شہنشاہ کے اصولوں کے تحت ہر وہ شخص واجب القتل ہے جو حکومت کرنے کا اہل ہو اور جو اس کی کوشش کرے وہ تو پہلے ہی باغی قرار دیا گیا۔

گورڈیانوس کے عادات واطوار

رومی سینیٹ کے اراکین میں گورڈیانوس کا خاندان سب سے معزز وممتاز تھا۔ والد کی طرف سے وہ گریسکی Gracchi اور ماں کی طرف سے وہ شہنشاہ ٹراجن کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اتنی بڑی جائیداد کا تنہا مالک تھا کہ اس کی آمدنی وہ شہنشاہوں کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ اس کی شخصیت کے پس منظر میں اس کی خوش مزاجی اور سخاوت نمایاں عنصر تھے۔ روم کا وہ محل جو کسی زمانے میں پومپی اعظم کی رہائش گاہ تھا اب کئی پشتوں سے گورڈیانوس کے خاندان کی اقامت گاہ چلا آ رہا تھا۔ اس خاندان کی ملکیت میں وہ اعزازات اور نشانات تھے جو اسکے بزرگوں نے متعدد فتوحات کے موقع پر حاصل کیے تھے۔ اس کے علاوہ محل میں مصوری کے عظیم پارے بھی آویزاں تھے۔ یہ خوبصورت دیہی محل روم میں پرائیسٹے والی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہ محل اپنے خوبصورت غسل خانوں اور کشادہ کمروں کی وجہ سے مشہور تھا۔ اسکی ایک غلام گردش سنگ مرمر کے ستونوں پر کھڑی

تھی۔ اس میں جو سنگ مرمر استعمال ہوا تھا وہ بہت قیمتی اور نایاب تھا۔ عوامی اجتماعات کے اخراجات وہ اکثر خود برداشت کرتا تھا۔ اپنے مہمانوں کی تواضع میں وہ اصراف کی حد تک خرچہ کرتا تھا اور بیش قیمت مغربات اور انواع اقسام کی اشیا سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی تھی۔ اس کے مقابلے میں دوسرے رومی امرا صرف چند تقریبات پر خرچ کرتے تھے جبکہ وہ ہر ماہ تقریبات منعقد کرتا اور مہمان نوازی کے جوہر دکھاتا تھا۔ اپنی قونصلری کے زمانے میں وہ اپنی فیاضی کی وجہ سے پورے اطالیہ میں مشہور ہو چکا تھا۔ اسے قونصلر شپ کا اعزاز دو مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اسے کیراکلا نے اور دوسری مرتبہ الیگزینڈر سیویرس نے قونصلی کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ غیر معمولی طور پر ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ نیک خو تھا اور اس میں جذبہ حرص، رقابت اور ظلم مفقود تھے۔ اس نے اپنی پوری عمر مطالعے میں بسر کی تھی۔ وہ روم کی پرامن زندگی کا شیدائی تھا۔ اس وقت تک جب تک اسے سیپٹ اور الیگزینڈر نے افریقہ کا گورنر اور پروقونصلر نہ مقرر کیا وہ نہایت دانش مندی سے فوجی عہدوں اور صوبجات کی حکومت سے انکار کرتا رہا تھا۔

جب تک الیگزینڈر سیویرس زندہ رہا افریقہ میں اس کے اس دانشمند نائب کی وجہ سے خوشحالی کا دور دورہ تھا پھر جب غاصب میکسمین نے اقتدار سنبھالا گورڈیانوس نے لوگوں کے مصائب کم کرنے کی کوشش کی تاہم وہ ان مصائب کو دور نہ کر سکا۔ جب اس نے تاج وتخت قبول کیا اس کی عمر 80 برس سے زائد تھی۔ یہ شخص انطونیوں کے عہد سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے عہد کی تمام خوبیاں اس کے کردار میں موجود تھیں اس نے عظیم انطونیوں کی شان میں تیس کتابیں لکھی تھیں جو درحقیقت ایک طویل نظم تھی جو تیس حصوں پر مشتمل تھی۔ اس کا بیٹا اس کے ساتھ افریقہ میں اس کا معاون تھا۔ اسے بھی اس کے بعد شہنشاہ نامزد کر دیا گیا۔ اگرچہ وہ اپنے باپ کی طرح ہر دل عزیز تو نہ تھا مگر کردار کا اتنا اچھا تھا کہ اپنے باپ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اسکی لائبریری میں بائیس ہزار کتب محفوظ تھیں جن کی نگرانی کے لیے بائیس کنیزیں مقرر تھیں۔ ان کتب سے اس کے ذوق کا

پا چلتا تھا۔ یہ ذخیرہ کتب محض آرائش کے لیے نہیں تھا بلکہ ان سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ رومی رعایا نوجوان گورڈیانوس کی صلاحیتوں کی معترف تھی۔ وہ رومی جنرل سکیپو افریقانوس سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ اس کی ماں انونی نس پائیسکی پوتی تھی۔ اب رومی رعایا کی امیدوں کا انحصار اس خاندان کی عمدہ صفات پر تھا۔

اختیارات کو مستحکم کرنے کی استدعا

جیسے ہی گورڈیانوس کو عوامی حلقوں کی طرف سے حکمران بننے کی توثیق ہوئی تو اس نے اپنا مستقر قرطاجنہ Carthage منتقل کر دیا۔ اہل قرطاجنہ نے ان کو خوش آمدید کہا۔ وہ ان کی خوبیوں کا احترام کرتے تھے۔ شہنشاہ ہیڈرین کے علاوہ کوئی اور رومی شہنشاہ وہاں نہیں آیا تھا لیکن اس استقبال اور ہر لعزیزی سے گورڈیانوس کی شہنشاہی کو کوئی استحکام حاصل نہیں ہوا۔ رومی دستور کے مطابق انھیں سینیٹ سے توثیق حاصل کرنا تھی۔ اسی وجہ سے اس صوبے کہ امرا کا ایک وفد روم بھیجا گیا تا کہ وہ ملک کے حالات سینیٹ کے سامنے بیان کرے۔ عوام کافی عرصے سے مصائب میں مبتلا تھے اور اب اپنی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سینیٹ کے نام خطوط

نئے حکمرانوں نے جو خطوط سینیٹ کو بھجوائے تھے ان کا لب ولہجہ بڑا نرم اور عاجزانہ تھا اور ان میں ان مجبوریوں اور ضروریات کا ذکر کیا گیا تھا جن کے تحت انھیں یہ شاہانہ خطاب قبول کرنا پڑا تھا۔ ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی تحریر کر دیا کہ ان کی جان اور قسمت کا فیصلہ سینیٹ کے اراکین کے ہاتھ میں ہے۔

سینیٹ گورڈیان کے انتخاب کی توثیق کرتی ہے

سینیٹ کے اراکین کا ردعمل نا تو مشکوک تھا اور نا ہی ان سے مخالفت کا کوئی شبہ تھا۔ گورڈیا خاندان کے افراد پشتوں سے سینیٹ کے رکن چلے آ رہے تھے۔ ان کا تعلق بھی روم کے شرفا

سے سب سے بڑے خاندان سے تھا اور انھوں نے ایوان سینیٹ کو متعدد اراکین کی مدد کی تھی۔ ان کی ذاتی قابلیت اور اہلیت کی بنا پر ایوان میں بہت سے لوگ ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ ان کی معتدل روش سے جمہوریت کا قیام کے امکانات روشن ہو گئے تھے۔ فوج کے دبدبے اور رعب کی وجہ سے سینیٹ نے الیگزینڈر کے قتل سے چشم پوشی سے کام لیا تھا اور ایک وحشی کو مجبوراً شہنشاہ منتخب کرلیا تھا۔ اب انھیں موقع ملا تھا کہ وہ جوش وخروش کے ساتھ آزادی اور انسانیت کے حقوق کا اعلان کریں اور انھیں بحال کریں۔ میکسیمین کھم کھلا سینیٹ سے نفرت کا اظہار کرتا تھا اور گو کہ سینیٹ نے اسکے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا مگر اس سے بھی شہنشاہ کا غصہ فرو نہ ہوا تھا اور اس کے شکی مزاج میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ اپنی حفاظت کے خیال سے سینیٹ کے اراکین گورڈیان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے تھے۔ گورڈان کی نااہلی کی صورت میں اراکین مجلس کی تباہی یقینی تھی۔ ان امور پر قونصلروں اور مجسٹریٹوں میں تبادلہ خیالات ہو چکا تھا۔ جونہی یہ قرارداد سینیٹ میں منظور کی گئی اس کا کاسٹر کے مندر میں اعلان کر دیا گیا۔ قدیم دور سے رائج رازداری کو سینیٹ نے برقرار رکھا اور اراکین سینیٹ نے اپنے فیصلے لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ قونصلر سیلانوس نے اپنی تقریر میں کہا کہ دونوں گورڈیا جن کی ذات اور وقار قونصلر کے برابر ہے نمیں افریقی عوام نے اجتماعی طور پر منتخب کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم تھسڈرس کے نوجوانوں اور اہل قرطاجنہ کے مشکور ہیں۔ ان کی وجہ سے ہمیں ایک ظالم وغاصب سے نجات ملی ہے۔ لیکن پھر بھی آپ لوگ میری تقریر کو ٹھنڈے دل ودماغ سے سن رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ لوگ بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ایک دوسرے کو خوفزدہ نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میکسمین عوام کا دشمن ہے۔ خدا کرے کہ اس کی یہ عوام دشمنی اس کے ساتھ ہی ختم ہو جائے اور ہم گورڈیان کہ پیرانہ سالی میں ہے، کے فیوض وبرکات سے تادیر مستفیض ہوتے رہیں اور آنکھ اس کے بیٹے کی بہادری اور مستقل مزاجی سے بہرہ ور ہوں۔ اس قونصلر کی تقریر

نے سینٹ کے اراکین میں زندہ دلی کی روح کو پھونک دیا اور سب نے متفقہ طور پر گورڈیان کے انتخاب کی توثیق کردی۔ میکسمین اور اسکے بیٹے اور اس کے ساتھیوں کو ملک وملت کا دشمن قرار دے کر واجب القتل ٹھہرادیا گیا۔

روم اور اطالیہ پر قبضہ

جب شہنشاہ دارالحکومت میں موجود نہ ہوتا تو محافظ فوج کا ایک دستہ روم کی حفاظت کے لیے اس میں موجود رہتا اور حکومتی امور کا انتظام بھی کرتا تھا۔ اس فوجی دستے کا سربراہ ویٹالیانوبس میکسمین کا وفادار تھا اور اس کے احکامات کی بجاآوری کرتا تھا مگر اس کے ظالمانہ احکام کو ٹال دیتا تھا۔ محافظ فوج کے اس سالار کی موت ہی اب اس کے منصوبہ ساز اراکین کی زندگی تھی ورنہ بصورت دیگر وہ سب خطرے میں تھے۔ اس سے پیشتر کہ اراکین سینیٹ کے فیصلے منظر عام پر آتے چھ مجسٹریٹ محافظ فوج کے سربراہ کی زندگی کو ختم کرنے کے لیے بھیجے گئے اور انھوں نے نہایت کامیابی اور بہادری سے اپنا یہ کام مکمل کرلیا۔ اس کے بعد وہ خون آلود خنجروں کو لہراتے ہوئے شہر کی شاہراؤں میں گھومتے رہے اور انھوں نے ایک نئے اور خوشگوار انقلاب کی آمد کا اعلان کیا۔ آزادی کے ساتھ ساتھ جائیداد اور لوٹی ہوئی دولت کا یقین دلایا۔ اسکے بعد میکسمین کے ایستادہ بت شہر کے چوراہوں سے گرادیے گئے۔ دارالحکومت نے اس صورت حال کو قبول کرلیا اور دونوں گورڈیانوں کے اقتدار اور سینیٹ کے فیصلوں کو تسلیم کرلیا اور پورے اطالیہ نے اس کی تقلید کی۔

خانہ جنگی کی تیاریاں

اب سینیٹ میں جس نے اب تک نہایت صبر کے ساتھ میکسمین کے مظالم برداشت کیے تھے، اب اس میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی اور اس نے عنان حکومت کو سنبھال لیا انتہائی استقلال کے ساتھ مطلق العنانیت کے خاتمے کے لیے ہتھیار اٹھانے کے لیے تیار ہوگئے۔ قونصلروں اور اراکین سینیٹ نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو جمع کیا جائے جو شہنشاہ الیگزینڈر

سیورس کی حکومت کے لیے کام کررہے تھے اور ایک نئی فوج ترتیب دے کر میکسمین کے وفاداروں سے جنگ کی جائے۔ ایسے بائیس جرنیلوں کا انتخاب کوئی مشکل کام نہیں تھا جو فوج کو کنٹرول کر سکتے تھے۔ پھر اطالیہ اور روم کا دفاع ان کے حوالے کر دیا گیا اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خدمات سونپی گئیں اور ان شعبوں میں کام کرنے کا کہا گیا۔ اٹلی سے نئے فوجی بھرتی کر کے انھیں نظم وضبط کی تربیت دی گئی اور تمام شاہراہوں پر میکسمین کا مقابلہ کرنے اور قلعہ بندی کرنے کا حکم دیا گیا۔ متعدد صوبوں کے گورنروں کو قاصدوں کے ذریعے پیغام بھیجا گیا کہ وہ سینیٹ کے احکام کی بجا آوری کریں اور ان کو روم سے وفاداری اور دوستی کا حلف یاد دلایا گیا۔ سینیٹ کے قاصدوں کا ہر صوبے میں خوشدلی سے استقبال کیا گیا اور میکسمین کے مظالم کی وجہ سے ہر صوبے میں عوام کو اس کے خلاف کمربستہ پایا گیا۔ اب عوام کے ذہنوں پر صرف خوف مسلط تھا مگر جنگوں اور مقابلے کا خطرہ ختم ہو گیا تھا۔ عوام کے جوش وخروش کی وجہ سے جنگوں کا خطرہ ختم ہو گیا۔

گورڈیانوس کی موت اور شکست

ایک طرف تو دارالحکومت اور صوبوں میں عوام بہت جوش وخروش کے ساتھ گورڈیانوس کی حمایت کا اعلان کر رہے تھے دوسری طرف گورڈیانوس کے خاندان والے بالکل خاموش تھے۔ اہل قرطاجنہ، مایطانیہ کے گورنر کیلیانوس کی میکسمین کی حمایت میں قرطاجنہ کی طرف پیش قدمی کرنے کی خبر سے خوف زدہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ نہایت تجربہ کار اور خوف ناک جنگجوؤں کی ایک فوج تھی۔ اس نے کمزور اہل قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ چھوٹا گوڈیانوس اپنے محافظ دستے اور کچھ نا تجربہ کار سپاہیوں کو جنھیں نہ ہونے کے برابر فوجی تربیت دی گئی تھی ساتھ لے کر کیلیانوس کے تجربہ کار جنگجوؤں کے مقابلہ پر نکلا تا کہ دشمن کو سرحد ہی پر روک لے مگر اس کی ذاتی بہادری بھی رائیگاں گئی اور وہ میدان جنگ میں عزت کی موت سے مارا گیا۔ اسکے ضعیف باپ کو جب اپنے بہادر بیٹے کی مارے جانے کی خبر ملی تو اس نے خودکشی کر لی اور اسے صرف چھتیس دن حکومت کرنا نصیب

ہوئی۔ جب قرطاجنہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہ رہا تو انھوں نے حملہ آوروں پر اپنے شہر کے دروازے کھول دیے اور اس طرح افریقہ ایک غلام کے مظالم کا شکار ہو گیا اور اپنے آقا کے لیے خزانہ اکٹھا کرنے اور لوگوں کے خون بہانے میں کامیاب ہو گیا۔

میکسمیس اور ہیلبانوس کا انتخاب

گورڈیانوں کے الم ناک انجام کی خبر نے اہل روما اور سینیٹ کے اراکین کو لرزہ کر رکھ دیا جس کے بعد ہنگامی بنیادوں پر کنکارڈ کے مندر میں سینیٹ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ اس خوفناک خبر کے باوجود لوگوں نے حوصلہ نہ ہارا اور آزادانہ فیصلہ کیا۔ سینیٹ کے ایک رکن جس کا نام بھی ٹراجن تھا اور وہ شہنشاہ ٹراجن کے خاندان سے تعلق بھی رکھتا تھا اس نے اس اجلاس میں قرارداد پیش کی کہ میکسمین جواب تقریباً ناامید ہو چکا ہے مگر مستقل مزاجی کی وجہ سے دارالحکومت کی طرف بڑھ رہا ہے اب صرف دو ہی صوبے باقی رہ گئی ہیں یا تو ہم اس کا مردانہ وار مقابلہ کریں یا ذلت کی اس موت کو گلے لگالیں جو ہمیشہ باغیوں کا مقدر ہوتا ہے۔ اس نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم دو انتہائی قابل احترام حکمرانوں کو کھو چکے ہیں اگر ہم خود ہی میدان نہ چھوڑ دیں تو جمہوریہ کی امیدیں ابھی تک باقی ہیں وہ گورڈیانوں کی موت سے ختم نہیں ہوئیں۔ ایوان میں ایسے متعدد اراکین سینیٹ موجود ہیں جو شہنشاہی کا استحقاق رکھتے ہیں اور جو شاہی وقار کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ہمیں دو نئے شہنشاہوں کا انتخاب کر لینا چاہیے تاکہ ایک میدان جنگ میں دشمن کے خلاف لڑے اور دوسرا روم میں انتظام حکومت قائم رکھے۔ میں اپنے آپ کو بھی اس خطرناک خدمت کے لیے پیش کرتا ہوں مگر اپنا ووٹ میکسمیس اور ہیلبانوس کے حق میں دیتا ہوں۔ میرے اس انتخاب کی توثیق کریں یا پھر ان کا نعم البدل تلاش کریں جو ان سے بہتر ہوں انھیں منتخب کر لیں۔ اس پر شبہات اور خوف سے کی جانے والی ایوان کی سرگوشیاں ختم ہو گئیں اور متفقہ طور پر دونوں امیدواروں کے استحقاق کو تسلیم کر لیا گیا اور ایوان میں ان کے حق میں نعرے بلند ہونے

گئے۔ سینیٹ نے اس فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرلیا اور جمہوریت کے استحکام کی دعا کی گئی۔

شہنشاہوں کے عادات واطوار

نئے شہنشاہوں کے نیک کردار اور اچھی شہرت کی بنا پر اہل روم کی امیدیں دوبارہ بحال ہوگئیں۔ ان دونوں میں حکومت کرنے کی قابلیت اور اہلیت تھی جس کی بنا پر وہ اس کام کے لیے نہایت موزوں تھے اور ایک دوسرے سے حسد بھی نہیں رکھتے تھے۔ بیلبانوس ایک اچھا مقرر، شاعر و ادیب تھا۔ اس نے سلطنت کے اندرونی حصوں میں بطور مجسٹریٹ ایک طویل عرصہ تک خدمات انجام دی تھیں۔ اس کے انتظام اور فیصلوں پر عوام خوش تھی اور وہ بطور مجسٹریٹ ایک اچھی شہرت کا حامل تھا۔ اگرچہ وہ عیش وعشرت کا دلدادہ بھی تھا مگر اسے اپنے وقار کا خیال بھی تھا۔ میکسمیس اس کے برعکس تند خو تھا اور اپنی ذاتی محنت کی بنیاد پر ادنی سے اعلیٰ مقام تک پہنچا تھا اور اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ اور وحشی جرمن قبائل کے خلاف فتوحات حاصل کرنے اور اس کے انصاف اور سادہ مزاجی کا بڑا شہرہ تھا۔ اسے روم کا حاکم اعلیٰ مقرر کردیا گیا تھا اور لوگ اس کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بیلبانوس اس سے بھی زیادہ مقبول اور عوام میں ہر دلعزیز تھا اور دو مرتبہ قونصلر بننے کا اعزاز حاصل کرچکا تھا یہ دونوں سینیٹ کے نامزد ارکان میں شامل تھے۔ ان میں سے ایک کی عمر ساٹھ سال اور دوسرے کی لگ بھگ ستر سال تھی اور ان کے مزاج میں پختگی آچکی تھی۔

روم میں ہنگامے اور گورڈین کے بیٹے کا سیزر قرار پانا

میکسمیس اور بیلبانوس دونوں کو قونصلی اور عدلیہ کے مساوی اختیارات سینیٹ نے تفویض کردیے اور دونوں کو "بابائے قوم" کا خطاب دیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ پروہت اعلیٰ کے منصب پر فائز کردیے گئے اور انہوں نے مشتری کے مندر میں جاکر ان دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا جو روم کے محافظ دیوتا تھے تاہم ایک عوامی بغاوت نے قربانی کی مقدس رسم کی ادائیگی میں خلل ڈال دیا۔ پرتعیش زندگی گزارنے والے عوام نہ تو سخت مزاج میکسمیس کے انتخاب سے خوش تھے اور نہ ہی

انھیں نرم خو اور انسان دوست ہلیانوس کا کوئی خوف تھا۔ بہت سے لوگ مشتری دیوتا کے مندر کے باہر جمع ہو گئے اور انھوں نے ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ انھیں شہنشاہ کے انتخاب پر رضامندی یا ناراضگی کا اظہار کا حق ہے اور وہ اس انتخاب میں ترمیم کر کے ایک تیسرے شہنشاہ کو بھی منتخب کرانا چاہتے تھے جس کا تعلق گورڈین خاندان سے ہوتا کہ اس طرح اس خاندان کا شکریہ ادا کیا جا سکے جس کے دو افراد اپنی جانیں قم کے نام پر نثار کر چکے تھے۔ میکسمیس چونکہ شہر کی محافظ سپاہ کا سالار تھا اس نے کوشش کی کہ اس عوامی ہنگامہ آرائی کو بزور طاقت دبا دے۔ ہیلبانوس بھی اس کارروائی سے متفق تھا لیکن عوام نے جو لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلح تھے محافظ سپاہ کو پیچھے دھکیل دیا۔ عوام ہنگامہ آرائی کے موقع پر ان کے مطالبات تسلیم کرنا ہی دانشمندی خیال کیا جاتا ہے کیونکہ مقابلہ دونوں فریقوں کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اس موقع پر گورڈین کا ایک بھتیجا موجود تھا۔ اسے عوام کے سامنے پیش کیا گیا اور اسے سیزر کا خطاب عطا کر کے ولی عہد سلطنت مقرر کر دیا گیا اور اس چھوٹے سے عمل سے طوفان انقلاب ٹل گیا اور ان تینوں امیدواروں کی توثیق متفقہ طور پر بھی ہو گئی اور اب سب مشترکہ دشمن کے خلاف تیاروں میں مصروف ہو گئے۔

میکسمین سینیٹ اور اس کے شہنشاہوں پر حملہ کرتا ہے

جن دنوں روم اور افریقہ میں انقلابات رونما ہو رہے تھے تو میکسمین کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب اسے گورڈیان کی بغاوت اور سینیٹ کے فیصلے کی خبر ملی تو اس کی وحشت بڑھ گئی اور وہ درندہ بن گیا۔ دوری کی وجہ سے وہ سینیٹ کے اراکین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا البتہ جو لوگ اس کے قریب تھے بشمول اس کے بیٹے اور دوستوں کے سب کی جانیں خطرے میں تھیں۔ دونوں گورڈیان کی موت اس کے لیے ایک اچھی خبر تھی تاہم سینیٹ کو چونکہ معافی ملنے اور معاملات کے سلجھنے کی کوئی امید نہیں تھی اس لیے اس نے دو نئے شہنشاہ منتخب کر لیے۔ میکسمین ان دونوں کی قابلیت اور ان کے استحقاق سے بخوبی واقف تھا۔ میکسمین کے لیے اب ایک ہی راستہ بچا

تھا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھالے۔ الیگزینڈر نے پورے ملک کی افواج کو ایک ہی مقام پر جمع کر کے جرمنوں اور سرماشیوں سے تین کامیاب جنگیں لڑی تھیں جن کی وجہ سے فوج میں بڑی حد تک نظم وضبط پیدا ہو چکا تھا اور اس کی شہرت میں بھی اضافہ ہو چکا تھا اور ان کی تعداد بھی وسیع ہو گئی تھی۔۔ فوج کی خالی اسامیوں پر اس نے وحشی قبائل بھرتی کر لیے تھے۔ میکسمین کی زندگی چونکہ میدان جنگ میں گزری تھی اس لیے کوئی مورخ اس کی سپاہیانہ قابلیت اور بہادری سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ ایک تجربہ کار سپاہی اور ایک بہادر جرنیل تھا۔ ایسا جرنیل کبھی بھی باغیوں کو مضبوط ہونے کا موقع فراہم نہیں کر سکتا۔ اس نے بھی فوراً دریائے ڈینیو کے کنارے سے دریائے ٹائبر کے کنارے پر واپس آنے کا فیصلہ کیا تا کہ سینیٹ کو اس کی آزادی کا سبق سکھا سکے۔ فوج کے دل میں سینیٹ کے خلاف نفرت موج زن تھی۔ اس کے علاوہ اطالیہ اور روم جیسے امیر علاقوں کے مال دار کو لوٹنے کی تمنا رکھتی تھی مگر مورخین کے مطابق اس نے بعض غیر ملکی مہمات کی وجہ سے اطالیہ کی تسخیر کو موسم بہار تک موخر کر دیا۔ اس موقع پر میکسمین نے جس دانشمندی کا مظاہرہ کیا اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے مخالفین نے اسکے متعلق مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اس کے جذبات چاہے کتنے ہی وحشیانہ تھے مگر وہ عقل وفہم کے دائرے میں تھے۔ وحشی میکسمین کے مزاج میں سُلا Sulla جیسی دانشمندی بھی تھی جس نے اپنے ذاتی دشمنوں سے انتقام لینے سے پہلے روم کے دشمنوں کو شکست دی تھی۔

اٹلی پر حملہ

جب میکسمین کی فوج پیشقدمی کرتی ہوئی جولین الپس کے دامن میں پہنچی تو انھیں یہ دیکھ کر سخت پریشانی ہوئی کہ نہ کوئی مدمقابل ہے اور نہ ہی کوئی ذی روح وہاں دکھائی دیتا ہے۔ اٹلی کی سرحدوں پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تمام دیہات اور قصبے خالی ہو چکے تھے۔ انسان تو انسان مویشی بھی وہاں سے ہانک کر لے جائے جا چکے تھے۔ اشیائے صرف یا تو لوگ ساتھ لے گئے تھے یا تباہ کر دی

گئی تھیں۔ پل اور شاہراہیں تک کھنڈرات میں بدل دی گئی تھیں۔ کوئی ایسی عمارت تک نہ چھوڑی گئی تھی جہاں فوج پناہ لے سکے۔ سیپٹ کے سپہ سالاروں نے یہ سب کچھ جنگ سے بچنے کے لیے کیا تھا۔ وہ میکسمین کی فوجوں کو بھوکوں مارنا چاہتے تھے اور آہستہ روی سے ختم کرنا چاہتے تھے۔ وہ دشمن کی ساری عسکری طاقت اٹلی کے بڑے شہروں کے محاصروں میں ختم کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے شہروں میں کھانے پینے کے سامان کا ذخیرہ کرلیا تھا اور آبادی بھی وہاں جمع کرلی تھی۔

ایکویلیا کا محاصرہ

سب سے پہلا حملہ ایکویلیا پر ہوا۔ اس شہر کا سیپٹ کی طرف سے بخوبی دفاع کیا گیا۔ موسم بہار میں جمے ہوئے یخ بستہ چشمے پگھلنے سے میکسمین کی فوج کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ پہاڑی ندی نالوں طغیانی آنے کے بعد انھیں بڑے بڑے چوبی تنوں کی مدد سے عبور کیا گیا۔ ایکویلیا کے قرب وجوار میں میکسمین کی فوج سے بڑی تباہی مچائی اور دیہاتوں کو مسمار کردیا۔ ان کی عمارتوں سے جو لکڑی حاصل ہوتی اسے منجنیقوں اور محاصراتی میناروں کی تعمیر میں صرف کیا گیا جو اس شہر کی فصیل کے چاروں طرف ایستادہ کردیے گئے۔ اور اس کے بعد شہر کا محاصرہ کرلیا گیا۔ اس کی فصیلوں کو جو نقصان پہنچا تھا اسے مرمت کرکے دور کردیا گیا۔ ایکویلیا کا اصل دفاع اس کے شہریوں کے عزم واستقلال میں مضمر تھا۔ یہ لوگ محصور ہوکر حوصلہ ہارنے کی بجائے حوصلہ مند رہے۔ ان کے عزائم اور حوصلوں کو بلند رکھنے میں دو سالاروں کرسپینوں اور مینوفیلس نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ دونوں سیپٹ کے مقرر کردہ 22 سالاروں میں سے تھے۔ یہ اپنے ساتھ چند فوجی دستے لے کر ایکویلیا میں محصور ہوگئے تھے۔ انھوں نے اپنی بہادری سے میکسمین کی افواج کے کئی حملے پسپا کردیے اور فصیلوں سے آگ برسا کر ان کی منجنیقیں تباہ کردیں۔ پھر اس کا جشن منایا گیا اور رقص کیا گیا کہ اس شہر کا محافظ دیوتا بذات خود اس شہر کے دفاع میں شریک ہے۔

میکسمیس کا طرزِ عمل

نیا شہنشاہ میکسمیں دفاع کی غرض سے شہر ریونا تک پیش قدمی کرتا ہوا چلا آیا تا کہ اس اہم شہر پر قبضہ کرلیا جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ دفاعی جنگ لڑنے کی مکمل تیاریاں کرلی جائیں تا کہ میکسمین سے جنگ لڑتے ہوئے ایسی کوئی کوتاہی یا کمزوری نظر نہ آسکے جو دانش مندی کے خلاف ہو یا جنگی حکمت عملی کے منافی ہو۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ صرف ایک شہر کے محصورین حملہ آور فوجوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ میکسمین ان چھوٹے چھوٹے محاصروں کو چھوڑ کر بالضرور روم پر حملہ کرے گا۔ آزادی اور جمہوریت کے قیام کے لیے ایک بڑی جنگ لڑنا ناگزیر تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے جس فوج سے مقابلہ درپیش ہے وہ دریائے ڈینیوب اور دریائے رائن کے کناروں پر بیشمار فتوحات حاصل کرچکی ہے۔ اس کے مقابلے میں جو فوج جمع کی گئی تھی وہ اٹلی کے نومشق نوجوانوں اور جرمنوں کے اضافی دستوں پر مشتمل تھی۔ اگرچہ ان سے فوج میں قوت پیدا ہوئی تھی مگر اس پرخطر موقع پر ان لوگوں کی ہمت وجرات پر بھروسا کرنا خالی از خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے ضروری تھا کہ ایسی منصوبہ بندی کی جائے جس کے ذریعے میکسمین کو سزا دی جاسکے اور روم کی آزادی بھی قائم رہ سکے اور سینیٹ کو بھی ان خطرات سے آزاد کیا جائے جو میکسمین کی فتح کی صورت میں اسے درپیش تھے۔

اپریل 238ء، میکسمین اور اس کے بیٹے کا قتل

ایکویلیا کے باشندوں کو محاصرے کی معمولی صعوبتوں کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ اس کے پاس کھانے پینے کا کافی ذخیرہ موجود تھا اور فصیل شہر کے اندرون کئی چشمے بہتے تھے جن کی وجہ تازہ پانی کی قلت پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ ان کے مقابلے میں محاصرین کو موسم کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، بیماریوں اور قحط کی مصیبت کا سامنا تھا۔ دیہات ویران اور تباہ شدہ تھے۔

دریاؤں میں لاشیں اٹی پڑی تھیں جس کی وجہ سے ان کا پانی خون آلود اور بدذائقہ تھا۔ ان حالت میں محاصرین میں بددلی اور ناامیدی کی ایک لہر پیدا ہوگئی۔ وہ ہر قسم کی اطلاعات اور خبروں سے بے خبر تھے۔ انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ شاید سیپٹ کی رائے پر تمام سلطنت متحد ہوگئی ہے اور ہم لوگوں کو ایکٹیلیا کی فصیلوں کے نیچے مرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔ فوج کی ناامیدی سے میکسمین کا غصہ اور تیز ہوگیا اور اپنی ناکامی کا سبب وہ سپاہ کی بزدلی کو قرار دیتا تھا۔ اس کے بے وقت مظالم سے لوگوں کے دلوں میں اس کا خوف پیدا ہوجانے کی بجائے اس کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی۔ محافظ سپاہ کا ایک دستہ جو روم کے قریب لیلبا کی چھاؤنی میں مقیم تھا اس کے سپاہی اپنے اہل خانہ سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ انھوں نے سینیٹ کے احکام کی بجاآوری کرنے کا فیصلہ کیا۔ میکسمین جب شاہی خیمے میں بغیر محافظوں کے اس کے ہاتھ میں آ گیا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بیٹے کا بھی کام تمام کر دیا گیا۔ اس کا بااعتماد وزیر اینولی نوس بھی مارا گیا۔ وہ اس کے مظالم میں برابر کا شریک تھا۔ ان تینوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر شہر کی فصیلوں کے نیچے بلند کیا گیا۔ جب ایکویلیا کے باشندوں نے یہ منظر دیکھا تو سمجھ گئے کہ اب محاصرہ ختم ہوگیا۔ شہر کے دروازے کھول دیے گئے اور میکسمین کی بھوکی فوج کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا۔ اس فوج نے سینیٹ اور روم سے وفاداری کا حلف اٹھایا اور میکسی مس اور بیلینوس کو قانونی طور پر سربراہان مملکت تسلیم کر لیا۔

میکسمین کی تصویر

وحشی میکسمین کا انجام وہی ہوا جس کا وہ مستحق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی جذبات سے عاری تھا اور اس کے مہذب ہونے کا تو شبہ تک نہیں تھا۔ بعض مورخین نے اسے ایک ایسا عفریت قرار دیا ہے جو بنی نوع کا دشمن ہو۔ اس کا قد آٹھ فٹ تھا اور اسے بے پناہ جسمانی طاقت حاصل تھی اور وہ اتنی خوراک کھاتا تھا کہ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

رومی دنیا میں مسرت کی لہر

جو خوشی اور مسرت رومی دنیا کو میکسمین کی موت سے حاصل ہوئی اس کا تصور تو کیا جا سکتا ہے مگر یہ ناقابل بیان ہے۔ ایکویلیا سے روم پہنچنے میں اس خبر کو چار دن لگے۔ جب میسمیس فاتحانہ واپس لوٹا تو اس کی فتح کی خوشی میں جلوس نکالا گیا۔ اسکا شریک شہنشاہ اور نوجوان گورڈین اور سینیٹ کے اراکین اس کے استقبال کو نکلے۔ اس جلوس میں اطالیہ کے ہر شہر کے نمائندے شریک تھے۔ سب نے سینیٹ اور موجودہ شہنشاہوں کا شکریہ ادا کیا اور انھیں سلامی دی گئی۔ عوام بھی خوشی سے اس جلوس میں شریک ہوئے۔ ہر شخص یہ کہتا ہوا سنا گیا کہ اب ظلم و جور کا دور ختم اور مسرت اور شادمانی کا اور خوشحالی کا دور شروع ہو گیا ہے۔ نئے شہنشاہوں کا کردار عوام کی توقعات پر پورا اترا۔ وہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے تھے اور ایک کی تندخوئی کا علاج دوسرے کی نرم روی سے ہو جاتا تھا۔ میکیمیس نے ایسے قوانین وضع کر رکھے تھے کہ اگر کسی شخص کو کوئی جائیداد ملتی تو وہ اس کا بڑا حصہ خزانہ شاہی کی نذر کرتا تھا اور ہر طرح سے وہ خزانہ بھرتا تھا۔ تمام ظالمانہ قوانین اور ٹیکس بالکل معاف کر دیے گئے یا پھر معقول حد تک ان میں کمی کر دی گئی۔ نئے سرے سے نظم و ضبط قائم کیا گیا اور نئے شہنشاہوں نے جن کی حیثیت سینیٹ کے وزیروں کی تھیں متعدد نئے اور مفید قوانین سینیٹ کو منظوری کے لیے پیش کیے۔ فوجی مظالم کے کھنڈرات پر جمہوریت کی عمارت تعمیر کی گئی جس کا آئین و دستور عوام کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا۔ ایک موقع پر میکسمیس نے سوال کیا تھا ہمیں روم کو ایک ظالم کے پنجے سے چھڑانے کا کیا انعام ملے گا؟ اس کا جواب بیلبانوس دیا تھا کہ اس کے بدلے ہمیں سینیٹ، عوام اور پوری سلطنت کے لوگوں کی محبت اور ہمدردی حاصل ہو جائے گیا۔ اس پر دانش مند میکسمیس نے کہا تھا کہ میں فوج کی نفرت اور سپاہیوں کے غصہ کے خوفناک نتائج سے خوف زدہ ہوں۔ آئندہ پیش آنیوالے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کا یہ خوف کچھ بے جا نہیں تھا۔

روم کی سازش

جب میکسمیس حملہ آور فوجوں کے مقابلے میں اٹلی کا دفاع کر رہا تھا تو بیلبانوس روم میں سینیٹ کے ساتھ اختلافات دور کرنے میں مصروف تھا۔ سینیٹ کا اجلاس جاری تھا کہ دو تجربہ کار محافظ دستے کے سپاہی مشاہدہ کرنے یا کسی غلط ارادے سے مندر میں گھس آئے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے قربان گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ گیلاکانوس جو مجسٹریٹ اعلیٰ منتخب ہوا تھا اور میسی ناس جو محافظ سپاہ کی طرف سے سینیٹ کا رکن مقرر ہوا تھا ان سپاہیوں کے یوں بے باکانہ انداز میں مندر میں داخل ہو جانے پر بہت برہم ہوئے اور انھیں میکسمین کے جاسوس سمجھتے ہوئے اپنے خنجروں سے قربان گاہ کے سامنے قتل کر دیا۔ اس کے بعد دروازے پر آ کر انھوں نے عوام کو بتایا کہ محافظ سپاہ کے لوگ باغیوں کے جاسوس ہیں اور عوام کو چاہیے کہ انہیں قتل کریں۔ اس پر عوام نے چھاؤنی پر حملہ کر دیا اور اور عوام کے غیض وغضب سے جو بچ گئے انھوں نے شہر میں پناہ لے لی۔ عوام نے کئی مرتبہ ان پر حملہ کیا مگر انھوں نے یہ حملے ناکام بنا دیے۔ یہ خانہ جنگی کئی دن تک جاری رہی اور اس سے دونوں طرفین کو بھاری جانی نقصان پہنچا۔ پھر جب عوام نے پانی کی سپلائی کے پائپ توڑ دیے تو محافظ سپاہ کی حالت غیر ہو گئی اور اس مایوسی کی حالت میں انھوں نے روم پر حملہ کر دیا۔ شہر کے مکانات کو نذر آتش کر دیا اور شہریوں کے خون سے گلیاں رنگین ہو گئیں۔ شہنشاہ بیلبانوس نے مجبوراً دونوں فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کی۔ کچھ دیر کے لیے دونوں نے یہ صلح کر بھی لی مگر اس دوران فریقین کے غصے کی آگ اور بھڑک گئی اور دوبارہ پر تشدد کارروائیوں کا آغاز ہو گیا۔ افواج کو جہاں سینیٹ اور عوام سے نفرت تھی وہیں وہ شہنشاہ کی اس کمزوری پر بھی برہم تھے جو اس نے عوام پر حکومت کرنے میں دکھائی تھی۔

محافظ سپاہ کی بددلی

میکسمین کی موت پر محافظ فوج نے محض حالات سے مجبور ہو کر میکسمیس اور بیلبانوس کو

شہنشاہ تسلیم کرلیا تھا۔ وہ ان کے انتخاب پر خوش نہیں تھے۔ ایکویلیا کے محاذ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد میکسمیس محافظ سپاہ کی چھاؤنی پہنچ گیا تھا اور اس نے محافظ فوج سے حلف وفاداری لیا تھا اور ان کے سامنے انتہائی نرم لہجے میں تقریر کی تھی اور اس دور کی بدنظمی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے سپاہیوں کو یقین دلایا تھا کہ ان کی ماضی کی غلطیوں کو معاف کردیا جائے گا اور سینیٹ صرف اس بات کو یاد رکھے گی کہ تم نے ظالم میکسمین کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اپنا فرض دیانت داری سے ادا کیا تھا۔ میکسمیس نے اپنی حکومت کو تقویت دینے کے لیے محافظ سپاہ میں انعام واکرام بھی تقسیم کیے تھے۔ اس کے بعد مروجہ قربانی دی گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے محافظ سپاہ کے دستوں کو واپس اپنے اپنے صوبوں میں لوٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ اس عمل سے اسے امید تھی کہ وہ محافظ سپاہ کے دل جیت لے گا۔ پھر جب وہ فاتحانہ روم میں داخل ہوا تو محافظ سپاہ نے اس کا محض رسمی استقبال کیا اور ان کے دل ابھی پوری طرح صاف نہیں ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس فتح کے حصہ دار نہیں ہیں بلکہ صرف عوام کی طرح اس کے تماشائی ہیں۔ پھر جب وہ اپنی چھاؤنی میں جمع ہوئے تو ان میں سے جنھوں نے میکسمین کے لے کام کیا تھا انھوں نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا اور کہا کہ فوج کے منتخب کردہ شہنشاہ کو بے عزتی سے قتل کردیا گیا ہے اور اب تخت پر وہ قابض ہیں جنھیں سینیٹ نے منتخب کیا ہے۔ فوج اور شہریوں میں جو قدیمی اختلاف چلا آرہا تھا وہ خانہ جنگی سے فیصل ہوگیا اور جنگ میں فوج کو پوری طرح سے شکست ہوئی تھی۔ سپاہیوں کا خیال تھا کہ اب انھیں سینیٹ کے احکام کی تعمیل کرنا پڑے گی اور ابھی گو اچھا سلوک کیا جائے مگر آہستہ آہستہ ان سے انتقام ضرور لیا جائے گا۔

میکیس مئیس اور بیلبانوس کا قتل

سینیٹ نے دو شہنشاہوں کی انتخاب کی وجہ یہ بتائی تھی کہ اگر ایک محاذ جنگ پر مصروف ہو تو دوسرا ملکی انتظام کو جاری رکھ سکے لیکن اس حکمت عملی کے پیچھے سینیٹ کی یہ خواہش موج زن تھی

کہ حکمران اعلیٰ کی مطلق العنانیت کو کمزور کر دیا جائے۔ اگر چہ سینیٹ کی یہ حکمت عملی صحیح تھی مگر یہ خود اراکین سینیٹ اور شہنشاہ کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ چونکہ دونوں شہنشاہوں کی سوچ و بچار میں فرق تھا اس لیے جلد ہی بات ایک دوسرے سے حسد تک پہنچی اور اختیارات میں وہ اختلاف واضح ہو گیا۔ میکسی میس کا خیال تھا ہیلیبانوس ایک عیش پرست امیر ہے جبکہ ہیلیبانوس جواب میں اسے ایک گمنام سپاہی کے نام سے یاد کرتا تھا۔ اگر چہ دونوں کھل کر ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کرتے تھے مگر ان کے اختلافات کو ہر شخص سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے انھوں نے اپنے مشترکہ دشمن یعنی محافظ سپاہ کو بھی متحد ہو کر زیر کرنے کی کوشش کی نہیں۔ ایک موقع پر جب پورا شہر کیپی ٹولین کے میلے کے کھیلوں میں مصروف تھا اور دونوں شہنشاہ شاہی محل میں تقریباً اکیلے تھے اچانک انھیں محسوس ہوا کہ خطرہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے اور قاتلوں کے ایک دستے نے ان کو گھیر لیا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے علیٰحدہ رہتے تھے اور ایک دوسرے سے تقریباً بے خبر تھے۔ وہ ایک دوسرے کی مدد لینے اور مدد کرنے سے ڈرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے قیمتی وقت کو بحث و تمحیص میں ضائع کر دیا تھا۔ ان کی اس بے مقصد جدوجہد کو بالآخر محافظ سپاہ کے حملے نے ختم کر دیا۔ حملہ آوروں نے دونوں شہنشاہوں کو قیدی بنالیا اور ان کو برہنہ کر کے ان کی روم کی گلیوں میں تشہیر کی اور پھر آہستہ آہستہ ظالمانہ انداز سیانھوں نے ان بدقسمت شہنشاہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرنے کے بعد ان کے جسموں پر بے شمار زخم لگے ہوئے پائے گئے۔ سپاہیوں نے ان کی برہنہ لاشوں کو چھوڑ دیا تھا کہ عوام ان پر ترس کھائیں۔

صرف گورڈین تیسرا شہنشاہ باقی بچا

صرف چند ماہ کے اندر اندرونی سلطنت کے چھ تاجدار تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے اور اب پھر تخت شاہی خالی تھا۔ اب صرف گورڈین ہی باقی رہ گیا تھا جو شہنشاہی پر برقرار رکھا جا سکتا تھا اور خالی تخت پر بٹھایا جا سکتا تھا۔ وہ پہلے ہی سیزر کے لقب سے سرفراز تھا۔ اسے محافظ سپاہ اپنی

چھاؤنی میں لے گئی اور متفقہ طور پر اسے آگسٹس کا خطاب دے کر تخت نشین کر دیا۔ اس کو سینیٹ اور عوام کی تائید بھی حاصل تھی اور امید کی جاتی تھی کہ وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے عیش پرستیوں میں نہیں پڑے گا۔ روم اور صوبے بھی اس کی حکمرانی کو تسلیم کرنے پر تیار ہو گئے اور عین اس نازک وقت میں جمہوری حکومت کو بچا لیا گیا جب خطرہ تھا کہ دارالحکومت ایک اور خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گا مگر اس کے عوض آزادی اور عزت سے ہاتھ دھونا پڑے۔

گورڈین کی معصومیت اور اس کی خوبیاں

چونکہ گورڈین ابھی صرف انیس سال کا تھا جب اس کی وفات ہو گئی اس لیے اس کے عہد کے واقعات کچھ زیادہ صحت سے معلوم نہیں ہو سکے۔ اس کی تعلیم و تربیت کیسے ہوئی اور وزرائے سلطنت کا سلوک اس کے ساتھ کیسا تھا جو اس ناتجربہ کار شہنشاہ کی راہنمائی کرتے تھے یا اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس کے تخت نشین ہوتے ہی جس شخصیت کا اثر سب سے زیادہ اس پر غالب آیا وہ اس کی ماں کا خادم خاص ایک خواجہ سرا تھا۔ یہ شخص ایشیا سے تعلق رکھتا تھا اور کردار کا بڑا بدخصلت انسان تھا۔ خواجہ سرا ایلاگابولس کے زمانے سے شاہی محلات میں بھرے پڑے تھے۔ اس بدقماش شخص کی سازشوں سے وہ معصوم شہزادہ رعایا کی اصل حالت سے آگاہی نہ حاصل کر سکا۔ نیک خو گورڈیان اس بدخصلت کے دھوکے میں آ گیا اور اس کی اچھائیوں کے باوجود سلطنت کے بڑے بڑے عہدے اس کے علم میں لائے بغیر خطیر رقموں کے عوض فروخت کیے گئے اور یہ سب نااہلوں کے ہاتھوں میں چلے گئے۔ اگرچہ جو حکمت عملی اختیار کی گئی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر کام شفاف طور پر انجام پا رہا ہے۔ تاریخ اس بات پر روشنی نہیں ڈالتی کہ یہ شہنشاہ کس طرح اس بدمعاش کے چنگل سے آزاد ہو گیا لیکن اب اس نے ایک ایسے وزیر پر اعتماد کرنا شروع کر دیا تھا جو دانش مند تھا اور جس کا مقصد صرف عوام کی فلاح و بہبود تھا۔ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی محبت اور علم کی وجہ سے شہزادے نے مسی تھیسس پر اعتماد کیا تھا۔ گورڈین نے اپنے فن خطابت

کے اسی فصیح و بلیغ استاد کی بیٹی سے شادی کی تھی اور اپنے سسر کو اول نائب السلطنت مقرر کیا تھا۔ دو خطوط جو انھوں نے ایک دوسرے کو لکھے تھے آج بھی تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔

مسی تھیئس کا طرزِ حکومت

اس وزیر نے اپنے ایک خط میں شہنشاہ کو محتاط انداز کے ساتھ مطلع کیا اور مبارک باد دی کہ اسے خواجہ سراؤں کی غلامی سے بچا لیا گیا ہے ادھر شہنشاہ نے بھی بغیر کسی تذبذب کے یہ اعتراف کیا کہ ماضی میں اس سے غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اور ان پر وہ افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ بعض خود غرض افراد نے اس کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھایا اور بعض درباریوں نے اسے ہر صورت میں بے خبر رکھنے کی کوشش کی۔ مسی تھیئس نے اس کے بعد جو طرزِ حکومت اختیار کیا وہ قابلِ تعریف ہے۔

جنگ فارس

مسی تھیئس کی پوری زندگی حصولِ علم میں صرف ہوئی تھی۔ اس نے کبھی فوج میں حصہ نہیں لیا تھا لیکن وہ اتنا دانشمند تھا کہ جب اسے محافظ فوج کا سربراہ بنایا گیا تو اس نے اپنے فرائض پوری اہلیت اور قابلیت سے ادا کیے۔ اسی عہد میں اہل فارس نے میسوپوٹیمیا پر حملہ کر دیا اور انطاکیہ بھی خطرے میں گھر گیا۔ اپنے سسر کے مشورے اور تحریک پر یہ نوجوان شہنشاہ شاہی محل کی آرام دہ زندگی کو ترک کر کے جانس کے مندر کا دروازہ کھول کر بہ نفسِ نفیس مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی کثیر فوج دیکھ کر اہل فارس نے ان شہروں کو خالی کر دیا جن پر انھوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ دریائے فرات اور دریائے دجلہ کی وادیاں خالی کر گئے۔ گورڈین نے اپنی اس پہلی کامیابی کو سینیٹ کے سامنے نہایت خوشی کے ساتھ بیان کیا اور شکر گزاری کے ساتھ اسے سسر کی کارگزاری قرار دیا کیونکہ دورانِ جنگ مسی تھیئس مسلسل فوج کو ہدایت جاری کرتا رہتا تھا اور فوج کے نظم و ضبط کا خیال رکھتا تھا اور فوج کو کسی طور پر بددل ہونے نہیں دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ گورڈین کی اقبال مندی کا زمانہ

مسی تھیس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا جو کسی غیر متعین بیماری کی وجہ سے وفات پا گیا تھا۔اس بات کا بھی مورخین نے شک ظاہر کیا ہے کہ اس کی موت زہر خورانی سے واقع ہوئی تھی

فلپ کی کارگزاریاں

فلپ جو اس کے بعد حاکم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوا عربی نژاد شخص تھا اور اپنی جوانی کے ایام میں قزاق پیشہ تھا۔قزاقی سے ترقی کر کے حاکم اعلیٰ کے مقام پر فائز ہونا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ دلیر اور قابل رہنما تھا۔مگر اسی دلیری ے اس میں تخت شاہی کے حصول کا لالچ پیدا کر دیا تھا۔۔اس نے اپنی قابلیت کو اپنے آقا کی خدمت میں صرف کرنے کی بجائے اس کو زیر کرنے کی منصوبہ بندی میں استعمال کیا اور اپنے مہربان شہنشاہ کا تاج چھیننے پر راغب ہو گیا۔اس نے چھاؤنی میں غلے کی مصنوعی قلت پیدا کر کے فوج کو شہنشاہ کے انتظام سے بددل کر دیا۔

گورڈین کا قتل

قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ان تمام سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کو ذکر کرے جن کا سامان فلپ نے گورڈین کی نااہلی ثابت کرنے کے لیے کیا تھا۔گورڈین کو قتل کرنے کے بعد اس مقام پر اس کی یادگار تعمیر کی گئی۔یہ وہ مقام تھا جہاں دریائے فرات میں ایک چھوٹا دریا ایوراس آ کر گرتا ہے۔فوج کی مدد سے جسے وہ پہلے ہی اپنا مطیع کر چکا تھا خوش نصیب فلپ تخت نشین ہو گیا اور سینیٹ اور صوبجات نے اس کی حکمرانی کی تسلیم کر لیا۔

حکومت پر فوجی رنگ چھا گیا

ہم اس مقام پر موجودہ زمانے کے ایک مورخ کی ان اختراعات کا ذکر کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔وہ لکھتا ہے کہ اس دور میں جسے رومی سلطنت کہا جاتا تھا وہ دراصل ایک برائے نام جمہوریت تھی اور خاندانی یا موروثی حکومت سے قدرے مختلف تھی۔اس کی شکل و صورت الجزائر کی حکومت امرا سے ملتی جلتی تھی جہاں فوج کو حکام مقرر کرنے اور معطل کرنے

کے اختیارات حاصل ہیں۔ اسے ڈے Dey کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق عام طور پر اصولاً کہا جاتا ہے کہ فوجی حکومت میں بہ نسبت شخصی حکومت میں زیادہ جمہوریت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور یہ کہا جاسکتا کہ کہ موروثی بادشاہی کے مقابلے میں وہ فوجی حکومت صرف بغاوت یا فوجیوں کی حکم عدولی کی بنا پر وجود میں آتی ہے۔ شہنشاہ جو تقریر کرتے وہ نوعیت میں ویسی ہی ہوتیں جیسی عوام کے روبرو قونصلر اور حکام اعلیٰ بہت پہلے کر چکے تھے تاہم فوج کے پاس ایوان سینیٹ جیسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں تبادلہ خیال کیا جاسکے اور گو ان کے مباحثے مختصر ہوتے مگر ان پر عمل درآمد فوری کیا جاتا تھا اور یوں وہ وقت ضائع کیے بغیر عوام کی قسمت کا فیصلہ کر دیتے تھے۔ شہنشاہ کی حیثیت بھی تو ایک شدت پسند حکومت کے وزیر کی تھی جس کا بھی انتخاب فوج کی بہبود کو سامنے رکھ کر کیا جاتا تھا

گورڈین کی تنہا حکومت کرنے کی خواہش

جب فوج نے فلپ کو منتخب کیا جو محافظ فوج کا سربراہ تھا تو اس موقع پر گورڈین نے تنہا حکومت کرنے کی خواہش ظاہر کی اسے واحد شہنشاہ کی حیثیت سے قائم رکھا جائے مگر اس کی خواہش کو فوج نے سنی ان سنی کر دیا۔ اس کی یہ تجویز بھی سپاہیوں کے ہاں قبول نہ ہوئی کہ اختیارات دونوں شہنشاہوں میں مساویانہ تقسیم کر دیے جائیں اور اس نے سینز رکے سے معمولی خطاب کو قبول کرنا پسند کیا لیکن فوج نے اسے بھی تسلیم نہ کیا۔ آخر کار اس نے یہ درخواست کی کہ وہ محافظ فوج کا سربراہ ہی رہے تو اس کی یہ درخواست بھی رد کر دی گئی۔ آخر اس نے اپنی زندگی کی بھیک مانگی۔ چونکہ اس وقت ان تمام امور کے متعلق فوج ہی فیصلہ کرتی تھی۔ اگر اس مورخ کے بیان کو صحیح تسلیم کر لیں جس کو صدر سونیٹسکو نے تسلیم کیا تھا مگر یہ کچھ مشکوک ہے تو پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان تمام واقعات کے دوران فلپ نے جو خاموشی اختیار کی تھی اس میں شدید غصہ پنہاں تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس کے یہ کرم فرما کم از کم اس کے حریف کی جان بخشی ہی کر دیں۔ پھر اسے خیال آیا کہ ممکن

ہمدردی اس کی بے گناہی کی وجہ سے اس سے ہمدردی کرنے لگیں۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے حریف کی آہ وزاری کو نظر انداز کرتے ہوئے حکم دیا کہ گورڈین کو برہنہ کر کے فوراً قتل کر دیا جائے۔ چند لمحوں بعد اس غیر انسانی فیصلہ پر عملدرآمد کر دیا گیا۔

فلپ کی حکومت

جب وہ مشرقی صوبجات سے روم پہنچا تو فلپ کی خواہش تھی کہ وہ اپنے جرائم کو لوگوں کے ذہنوں سے محو کر دے اور ان سے احترام و محبت حاصل کرے۔ اس سلسلے میں اس نے نہایت شان و شوکت سے کھیل تماشوں کا انتظام کیا۔ آگسٹس کے بعد صرف کلاڈیس، ڈومیشین اور سویرس نے ان کھیلوں کا انعقاد کیا تھا۔ اب یہ کھیل روم کی بنیاد رکھے جانے کے تقریباً ہزار سال بعد پانچویں مرتبہ منعقد ہو رہے تھے۔

سو سال میں ایک بار منعقد ہونے والے کھیل

ان کھیل تماشوں کو مذہبی رسم و رواج اور عزت و احترام کا رنگ دیا گیا۔ ان کے انعقاد میں اتنا وقفہ آ چکا تھا جو عام انسانی عمر سے زیادہ تھا۔ موجودہ ناظرین میں سے کسی نے خود یہ کھیل پہلے کبھی نہیں دیکھتے تھے اور انھیں اس کا احساس تھا کہ شائد انہیں دوبارہ یہ کھیل دیکھنا نصیب نہ ہوں گے۔ ان کھیلوں کے انعقاد دریائے ٹائبر کے کنارے کیا گیا جہاں رومی مذہبی عقائد کے مطابق تین راتوں میں قربانی کی رسوم کا اہتمام کیا گیا اور مارشس چھاؤنی رقص و سرود سے گونج اٹھی۔ چراغوں اور مشعلوں سے وہاں روشنی کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا۔ چونکہ یہ قومی تقریبات تھیں اس لیے انھیں دیکھنے کی غیر ملکیوں اور غلاموں کو اجازت نہ تھی۔ ستائیس نوجوان اور ستائیس لڑکیاں جو شریف النسب اور جن کے والدین زندہ تھے اپنے لیے اور آئندہ نسلوں کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔ مذہبی ترانے گاتے ہوئے انھوں نے قدیم پیشین گوئیوں کے مطابق نیکی کی ترویج کی امید کی اور رومی سلطنت کے قائم رہنے کی دعا کی۔ فلپ کے منعقد کردہ ان کھیلوں سے

عوام بڑی حد تک مطمئن تھے۔ خوش عقیدہ لوگ اپنی ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے اپنے اوہام میں کھو گئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے ذہنوں میں ماضی کے تاریخی واقعات گردش کناں تھے۔ وہ لوگ سلطنت کے آئندہ مستقبل پر غور کرتے تھے۔

سلطنت روم کا تنزل

جب رومولس نے چند گلہ بانوں اور مفرور مجرموں کے ساتھ دریائے ٹائر کے کنارے واقع پہاڑیوں پر روم کی بنیاد رکھی تھی اس بات کو تقریباً ایک ہزار برس بیت چکے تھے۔ پہلے چار ادوار میں رومیوں نے افلاس کی حالت میں صعوبتیں برداشت کر کے خود میں جنگ اور حکومت کے جوہر پیدا کیے تھے پھر اپنی محبت اور قسمت کی مدد سے وہ تین سو برس تک یورپ، ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ممالک پر حکومت کرتے تھے۔ آخری تین صدیاں بظاہر خوشحالی اور مگر اصلاً داخلی انحطاط میں گزریں۔ رومی قوم جو سپاہیوں، مجسٹریٹوں اور قانون ساز لوگوں پر مشتمل تھی اور جس میں پینتالیس قبائل شامل تھے وہ صوجات کے لاکھوں انسانوں کے آقا بن گئے۔ ان صوبجات نے رومی نام تو رکھ لیے تھے مگر ان میں رومی روح کبھی پیدا نہ ہو سکی۔ آزادی کا سراغ سوائے تنخواہ دار فوج کے کہیں اور نہیں لگتا تھا۔ فوج کا کام سرحدوں کا تعین کرنا اور رعایا میں امن و امان بحال رکھنا تھا تاہم اس آزادی کا استعمال اس نے بے حد برے انداز میں کیا۔ فوج کے بے اصول انتخابات کی وجہ سے روما کے تخت پر کبھی اہل شام، ایک گاتھ اور ایک عرب کو جگہ ملی تھی۔ فوج کو سلطنت کے صوبجات اور مفتوحہ مقامات پر بھی پورے اختیارات حاصل تھے۔

اس عہد میں سلطنت روم بحیرہ مغرب سے لے کر دریائے دجلہ کے کناروں تک اور کوہ اطلس (افریقہ) سے دریائے رائن کے کناروں تک وسیع تھی۔ ظاہر بین نگاہوں کو فلپ، ہیڈرین، آگسٹس میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا اور بظاہر دونوں ہی اتنے عظیم حکمران نظر آتے تھے اور دونوں کی شان و شوکت یکساں تھی لیکن باطنی طور میں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ طویل مدت

بے ظلم واستبداد کا شکار رہنے کی وجہ سے لوگوں میں صنعت وحرفت میں ترقی کرنے کا عزم ختم ہو چکا تھا۔ فوج کا نظم وضبط بدعنوانیوں کی نذر ہو چکا تھا جس سے سلطنت کی شان وشوکت قائم تھی وہ جذبہ اب فوج سے رخصت ہو چکا تھا۔ سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت جس کا انحصار بجائے قلعہ بندی کے سپاہ کی خوبیوں پر تھا اب اس کی پروا نہیں کی جاتی تھی۔ خوشحال صوبے حفاظت کے انتظام سے خالی پڑے تھے اور وحشی قبائل کا جب دل چاہتا وہ رومی صوبوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ان وحشیوں کو سلطنت کی اندرونی کمزوریوں کا علم ہو چکا تھا اور وہ اس کی انحطاط پذیری سے واقف ہو چکے تھے۔

.....☆☆☆.....

باب ہشتم

ساسانی سلطنت میں اردشیر کی بحالی
ملک فارس کی کیفیت اور نظام حکمرانی

وحشی اقوام کے ہیبت ناک حملوں کا آغاز

رومی مورخ ٹیسٹس Tacitus کا انداز اپنی The Histories میں یہ رہا ہے کہ جب کبھی وہ کوئی ایسا دلچسپ واقعہ بیان کرنا چاہتا ہے جس میں جرمنوں اور پارتھیوں کے کسی اندرونی معاملے کا ذکر ہو تو اس کا اصل مقصد قارئین کی توجہ تاریخ روما میں موجود مسلسل برائی گناہ آلودگی سے ہٹانا ہے۔ قیصر آگسٹس کے عہد سے لے کر الیگزینڈر سیویرس کے دور تک روم کے تمام بیرونی دشمن اس کے مطیع تھے جن میں ظالم اور فوجی دونوں شامل تھے۔ سلطنت کی خوشحالی کو انقلابات زمانہ سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ یہ صرف دریائے رائن اور دریائے فرات کی وادیوں ہی میں بپا ہوتے تھے لیکن جب فوج نے دیکھا کہ شہنشاہیت میں دم خم باقی نہیں ہا اور نا ہی سینیٹ کے قوانین موثر رہے یہاں تک کہ خود فوج میں نظم وضبط عنقا ہو گیا تو انھوں نے بادشاہ گر کا کردار اپنا لیا۔ بیرونی محاذ پر شمال کے وحشی قبائل اور مشرق کی بربری اقوام جو مدت سے سلطنت کی سرحدوں پر گدھ کی طرح منڈلا رہی تھیں ان کی دخل اندازیاں اب ہیبت ناک حملوں کی شکل اختیار کر گئیں پھر

حملہ آوروں کے حوصلے اتنے بڑھے کہ ان میں سے بیشتر نے سلطنت کے صوبجات کے اندرون بھی اپنے عسکری مستقر بنا لیے۔ سلطنت روما کی تاریخ کے اس دور کے اہم واقعات اور بڑے بڑے مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمیں ماضی میں ہینی بال اور متھری ڈیٹیز کے حالات کا جائزہ لینا پڑے گا تا کہ ہمیں روم کے ان دشمن اقوام کے تصورات کردار اور طاقت کا صحیح پتہ چل سکے اور ان کے عزائم سے آگاہی حاصل ہو سکے جنھوں نے ہینی بال اور متھری ڈیٹیز کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

ساسانی سلطنت کا قیام اور اس کے اثرات

باقی دنیا کی نسبت ایشیا میں شہر پہلے وجود میں آئے۔ شہروں کے وجود میں آنے کے بعد سلطنتیں قائم ہوئیں اور یہ ہر علم و ہنر کے مرکز بن گئے۔ انھیں شہروں میں اقوام مشرق مطلق العنانیت کی عیش کوشی کا مزا لے رہی تھیں۔ آشوری مشرق میں اولین تھے جنھوں نے شہنشاہیت قائم کی تھی پھر ان کے جانشینوں کے ہاتھ سے نینوا اور سمیرامس نکل گئے اور میڈ قوم اور بابلیوں نے ان کی شہنشاہیت کو باہم تقسیم کر لیا مگر جلد ہی اہل بابل بھی اہل فارس کی شہنشاہیت کی نذر ہو گئے۔ اہل فارس عقابی نگاہوں کے مالک تھے اور وہ خود کو ایشیا کی تنگ فضا میں محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ کیخسرو بیس لاکھ فوج کا مالک تھا۔ وہ مبینہ طور پر سائرس کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا جبکہ سکندر اعظم مقدونی کے پاس صرف تیس ہزار سپاہ تھی جو ابن فلپ مقدونی تھا۔ یونانیوں نے اسے کہا تھا کہ اہل فارس پر فتح حاصل کر کے ایتھنز کی تباہی کا بدلہ لو۔ اس کے جانشینوں میں سیلوکس خاندان کے شہزادوں نے پہلے تو ان علاقوں پر فتح پائی پھر یہ ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور یوں اہل مقدونیہ کی برتری مشرق پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ بدنام زمانہ معاہدہ صلح وجود میں آیا جس کی رو سے کوہ طاروس کی دوسری طرف کا علاقہ انھوں نے رومیوں کے حوالے کر دیا۔ وہ علاقہ جہاں سکائھی قبائل آباد تھے اہل فارس نے انھیں وہاں سے بھگا کر خالی کرا لیا۔

یوں شمالی ایشیا کے تمام علاقے ان کے زیر اقتدار آ گئے اور ہندوستان سے لے کر شام تک کا علاقہ شہنشاہ اردشیر Ardshir کے مقبوضات میں شامل ہو گیا۔ اسے مورخین نے ارتکشیر Artaxerxes کا نام بھی دیا ہے۔ اسی شہنشاہ نے ساسانی حکمران خاندان کی بنیاد رکھی۔ عرب مسلمانوں کے فارس پر حملے (632ء) تک فارس پر حکومت کرتا رہا۔ ساسانی سلطنت کا قیام ایک بڑا انقلاب تھا۔ اس کے مہلک اثرات الیگزینڈ سیویرس کی حکومت کے چوتھے سال میں سلطنت روما پر بھی مرتب ہوئے تھے۔

اردشیر کی تخت شہنشاہی تک رسائی

اردشیر نے ارتبان Artabans نامی آخری پارتھی حکمران کی فوج میں ملازمت سے اپنی عسکری زندگی کا آغاز کیا تھا۔ بعد ازاں اس پر شاہی عنایات کے خلاف بغاوت کا الزام لگا اور اسے جلا وطن کر دیا گیا۔ جب تخت شاہی پر استحقاق بڑھ جاتا تو نظام شہنشاہیت میں ایسے ہی انعامات دیے جاتے تھے۔ اس کے خاندان کا کوئی پتا نہیں چلتا اور یوں یہ بات بھی اس کے دشمنوں کے حق میں جاتی تھی جو اسے ہتھیار کی صورت میں اس کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اگر ہم اس ناجائز الزام کو صحیح تسلیم کر لیں کہ اردشیر ایک عام سپاہی کے ایک ادنیٰ عورت سے ناجائز تعلقات کا نتیجہ تھا جبکہ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ فارس کے کسی قدیم شاہی خاندان کی نسل سے تھا۔ حالات اور واقعات نے ایک عام شہری کی حیثیت تک پہنچا دیا۔ اگرچہ وہ شاہی خاندان کا آخری فرد تھا اس نے اس وقت کے حکمران خاندان کے استحقاق کو چیلنج کیا اور بتایا کہ وہ پانچ سو سال سے دارا کے تخت پر ناجائز طور پر قابض ہیں۔ پارتھی خاندان نے تین جنگوں میں اس سے شکست کھائی اور اس کا آخری تاجدار ارتبان مارا گیا جس سے اس خاندان کے حوصلے پست ہو گئے اردشیر کو بلخ کی ایک ملی مجلس نے بادشاہ تسلیم کر لیا۔ پارتھی خاندان دو چھوٹی شاخوں میں منقسم ہو گیا جبکہ ایک تیسری شاخ نے آرمینیا منتقل ہونا چاہا مگر اپنی مختصر فوج کے ساتھ راستے میں فاتح کے

ہاتھ چڑھ گئی جس نے اسے ختم کر دیا۔ اب اردشیر نے شہنشاہی خطاب کو اپنا لیا۔ یہ خطاب اس سے پہلے دیگر شہنشاہوں کے استعمال میں رہا تھا مگر اہل فارس اس کارروائی سے خوش نہ ہوئے اور انھوں نے اسے یاد دلایا کہ اس کا اصل فرض ماضی کی شان وشوکت کو بحال کرنا ہے اور سائرس دی گریٹ کی سلطنت اور وقار کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔

اہل فارس کی مذہبی حالت

اہل فارس سکندر اعظم کے حملے کے بعد سے ایک طویل عرصہ اہل مقدونیہ اور پارتھیوں کے زیر انتداب رہے تھے۔ یورپ اور ایشیائی نسلوں کے اختلاط سے دونوں کے مذاہب کی حالت خاص اب قائم نہ رہی تھی کیونکہ فاتح اور مفتوحین نے ایک دوسرے کے عقائد کو خلط ملط کر دیا تھا۔ اردشیری مجوس کی پرستش کرتے تھے مگر ساتھ ہی اسے غیر ملکی دیوتاؤں کے ساتھ ملا کرنا صرف اس کے ساتھ اضافہ کر کے اسکی توہین بھی کی تھی۔ مشرق میں زرتشت کا احترام ابھی باقی تھا۔ وہ سرزمین ایران کا ایک قدیم فلسفی اور پیغمبر تھا مگر چونکہ اس کے پیروکار فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اس لیے اس کے معجزات، تعلیمات اور احکامات آسمانی سے انکار کا باعث بنے تھے۔ اردشیر نے اس قدیم ملی مذہب کو بحال کرنے کے اقدامات کیے۔

زرتشت کا مسئلہ ثنویت

زرتشت کے مذہب کا بنیادی مسئلہ یزدان اور اہرمن نامی دو خداؤں کی خدائی ہے۔ یہ ثنوی فلسفہ شر اور خیر کی قوتوں پر مبنی ہے۔ اس میں اخلاقیات اور خالق کل کے احکامات کو ضم کر لیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک علت اولی وہ ہے جس کی وجہ سے کائنات قائم ہے۔ یہیں مسئلہ زرتشت کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اہرمن کا شر زرتشت کی تعلیمات کے مطابق خیر کی فعالیت میں مسلسل رخنہ انداز ہے۔ اس عمل سے خیر شر کے انتہائی باریک ذرات آپس میں مل کر حل ہو جاتے ہیں اور باہم جوش کھاتے ہیں جس کے نتیجے میں زہریلے بخارات اٹھ کر انسانی نصیب پر اثر انداز ہوتے ہیں

اور طبائع میں زلزلہ کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اور انسانی زندگی میں شر پیدا کرتے ہیں مگر جس کا یزدان پر ایمان محکم ہے اس شر اندازی سے بچ جاتا ہے اور علم نور کے نیچے ظلمت سے جنگ کرتا اور پھر یوم عقبیٰ میں اس کی فتح کے ڈنکے بجتے ہیں۔ یوم عقبیٰ ہی وہ دن ہوگا جب یزدان کا نور اہرمن کی ظلمت پر غالب آجائے گا اور اہرمن کے پیروکار اس کے بحر ظلمات میں ڈوب جائیں گے اور خیر کائنات میں ابدیت حاصل کرلے گی۔

زرتشت کی دینیات کی تفہیم میں غلطی

زرتشت کی تعلیمات کو سمجھنے میں جہاں غیر ملکیوں نے غلطی کی وہیں خود اس کے مقلدین کی بڑی تعداد نے بھی اس کی تفہیم میں غلطی کی مگر غیر محتاط لوگ بھی اس سے بہت متاثر ہوئے۔ بقول ہیروڈوٹس اس مذہب میں معبد، قربان گاہ یا کسی قسم کے بت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی باالفاظ دیگر ثنویت کا شکار ہونے کے باوجود زرتشت نے بت پرستی کو رواج نہیں دیا اور وہ ان مذاہب پر ہنستا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان دو صورتوں کا محتاج ہے یا ان سے کسی قسم کی مشابہت رکھتا ہے یا اسے انسانی فطرت سے کسی قسم کی کوئی مشابہت ہے۔ پہاڑیوں کی چوٹیوں کو قربانیوں کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ عبادات صرف حمدیہ اور دعائیہ الفاظ پر مشتمل ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر جو افلاک پر حکمران ہے وہی ان عبادات کا سزاوار ہے اور عبادتوں میں اسی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ زرتشت ایسے لوگوں کو مورد شرک ٹھہراتا ہے جو زمین، ہوا، پانی، آگ کے علاوہ سورج و چاند اور دیگر اجرام فلکی کی پرستش کرتے ہیں مگر اہل فارس نے کبھی اس الزام کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی وضاحت اس ابہام سے کی کہ کسی نہ کسی طرح ان عناصر کی عبادت کا جواز نکل آئے۔

زرتشت کے مدارج

زرتشت کی تعلیمات میں کچھ ایسے مدارج بھی آتے ہیں جب زرتشت ایک پیغمبر کی بجائے ایک قانون ساز کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ وہ دنیا کی ان شخصیات میں شامل ہے جنھوں

نے انسانیت کو ضابطہ قوانین عطا کیا ہے۔ اس کے نزدیک وہ ذاتی اور اجتماعی زندگی میں مسرت کے پہلو تلاش کرتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جس کا عقاید سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ روزہ اور نماز زندگی گزارنا یعنی تجرد بعض مذاہب کے نزدیک خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے ذرائع ہیں مگر زرتشت انھیں انتہائی سختی سے رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کی وجہ سے خدا تعالی کے بہترین انعامات کا ترک کرنا ناسپاسی کی علامت ہے اور ایک جرم ہے۔ مجوسی مذہب کا پروہت سلسلہ حیات کو آگے بڑھانے کا پابند ہے اور اسے مذہبی طور پر مفید شجر کاری اور تکلیف دہ حیوانات کے ختم کرنے کا حکم ہے زندواوستا دانش اور حکمت پر مبنی کتاب ہے۔

اردشیر کا سلطنت کو مستحکم کرنا

اردشیر نے اپنی ذاتی بہادری اور کردار کی بنا پر پارتھیوں سے حکومت چھین لی اب اسے قائم رکھنا بھی اور مستحکم کرنا بھی ایک مسئلہ تھا اور سلطنت فارس کے تمام وسیع رقبے میں یکساں اور مضبوط نظام حکومت قائم کرنا لازم تھا۔ پارتھی اپنے خاندان کے افراد کو صوبوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کرتے تھے اور یہ عہدے بھی بادشاہت کی طرح موروثی ہوتے تھے۔ اردشیر نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے شہنشاہ کا خطاب قبول کر لیا اور اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں قائم رہنے دیا۔ اس کی حکومت جدید فارس کے رقبے کے برابر علاقے پر قائم تھی۔ اس کی سلطنت کی حدود یا تو دریا تھے یا سمندر۔ ایک طرف دریائے دجلہ وفرات اس کی حد بندی کرتے تھے تو دوسری طرف دریائے آمو اور جیحوں اس کی سرحدوں کا تعین کرتے تھے۔ اس کے ایک سمت میں دریائے سندھ واقع تھا تو دوسری طرف بحیرہ خزر اور خلیج فارس اس کی قدرتی سرحدیں قائم کرتے تھے۔ اس کے علاقے میں عہد گزشتہ میں لیے گئے ایک جائزے کے مطابق تقریباً 554 شہر آباد تھے، ساٹھ ہزار گاؤں اور کل آبادی 4 کروڑ (40 ملین) تھی۔ اگر ساسانی نظام حکومت کا موازنہ سلمانوں کے نظام حکومت سے کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اردشیر کی سلطنت میں کم از کم شہروں

اردیہاتوں کی آبادی مساوی تھی مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں بندرگاہوں اور دیگر شہروں میں تازہ پانی کی قلت ہی رہی ہے اور یہی حال اہل فارس کا بھی تھا۔ انھوں نے مردم شماری کرنے کے لیے کچھ گھٹیا حرکتیں بھی کی تھیں مگر قومی وقار میں اضافہ کے لیے ایسا تقریباً ہر قوم نے کیا ہے۔

خارجہ محاذ پر

اندرون ملک سلطنت کی بنیادیں مستحکم کرنے کے بعد اردشیر نے اپنے ہمسایہ ممالک کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ ماضی میں اہل فارس پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس نے وحشی سکاتھی قبائل پر آسانی سے قابو پالیا۔ ہندوستان میں بھی اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیے مگر مغرب میں واقع سلطنت ایسی طاقت تھی جو ماضی میں کمزور پڑ گئی تھی مگر اب بحال ہو گئی تھی اور شمشیر زنی کرنے کی خواہشمند تھی۔ روم گزشتہ چالیس سال سے بالکل خاموش تھا اور بہادری کے ان ثمرات سے فائدہ اٹھا رہا تھا جو شہنشاہ ٹراجن نے اپنی فتوحات میں حاصل کیے تھے۔ مارکس کی فتح سے لے کر سکندر کی حکومت کے عہد تک رومی اور پارتھی سلطنتوں میں تقریباً دو مرتبہ جنگ ہو چکی تھی۔ پارتھیوں کی عسکری طاقت رومی عسکری قوت کے صرف ایک حصے کے برابر تھی اس لیے جنگ کا نتیجہ عموماً رومیوں کے حق میں رہتا تھا۔ میکری نیس چونکہ اپنے داخلی حالت سے بہت پریشان تھا اس لیے اس نے بیس لاکھ طلائی سکوں کے بدلے میں معاہدہ صلح کر لیا تھا۔ بعد ازاں مارکس کے جرنیلوں اور شہنشاہ سیویرس اور اس کے بیٹے نے اپنے اپنے عہد میں ایرانی علاقے آرمینیا میں فتوحات حاصل کی تھیں۔ یہ سلسلہ عراق اور آشوریہ میں بھی چلا۔ ان کامیابیوں نے پہلے ہی سے خراب خارجی تعلقات کو مزید خراب کر دیا اور اس دوران کئی انقلابات بھی اندرون سلطنت رونما ہونے لگے یہاں صرف دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو سیلوشیا اور مدائن (ٹیسی فون) جیسے بڑے شہروں میں رونما ہوئے۔ سیلوشیا کا شہر دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد تھا اور قدیم بابل شہر سے چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ بالائی ایشیا کی مقدونی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ اگرچہ یونانی یہاں سے

نکالے جا چکے تھے مگر اس شہر کا یونانی کردار ابھی قائم تھا۔ اور علوم وفنون، عسکری خوبیاں اور آزادی سے محبت کرنے کی صفتیں ابھی تک موجود تھیں۔ اس آزاد جمہوریہ کی مقننہ تین سو ارکان پر مشتمل تھی جو نظام حکومت چلاتی تھی۔ اس شہر کی آبادی چھ لاکھ تھی وراس کے گرد بہت مضبوط اور طویل حفاظتی فصیلیں موجود تھیں۔ دوسری طرف عوام کے مختلف طبقات میں اتحاد کا جذبہ موجود تھا وہ پارتھیوں سے متنفر تھے جو مغل شہنشاہوں کی طرح عیش وعشرت میں ڈوبے میں تھے اور آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مارکس کے عہد میں فاتح رومی جرنیل مدائن کے دروازوں تک پہنچ گئے اور سیلوشیا بھی ان کی رسائی میں آ گیا تھا۔ سیلوشیا کے یونانی آبادکاروں نے ان کا والہانہ طور پر استقبال کیا۔ اگر چہ رومی صرف پارتھی شہر پر حملہ کرنے آئے تھے مگر انھوں نے سیلوشیا کو بھی نہ بخشا اور اس شہر میں بھی لوٹ مار کی گئی۔ اس شہر کے تین لاکھ باشندے قتل کر دیے گئے اور شہر کو تقریباً تباہ کر دیا گیا۔ اس قتل وغارت سے رومی فتح داغ دار ہو گئی۔ سیلوشیا جو پہلے ہی پارتھیوں سے ہراساں تھا اب اس رومی حملے کے بعد بالکل ہی ڈوب گیا تاہم ٹیسی فون (مدائن) نے تینتیس سال بعد اپنی پہلی صورت حال کو بحال کر لیا اور جب رومی شہنشاہ سیویرس نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اسکے محاصرے اور حملے کا خوب مقابلہ کیا۔ شہنشاہ نے ذاتی طور پر اس شہر کے دفاع میں حصہ لیا اور یوں یہ شہر تباہ ہونے سے بچ گیا۔ فاتح رومیوں نے پھر بھی اس شہر کے ایک لاکھ باشندوں کو غلام بنا لیا اور مال غنیمت بھی بڑی مقدار میں حاصل کیا۔ اس تباہی کے باوجود مدائن یا ٹیسی فون بابل اور سیلوشیا کی طرح دنیائے مشرق کے بڑے بڑے دارالحکومتوں میں سے ایک تھا۔ یہ شاہان فارس کے سرمائی دارالحکومت تھا جبکہ موسم گرما شاہان فارس میڈیا کے پہاڑی مقام اکبتانا میں گزارتے تھے۔

نادیر پا رومی فتوحات

دنیائے مشرق پر کامیاب حملوں کے باوجود رومی کوئی دیرپا اثر قائم نہ کر سکے اور نہ ہی ان کو اس میں کوئی دلچسپی تھی کہ اتنے دور دراز کے علاقوں پر مستقل حکومت قائم کی جائے کیونکہ یہ

علاقے دیگر رومی صوبوں سے ملحقہ نہیں تھے اور درمیان میں وسیع صحرائی علاقے بھی حائل تھے۔ رومی فتوحات میں اوسروعین Osrhoene کی فتح اگرچہ کچھ زیادہ اہم تو نہ تھی مگر دیرپا ثابت ہوئی۔ یہ چھوٹی سی ریاست عراق کے شمالی زرخیز علاقے پر مشتمل تھی اور دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تھی۔ سکندر اعظم کے عہد سے یہاں کے باشندے مخلوط النسل یعنی عربوں، آرمینیا، شامیوں اور یونانیوں کی مخلوط نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ اوسروعین کا کمزور حکمران فارس اور روم دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا جو دونوں ہی اسے باج گزار بنانے پر مصر تھیں۔ وہ پارتھیوں سے زیادہ متاثر تھا مگر رومی اس سے بزور طاقت خراج وصول کر لیتے تھے۔ اوسروعین کے حکمران کی مشکوک وفاداری کے لیے ضمانت کے طور پر آخر رومیوں نے اس ریاست میں اپنے مضبوط قلعے اور فوجی مستقر قائم کر لیے اور پھر کیراکلا کی مہمات مشرق کے نتیجے میں اوسروعین کے آخری حکمران ابگاروس کو پابہ زنجیر کر کے روم روانہ کر دیا گیا اور اس ریاست کو ایک رومی صوبہ کی حیثیت دے دی گئی اور اس کے دارالحکومت ایڈیسا کو نوآبادی قرار دے دیا گیا۔ اس طرح رومیوں پارتھی سلطنت کے خاتمے سے دس سال پہلے ہی ماوریٰ فرات علاقے پر قبضہ کر لیا۔

اردشیر کی طرف جنگ کا مڑنا

اسے دانش مندی سمجھیے یا خوش بختی کہ جنگ کا رخ اردشیر کی طرف مڑ گیا۔ وہ خود بھی دفاعی جنگ کا قائل نہیں تھا اور خود اہل فارس بھی کسی وسیع تر فتح کے لیے منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ اردشیر چاہتا تھا کہ جنگ کی کوئی معقول وجہ ہو جس میں وہ سائرس دی گریٹ کی تقلید کرے۔ اس کے نزدیک اس کے آباء اجداد ایک طویل عرصے تک پورے ایشیا پر حکمرانی کرتے رہے تھے اور اس زمانے میں سلطنت فارس کی سرحدیں بحیرہ خزر سے کوہ قاف تک پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ اسے اپنا فرض اولین سمجھتا تھا کی سلطنت کی قدیم حدود اور عظمت رفتہ کو بحال کرے۔ اس لیے اس نے شہنشاہ روم الیگزینڈر سیویرس کے دربار میں ایک شاندار سفارت بھیجی جو چالیس بلند قامت نوجوانان فارس پر

مشتمل تھی۔ انھوں نے اعلیٰ اور پر تکلف لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اور وہ عمدہ گھوڑوں پر سوار تھے اور انھوں نے شاندار ہتھیار سجا رکھے تھے۔ عظیم شاہ فارس نے رومیوں کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر اس کے آباواجداد کے ایشیائی صوبے خالی کردیں اور اپنی سلطنت کو یورپ تک محدود کرلیں۔ اس کی اس سفارت نے مذاکرات صلح کی بجائے اعلان جنگ کا کام دیا اور الیگزیڈر سیویریس اور اردشیر دونوں نے بڑے پیمانے پر عسکری تیاریاں شروع کردیں۔ دونوں شہنشاہوں نے فیصلہ کیا کہ میدان جنگ میں وہ اپنی اپنی فوجوں کی کمان کریں گے۔ الیگزینڈر سیویریس کی یہ جنگی مہم سکندر اعظم کی جنگی مہم سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ رومی فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار گھوڑے شامل تھے اور اس کے سوار شاندار جنگی لباس میں ملبوس تھے۔ سات سو ہاتھیوں پر نیزے بردار اور تیرانداز دستے سوار تھے۔ سات سو رتھیں تھیں جن کو سواروں نے بڑی بڑی دانتیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ اتنے بڑے لشکر کا مشرق میں تصور بھی نہیں ملتا تھا۔ جب جنگ ہوئی تو الیگزینڈر نے اپنے آپ کو عظیم شہنشاہ اور باصلاحیت فوجی جرنیل کے طور پر منوالیا اور شاہ فارس کو شکست ہوئی۔ میسوپوٹیما کا خطہ رومیوں کو ان کی اس عظیم فتح کے انعام کے طور پر حاصل ہوا اور مال غنیمت اس کے علاوہ تھا۔ شاہ فارس جو چاہتا تھا اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا تاہم رومیوں کو بھی اس شاندار فتح کے باوجود کوئی مستقل فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے یہ شک گزرتا ہے کہ رومی مورخین کی بیان کردہ فتح کی داستانیں محض من گھڑت افسانے ہیں یا شائد حقیقی شکست ان کے پردے میں چھپائی گئی ہے۔

الیگزنڈر سیویریس کی ناتجربہ کاری اور بزدلی

ہم عصر مورخین ان شکوک شبہات کی تائید کرتے ہیں اور الیگزینڈر سیویریس کی اس مہم کی خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے نزدیک سیویریس کی جنگی حکمت عملی اگرچہ دانشمندی سے تیار کی گئی تھی مگر اس پر عملدرآمد عقل مندی سے نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ اس حکمت عملی کے تحت تین رومی افواج کو مختلف راستوں سے بیک وقت فارس پر

حملہ کرنے کا کہا گیا تھا۔ ان میں سے پہلی فوج جب بابل میں دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے دلدلی خطوں کو عبور کرنے کے لیے داخل ہوئی تو اس نے اپنے مدمقابل میں اپنے سے بڑی فوج پائی۔ اسے دشمن کے تیر انداز دستوں نے تباہ کر دیا۔ دوسری فوج بھی ناکام ہوگئی اور اس کے بہادر سپاہی اردگرد کے علاقوں میں بکھر گئے۔ البتہ اس نے اردشیر کی افواج پر کئی چھاپے مارے اور رومی شہنشاہ کے وقار میں اضافے کا سبب بنی تاہم اس کامیاب فوج کا پسپا ہونا عقل سے بعید تر ہے۔ جب یہ دونوں فوجیں فارس کی حدود میں داخل ہوگئیں تو فوج کے قلب کی کمان خود الیگزینڈر سیویرس کر رہا تھا۔ اسے آگے بڑھ کر حملہ کرنا چاہیے تھا مگر اس کی ناتجربہ کاری اور بزدلی رنگ لائی اور وہ فوج اور فتح کے مواقع چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا اور ایک ناکام سرمائی قیام کے بعد میسوپوٹیمیا کو چھوڑ کر انطاکیہ پہنچ گیا جبکہ اس کی فوج مایوسی اور بیماریوں کا شکار ہوگئی۔ اردشیر اس سے مختلف کردار کا مالک تھا۔ اس نے میڈیا کے پہاڑوں سے لے کر دجلہ وفرات کے دلدلی علاقوں تک دشمن کا انتہائی دلیری سے مقابلہ کیا۔ اس کا حوصلہ اور اس کا استقلال اس کے کام آیا مگر تجربہ کار رومی فوج سے جنگ میں اس کی فوج کے متعدد جوان مارے گئے اور یوں اسکی فتح اسے بہت مہنگی پڑی۔ الیگزینڈر کے میدان جنگ سے غائب ہونے نے اس کی فتح کا راستہ کھول دیا۔ الیگزینڈر اس کے بعد جلد ہی مارا گیا اور رومی سلطنت افراتفری کا شکار ہوگئی مگر یہ سب بھی اردشیر کی اولوالعزمی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ اس کی تمنا تھی کہ وہ رومیوں کو ایشیا سے نکال باہر کرے مگر وہ ان سے میسوپوٹیمیا کا چھوٹا سا صوبہ بھی خالی نہ کر سکا۔

اردشیر کی شاہ پور کو وصیت

پارتھیوں کو آخری شکست دینے کے بعد اردشیر کی حکومت چودہ سال قائم رہی۔ یہ ایران کی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جبکہ روم کی تاریخ میں بھی اس عہد کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اردشیر کے ذاتی کردار میں بہادری اور جرات کے ساتھ حکمرانی کے ایسے اوصاف بھی موجود

تھے جو حکمرانوں کو امتیاز صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ ساسانی سلطنت کے عہد آخر تک اس کو ایک قانون ساز حکمران کا مرتبہ حاصل رہا۔۔ اس کے بنائے ہوئے قانون زمانہ جدید تک میں موجود ہیں اس کے اقوال بھی صفحات تاریخ میں آج بھی موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ "ملک کا دفاع صرف فوج ہی کر سکتی ہے اور فوج کو قائم رکھنے کے لیے ٹیکس نافذ کیے جاتے ہیں۔ ٹیکس زراعت پر عائد کیے جاتے ہیں اور زراعت تحفظ اور انصاف کی فراہمی کے بغیر نہیں پنپ سکتی۔" اردشیر نے اپنی نئی مملکت کے لیے اپنے بیٹے شاہ پور کو وصیت کی اور اسے رومی سلطنت کے متعلق اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا۔ شاہ پور روم دشمنی میں باپ سے کہیں آگے تھا جس کے نتیجے میں اس کے عہد میں دونوں سلطنتوں میں بہت سی جنگیں لڑی گئیں اور دونوں سلطنتیں جنگی مصائب کا شکار رہیں۔

.....☆☆☆.....

باب نہم

شہنشاہ دقیانوس کا عہد۔ وحشی قبائل کے حملوں سے پہلے جرمنی کی کیفیت۔ شہنشاہ گیلوس، ایمیلیانوس، ویلیرئین اور لیگی نوس، تیس متشدد شخصیات

روم کے زوال وانحطاط میں اہل فارس کا کردار

چونکہ روم کے زوال وانحطاط میں اہل فارس نے بھی اہم کردار ادا کیا اس لیے اس پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اسکائھی اور سرماشی وحشی قبائل جو ہتھیار بند ہو کر وسط ایشیا سے جرمنی کے وسیع میدانوں میں خانہ بدوشی کی حالت میں گھومتے پھرتے تھے یہ قبائل بحیرہ عرب خزر کے کنارے فارس سے جرمنی تک پھیلے ہوئے تھے۔ جنگجو جرمن قوم نے پہلے تو ان وحشی قبائل کو روکا پھر ان پر حملہ کر دیا لیکن بالآخر انھوں نے رومی سلطنت کے مغربی گوشوں پر قبضہ جما لیا اور تاریخ عالم میں اپنے ذکر کو مربوط کر دیا اور مورخین کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا۔ یوں سرزمین فارس سے اٹھ کر یہ وحشی قبائل سلطنت روم تک پہنچ گئے اور روم کے زوال وانحطاط میں انھوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔

شہنشاہ دقیانوس (Decius) کی تخت نشینی

فلپ کے منعقدہ عظیم ماورائے مذہب کھیلوں سے شہنشاہ گیلی نوس کے قتل تک

سلطنت روم بیس سالہ بدقسمت اور شرم ناک عہد سے گزری۔ ان سالوں کا ہر لمحہ حادثات سے بھرپور تھا۔ ان سالوں میں ہر رومی صوبے پر وحشی اقوام نے حملے کیے اور اندرون سلطنت فوجی جبر کے مظاہرے نمایاں رہے۔ ان حالات میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سلطنت روم اپنی تباہی کی آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ متعدد شہنشاہوں کے یکے بعد دیگرے قتل اور تنزل کے بعد رعایا اور شہنشاہ کے درمیان رشتہ وفاداری کمزور پڑتا چلا گیا۔ شہنشاہ فلپ کے تمام جرنیل اس کی تقلید کرنا چاہتے تھے۔ افواج جو پہلے ہی سے انقلابات کی عادی ہو چکی تھی وہ ہر روز کسی غیر معروف شخص کو تخت نشین کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ شہنشاہ فلپ کے خلاف بغاوت کا آغاز 248 کے موسم گرما میں ہوا۔ اسکا آغاز مائشیا کی افواج نے کیا۔ وہ ایک میری نوس نامی فوجی سردار کو حاکم اعلیٰ بنانا چاہتی تھی۔ فلپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کی بغاوت میں مائیشیا کی فوجوں کے ساتھ دوسری فوجیں بھی شمولیت اختیار نہ کرلیں اس لیے اس نے یہ تمام ماجرا اور اطلاعات سینیٹ کے سامنے پیش کردیں۔ سینیٹ پر اداسی اور خاموشی طاری ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سینیٹ کے اراکین میں سے کسی کو اس معاملے سے دلچسپی اور فلپ سے کسی کو کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ آخر دقیانوس نامی سینیٹ کے رکن نے سینیٹ کو بعض ایسی اطلاعات فراہم کیں جن کے متعلق شہنشاہ کو کچھ علم نہیں تھا۔ اب فلپ کی نگاہ میں اس رکن سینیٹ کا احترام پیدا ہوگیا اور اس نے سوچا کہ دقیانوس ہی وہ موزوں شخص ہے جو اس موقع پر فوج میں نظم وضبط پیدا کرسکتا ہے اور امن عامہ کو بحال کرسکتا ہے کیونکہ باغیوں کے سرغنہ میری نوس کے قتل کے بعد بھی فوج میں ہنگامہ آرائی جاری تھی۔ دقیانوس نے اپنی نامزدگی کی مخالفت کی۔ ادھر مائیشیا کے فوجیوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ ان کی سربراہی قبول کرلے یا شہنشاہی بصورت دیگر وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تو وہ اپنی افواج کے ساتھ اٹلی کی سرحدوں تک پہنچ گیا۔ فلپ نے اپنے اس حریف کو روکنے کی لیے اپنی تمام فوجیں جمع کردیں جسے اس نے خود اس مقام تک پہنچایا

تھا۔ شاہی افواج کی تعداد بہت زیادہ تھی مگر باغیوں کے پاس ہتھیاروں کے علاوہ سپاہ گری کا تجربہ بھی بہت زیادہ تھا اور ان کی کمان بھی ایک تجربہ کار شخص کر رہا تھا۔ فلپ یا تو میدان جنگ میں مارا گیا یا چند دن بعد ویرونا میں قتل کیا گیا۔ اس کے بیٹے اور جانشین کو محافظ سپاہ نے روم میں قتل کر دیا۔ یوں فاتح دقیانوس ان حالات میں دارالحکومت میں داخل ہوا اور تخت نشین ہو کر سینیٹ اور صوبوں سے اپنی شہنشاہی کی توثیق کرانے میں کامیاب ہو گیا۔

گوتھ قبائل کے حملے اور گوتھ

شہنشاہ دقیانوس نے چند ماہ تخت نشینی کے بعد امن عامہ کی بحالی اور انصاف وقوانین کے نفاذ میں دارالحکومت میں گزارے مگر انھی دنوں گوتھ قبائل کے حملوں کی وجہ سے شہنشاہ کو دریائی ڈینیوب کے کناروں پر جانا پڑا۔ یہ پہلا موقع تھا جب ہمیں تاریخ میں ان عظیم شخصیات کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے بعد ازاں رومی سلطنت کے حصے بخرے کر دیے اور ایوان سینیٹ کو پامال کر دیا اور فرانس، ہسپانیہ اور اٹلی پر حکومت کی۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے مغربی سلطنت روم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ یہ گوتھ تھے جنھیں غلط طور پر لڑاکا، غیر مہذب اور جنگجو ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ چھٹی صدی کے آغاز تک اٹلی کی فتح کے بعد گوتھوں کو وہ عظمت حاصل ہو چکی تھی کہ وہ ماضی اور مستقبل میں اپنا کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ دیں۔ وہ اپنی فتوحات کو آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ ریونا کا ایک درباری وزیر جس کا نام کیسوڈوروس تھا حقیقتاً گوتھوں کی تاریخ میں فاتح عالم کہلانے کا سزاوار ہے۔ اس نے گوتھوں کی تاریخ کو بارہ جلدوں میں رقم کیا۔ بعد ازاں ان کی تلخیص کر کے انھیں رسالوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ روایات کے مطابق گوتھوں کا اصل وطن سکنڈے نیویا تھا۔ شمالی یورپ کے اس دور افتادہ گوشہ سے اٹلی کے فاتحین بخوبی واقف تھے۔ سکنڈی نیویا کے ایک بادشاہ نے محض اس لیے اپنا تاج چھوڑ دیا تھا کہ وہ ریونا کے دربار میں عافیت سے زندگی بسر کر سکے۔ بعض نغمات میں گوتھوں کا وطن بحیرہ بالٹک کے پرے بھی بتلایا گیا ہے۔

معروف یونانی جغرافیہ دان بطلیموس کے عہد سے سویڈن کا جنوبی علاقہ ایسے قبائل کے قبضے میں رہا ہے جو بہت زیادہ چابک دست نہیں تھے۔ بہر حال زمانہ حال تک یہ علاقہ جو مغربی اور مشرقی حصوں میں منقسم ہے گوتھوں کا وطن کہلاتا ہے۔

گیارھویں صدی عیسوی کے اختتام تک ایسال نامی قصبے میں ایک مندر موجود تھا۔ سویڈن کے اس اہم قصبے میں گوتھ رہائش پذیر تھے۔ یہ قصبہ سونا چاندی سے مالا مال تھا جو اہل سکینڈے نیویا نے اپنی بحری قزاقی کے ذریعے حاصل کیا تھا۔ وہ اس مال وزر کو اپنے دیوتاؤں کی نذر کرتے تھے۔ ان کے اہم معبودوں میں جنگ کا دیوتا، نسل کشی کی دیوی، اور طوفان کا دیوتا بھی شامل تھے۔ ان کے ایک عام تہوار کے موقع پر جو نویں سال منایا جاتا تھا نو جانداروں کی قربانی اس مندر میں کی جاتی تھی۔ ان جانداروں میں انسان بھی شامل ہوتے تھے۔ مندر کے قریب درختوں کے جھنڈ میں ان کے جسم لٹکا دیے جاتے جن سے خون ٹپکتا رہتا تھا۔

گوتھ مختلف ادوار میں

انطونیوں کے عہد میں گوتھ ابھی پرشیا تک پہنچے تھے۔ الیگزینڈر سیویرس کے دور میں صوبے ڈیشیا پر وہ حملہ آور ہوئے۔ ستر سال کے اس عرصہ میں یہ بالٹک سے بحیرہ اسود تک نقل مکانی کرتے رہے۔ ایک بڑی مہم جوئی کے شہرہ نے جرمنی کی اس فاتح قوم میں جوش وولولہ پیدا کر دیا۔ یہ لوگ جنگ وجدل اور تباہی پھیلانے کی وجہ سے وینڈل کہلانے لگے۔ چند سال بعد یہ لوگ ایک جھنڈے کے نیچے گوتھ کے ساتھ مصروف جنگ ملتے ہیں۔ گوتھ اب یوکرائن تک گئے جو ایک وسیع اور زرخیز ملک تھا۔ یہاں شکار مچھلی اور شہد کی پیداوار کی بہتات تھی۔ اس ملک میں اسکائتھی قبائل کی مشرقی سرحدیں گوتھ کی نئی آبادیوں سے مل گئیں مگر ان سے گوتھ کو سوائے ایک غیر مفید فتح کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ فلپ کے دور حکومت میں گوتھوں نے پہلی بار سلطنت روم کے اس علاقے پر حملہ کیا جو دریائے ڈینیوب کے کنارے واقع تھا۔ حملہ آوروں نے ڈیشیا کے صوبے کو تاراج کر دیا

ڈینیوب ان کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ شہنشاہ دقیانوس کے عہد کے آغاز ہی میں گوتھوں کے بادشاہ کنائیوا نے دوسری بار ڈینیوب کو عبور کیا۔

گوتھوں کا دوسرا حملہ

شہنشاہ دقیانوس کو اس واقعہ کی اطلاع جلد ہی مل گئی۔ شہنشاہ نے خود جا کر ان وحشیوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ شہنشاہ نے گوتھوں کو اس سے پہلے جنرو سنا نیکو پولس کے شہر میں لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب انھوں نے تھریس کے شہر پوپولس کا محاصرہ کرلیا۔ یہ شہر اسکندر اعظم کے باپ فلپ نے بائی موس کی پہاڑیوں میں آباد کیا تھا۔ یہاں کنائیوا سے آمنا سامنا ہوا جو رومیوں پر یکبارگی ٹوٹ پڑا اور رومی لشکر شہنشاہ کی موجودگی میں سراسیمگی کا شکار ہو کر بھاگ نکلا۔ رومی فوج کی بے ضابطگی پر قابو پانے کے لیے شہنشاہ دقیانوس نے ویلیرین کو جو آئندہ شہنشاہ بننے والا تھا مختب کے عہدے پر فائز کیا۔ گوتھوں کو رومی مملکت سے نکالنا تو شاید ممکن تھا مگر اس کے لیے شہنشاہ دقیانوس کو اپنی زندگی اور فوج داؤ پر لگانا پڑی۔

شہنشاہ کی گمشدگی

رومی افواج کا اہم ترین حصہ فلپ پوپولس کے محاصرے میں تباہ ہو چکا تھا اور باقی فوج کو بھی گوتھ ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ علاقے کی تباہ حالی کی وجہ سے فوج کی خوراک کا انتظام کرنا بھی مشکل تھا۔ مائیشیا کا غیر معرف قصبہ اب میدان جنگ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ان انتہائی حالات میں گوتھ اپنے مفتوحہ علاقوں، جنگی قیدیوں اور مال غنیمت کو اپنی محفوظ واپسی کے عوض واپس کرنے کے لیے تیار تھے مگر شہنشاہ کو اب اپنی فتح یقینی نظر آ رہی تھی اس لیے اس نے حملہ آوروں کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کو کسی قسم کی مراعات دینے سے انکار کر دیا جس پر وحشی بھی غلامی پر موت کو ترجیح دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس جنگ میں شہنشاہ دقیانوس کا ہونہار بیٹا بھی کام آیا۔ چونکہ علاقہ دلدلی تھا رومی افواج اس دلدل میں گم ہو کر رہ گئیں جبکہ وحشی دلدل میں

کھڑے ہو کر بھی مقابلہ کرتے تھے۔ اس جنگ میں شہنشاہ دقیانوس خود بھی مارا گیا اور اس کا جسم تک بھی دریافت نہ ہو سکا۔

ہوسٹیلیانوس کی تخت نشینی کا فیصلہ اور صلح

اس تباہ کن حادثہ کے بعد سینیٹ نے ہوسٹیلیانوس کی تخت نشینی کا فیصلہ کیا اور اسے شہنشاہ کے خطاب سے سرفراز کر دیا گیا۔ یہ متوفی شہنشاہ کا زندہ بچ جانے والا واحد بیٹا تھا۔ اس کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے گیلوس کو اس کا شریک شہنشاہ مقرر کیا گیا تا کہ وہ شہزادے کی سرپرستی کا فرض پورا کرتے ہوئے رومی سلطنت کو اس گرداب سے نکالے۔ شہنشاہ کا یہ فرض اولین تھا کہ وہ الیری صوبوں کو حملہ آوروں سے بچائے۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ فتح سے حاصل کردہ ثمرات بھی ان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیے جائیں ان میں وہ جنگی قیدی بھی شامل تھے جو گزشتہ جنگ میں ان کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ تاہم یہ شرم ناک بات تھی کہ اس قدر بلند استحقاق و قابلیت کے افراد دشمن کی قید میں بے یار و مددگار چھوڑ دیے جائیں۔ گوتھوں کو ہر سال بڑی مقدار میں سونا دینے کا وعدہ کیا گیا صرف اس شرط پر کہ وہ آئندہ رومی علاقوں پر حملہ نہ کریں۔

سلطنت کی کمزور اور خطرناک حالت

جوں ہی جنگ کا خطرہ ٹلا تو اس معاہدہ امن کی بدنامی کے دکھ کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا۔ رومیوں نے محسوس کیا کہ اس بے عزتی کے باوجود ان کے اعتماد کے مطابق ان کے مقاصد پورے نہیں ہو سکے اور دنیا پر یہ راز کھل گیا کہ سلطنت کی حالت کس قدر خطرناک اور کمزور ہے۔ وحشی قبائل کے حوصلے سلطنت پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ گئے۔ وہ گوتھوں کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے الیری صوبوں میں تباہی پھیلانے پر تل گئے۔ یہ نیا خطرہ روم کی فصیلوں کے اندر تک محسوس کیا جانے لگا۔

ایمیلیانوس کو شہنشاہ کا خطاب

شہنشاہیت کا وہ دفاع جسے کمزور شہنشاہ نے ترک کر دیا تھا اب پینونیا اور مائیشیا کے گورنر ایمیلیانوس نے سنبھال لیا۔ اس نے منتشر افواج کو جمع کیا اور سپاہ کا مورال بلند کرنے کی کوشش کی پھر وحشی گوتھوں پر اچانک حملہ کر دیا گیا جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے پھر ان کا تعاقب کر کے انھیں دریائے ڈینیوب کے پرلے کنارے پر پہنچا دیا۔ جو رقم تاوان ادا کرنے کے لیے اکٹھی کی گئی تھی اسے فوج میں بطور انعام تقسیم کر دیا گیا۔ سپاہ کی شکر گزاری نے ایمیلیانوس کو میدان جنگ ہی میں شہنشاہ کا خطاب دے دیا گیا۔ گیلوس جو نظام سلطنت سے غافل تھا اور عیش وعشرت میں ڈوبا ہوا تھا اسے اطلاع دی گئی کہ فوج نے بغاوت کر دی ہے اور وہ نئے شہنشاہ کے ساتھ روم کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جب اس باغی فوج کا شاہی فوج سے آمنا سامنا ہو گیلوس کی فوج جو اپنے شہنشاہ سے متنفر تھی اس نے حریف کی اطاعت قبول کر لی۔ گیلوس اور اس کے بیٹے ولوسیانوس کو قتل کر دیا گیا اور خانہ جنگی ختم ہو گئی۔ سینٹ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ ایمیلیانوس کو ہرکولیس کا خطاب دیا اور اس کی شہنشاہیت کی توثیق کر دی گئی۔

ویلیرین کی تخت نشینی

نیا شہنشاہ اگرچہ ایک قابل جرنیل تھا اور اس میں ایک اچھے حکمران کی اہلیت تھی مگر اسے اپنے وعدے پورے کرنے کی مہلت نہ مل سکی اور اس کی فتح اور زوال میں صرف چار ماہ کا قلیل عرصہ ہی گزرا۔ اس نے گیلوس کو تو ختم کر دیا مگر اسے اس سے زیادہ ناقابل تسخیر مدمقابل کا سامنا کرنا پڑا۔ گیلوس نے محتسب اعلیٰ ویلیرین کو گال اور جرمنی سے فوج کو مدد کے لیے لانے کے لیے بھیجا۔ ویلیرین نے اس کے حکم کی تعمیل کی مگر اسے وہاں سے واپس آنے میں تاخیر ہو گئی اور یوں وہ اپنے حکمران کو نہ بچا سکا مگر اس نے اس کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ ایمیلیانوس کی فوج ابھی تک سپولیٹو کے میدان میں پڑاؤ ڈالے پڑی تھی۔ اب چونکہ وہ کسی ذاتی رابطے میں نہیں تھی جو ایک

دستوری اصول تھا اس فوج نے خود اپنے شہنشاہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیے جو خود انھیں کا منتخب کردہ تھا۔ اس کا فائدہ ویلیرین کو پہنچا اور اس نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تخت پر قبضہ کرلیا۔ ویلیرین ساٹھ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی پر عوام نے رضامندی کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی فوج نے اس کی مدد کی۔ ویلیرین نے اپنے جذبہ شفقت پدری سے متاثر ہوکر اپنے بیٹے گیلی نوس کو اپنا ساتھی شہنشاہ منتخب کرلیا۔ گیلی نوس میں کسی حد تک زنانہ پن پایا جاتا تھا مگر اس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ باپ اور بیٹے کی مشترکہ حکومت تقریباً سات سال تک قائم رہی اور گیلی نوس اکیلے کی حکومت تقریباً آٹھ سال تک چلی مگر اس دوران میں سلطنت مسلسل داخلی اور خارجی مصائب اور انتشار کا شکار رہی۔ ہر سمت سے بیرونی حملہ آور حملہ کرتے رہے اور داخلی غداروں کے محلاتی سازشیں بھی جاری وساری رہیں۔ اس عہد میں روم کے دشمنوں میں فرینک (Franks) آلمانی جرمن (Alemanni) گوتھ اور اہل فارس پیش پیش تھے۔

جرمنی کے جنگجو قبائل کا روما پر حملہ

دقیانوس کے انتقال کے بعد کے جنگجو قبائل نے رومی فوج کی بدنظمی میں اضافہ کردیا۔ وہ گال میں رومی فوج پر حملہ آور ہوکر سپاہیوں کو شدید جانی نقصان پہنچانے کا باعث بنے۔ آلمانیوں کی ایک بڑی تعداد دریائے ڈینیوب کو عبور کرکے راہینی الپس کے دروں سے گزر کر لمبارڈی کے میدانوں میں گھس گئی اور پیش قدمی کرتے ہوئے ریونا تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد فتح کے جھنڈے لہراتی ہوئی روم کی فصیلوں کے سامنے نمودار ہوئی۔ ان دنوں دونوں شہنشاہ دور افتادہ مقامات پر جنگوں میں مصروف تھے۔ ویلیرین مشرق میں تھا اور گیلی نوس دریائے رائن کے کناروں پر تھا۔ ان حالت میں اراکین سینیٹ نے دارالحکومت کے دفاع کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ محافظ سپاہ کو جمع کیا جو روم کی حفاظت پر مامور ہونے کی وجہ سے روم ہی میں مقیم تھے۔ ایسے رضا کار عوام سے بھرتی کیے گئے جو جسمانی طور پر جنگ کے لیے موزوں تھے۔ آلمانیوں نے جب دیکھا کہ رومیوں کی

ایک بڑی فوج ان کے سامنے نمودار ہوگئی ہے تو وہ واپس جرمنی لوٹ گئے مگر مال غنیمت سے لدے پھندے ہوئے۔ آلمانیوں کی اس طرح واپسی کو اہل روم کی فتح سمجھا گیا۔

گیلی نوس کی پریشانی

گیلی نوس کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ دارالحکومت کو وحشی قبائل کے حملے سے بچالیا گیا ہے تو وہ خوش ہونے کی بجائے پریشان ہوگیا۔ اسے محسوس ہوا کہ ممکن ہے اہل روم اسی طرح داخلی ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیں۔ اس آئندہ اقدام سے بچنے کے لیے اس نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ سینیٹ کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ کسی قسم کی فوج بھرتی کرے۔ یہاں تک کہ اراکین سینیٹ کو فوجی چھاؤنیوں میں بھی جانے کی اجازت نہیں۔ آلمانیوں کے حملے کے وقت اچانک بیدار ہونے والے رومی عیش پسند امرا اب دوبارہ عیش و عشرت میں کھو چکے تھے اور روم کے حماموں میں عیاشیوں میں مصروف تھے۔ انھوں نے فوجی خدمات سے سبک دوشی کے اس حکم نامہ کو اپنے لیے پروانہ نجات سمجھا۔ ان کے نزدیک یہ خدمات انجام دینا کھردرے ہاتھوں والے دیہاتیوں اور فوجیوں کا کام تھا اس لیے ان سے کسی قسم کی بغاوت کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔

گوتھوں کی بحری مہمات

گوتھوں نے یوکرائن میں اپنی نوآبادی قائم کرلی تھی اور وہ بحیرہ اسود سے ملحقہ تمام علاقوں پر قابض ہوگئے تھے۔ یوں گوتھوں کو موقع مل گیا کہ وہ باسفورس کے قلب تک پہنچ گئے۔ انھیں یہاں ایک ایسا بحری بیڑہ میسر آیا جس کی مدد سے وہ اپنی افواج کو ایشیا کے ساحلوں پر منتقل کرسکتے تھے۔ بحیرہ اسود میں مخصوص قسم کے بحری جہاز چلتے تھے جس کے پیندے قدرے چوڑے ہوتے تھے۔ یوں گوتھ اپنے اس بحری بیڑے کو لے کر سرکیشیا کے ساحل سے روانہ ہوئے اور بائیں سمت مڑ کر وہ رومی صوبائی شہر پطی اوس کے سامنے نمودار ہوگئے۔ یہ ایک ساحلی شہر تھا جس کے چاروں

طرف ایک مضبوط فصیل تھی اور اچھا طرح قلعہ بند شہر تھا۔ گوتھوں کے نزدیک اس دور افتادہ مقام کا دفاع بڑا کمزور ہونا چاہیے تھا مگر خلاف توقع یہاں انھیں شدید مدافعت کا سامنا کرنا پڑا اور محصورین نے انھیں پیچھے دھکیل دیا۔ جب تک اس شہر کی سیادت سکسیسیانوس (Successianus) کے ہاتھ میں رہی یہ شہر محفوظ رہا مگر جب ویلیرین نے اس بہادر اور قابل سردار کو وہاں سے برطرف کر دیا تو گوتھوں نے دوبارہ پطی اوس پر حملہ کر دیا اور اس مرتبہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اسی بحری مہم کے دوران انھوں نے پطی اوس سے تین سو میل دوری پر واقع ٹرپی زونڈ پر بھی حملہ کیا جہاں ان کا سامنا قولچی (Colchis) کے ملک سے ہوا جو آرگونائس کی مہم کے حوالے سے شہرت یافتہ تھا۔ گوتھوں نے یہاں ایک دولت سے بھرے ہوئے مندر کو لوٹنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ادھر ٹریپ زونڈ کی محافظ سپاہ باہمی فسادات اور عیش وعشرت میں مصروف ہو گئے اور تمام تر قلعہ بندیوں کے باوجود ناکام رہے۔ گوتھ ٹرپی زونڈ کے محصورین کی کمزوریوں سے واقف تھے انھوں نے اس شہر کی فصیل کے ساتھ فصیل شکن بلند مینار تعمیر کر لیے اور رات کے اندھیرے میں فصیل پھلانگ کر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور انھوں نے قتل عام کا آغاز کر دیا۔ خوفزدہ محافظ سپاہ شہر کے دوسرے دروازوں کی طرف بھاگی۔ شہر کے محلات اور مندر تباہ کر دیے گئے اور لوٹ لیے گئے۔ اس شہر سے گوتھوں کے بے شمار مال غنیمت اور بے شمار غلام حاصل ہوئے۔ انھوں نے اپنے جہاز غلاموں اور مال غنیمت سے بھر لیے۔

گوتھوں نے اپنی دوسری بحری مہم میں جہازوں اور افرادی قوت کا اضافہ کر لیا اور اس مرتبہ حملہ کے لیے بحیرہ اسود کا مغربی کنارہ منتخب کیا اور بورستھین، نائیسٹر اور ڈینیوب کے کشادہ دہانوں تک پہنچ گئے اور انھوں نے ماہی گیروں کی کشتیوں پر قبضہ کر کے اپنے بحری بیڑے میں اضافہ کر لیا۔ وہ اس تنگنائے تک پہنچ گئے جہاں بحیرہ اسود اپنا پانی بحیرہ روم میں شامل کرتا ہے۔ اس مقام سے ایشیا اور یورپ کی سرحدیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ یہاں واقع تمام قصبے اور شہر لوٹ لئے

اور ہاتھیا کا پورا صوبہ تباہ کردیا۔ ایشیا کے باشندے جو اسلحہ کا استعمال ترک کیے ہوئے ان وجہوں کے لیے نوالہ تر ثابت ہوئے۔ اسی طرح اس دوسری بحری مہم میں گوتھوں نے بے شمار شہر ویران کردیے۔

شاہ پور کی فتوحات

فارس میں اردشیر اور اس کا بیٹا شاہ پور فتح یاب رہے اور خسرو کا قدیم شاہی خاندان شکست کھا گیا۔ قدیم حکمرانوں میں سے آرمینیا کا بادشاہ خسرو ہی ایک ایسا تھا جس نے اپنی آزادی کو محفوظ رکھا تھا۔ اس نے رومیوں سے اتحاد قائم کیا اور اپنا حوصلہ بھی بلند رکھا۔ اس نے ہمیشہ اپنے ملک میں باغیوں اور بھگوڑوں کو پناہ دی اور تیس سالہ جنگ میں ہتھیاروں کی برتری قائم رکھی تھی۔ اسے شہنشاہ فارس شاہ پور نے کچھ اشخاص بھجوا کر قتل کرادیا۔ اس کے ولی عہد ٹرائی ڈیٹس کو اس کے ملازمین نے بچالیا۔ اس کے بعد آرمینیا کو اگلے ستائیس سال فارس کے ایک صوبے کی حیثیت سے گذارنے پڑے۔ شاہ پور کے حوصلے اس فتح سے بلند ہوگئے۔ وہ جانتا تھا کہ روم کی سلطنت اس وقت مشکل حالات کا شکار ہے اور انحطاط کے عمل سے گزر رہی ہے۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کارہے (Carrhae) اور نسیبس نامی رومی شہروں کی افواج کو ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کردیا اور فرات کے دونوں کناروں پر وسیع پیمانے پر تباہی مچائی۔

ویلیرین شاہ پور کی قید میں

سرحدی علاقوں کی تباہی اور ایک اہم اتحادی کی شکست کے بعد شاہ پور کی مسلسل کامیابیوں سے روم کو ہتک عزت کا احساس اور مستقبل کے خطرات کا سامنا تھا مگر ویلیرین پر اعتماد تھا کہ اس کے نائبین کی ہوشیاری سے رائن اور ڈینیوب کے علاقے محفوظ رہیں گے۔ ایشیائے کوچک میں رومی، گوتھوں کی مہم جوئیاں ناکام بنا چکے تھے اور متعلقہ صوبوں میں اب عوامی طور پر امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ ویلیرین نے دریائے فرات کو عبور کیا شہر کی فصیلوں کے قریب وہ شاہ پور کا

مقابل ہوا۔ مگر اس نے شکست کھائی اور شاہ پور نے اسے جنگی قیدی بنالیا۔ اس جنگ کی جس قدر تفصیلات دستیاب ہوسکیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں سے متعدد غلطیاں سرزد ہوئیں جن کی انھیں یہ سزا ملی۔ ویلیرین کو اپنے وزیر میکری نوس پر بڑا اعتماد تھا۔ اس وزیر باتدبیر نے بادشاہ کو رعایا کے لیے ناقابل تسخیر بنا رکھا تھا۔ دوسرے نااہل مشیروں کے مشورے پر فارس کے دفاع توڑنے کے لیے حملہ کیا گیا جسے ناکام بنادیا گیا اور سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ شاہ پور اپنی چھاؤنی میں بیٹھا یہ انتظار کر رہا تھا کہ رومی فوج کو مصائب گھیر لیں اور ایسا ہی ہوا۔ رومی فوج کو قحط اور بیماریوں نے آلیا۔ فوج باغی ہوگئی اور اس نے شہنشاہ ویلیرین کو اس صورت حال کا ذمہ دار ٹھہرایا جس کے بعد دشمن کو زر نقد ادا کر کے واپس بھیجنے کی کوشش کی گئی مگر شاہ پور کو فارس کی برتری کا احساس تھا اس لیے اس نے رقم لینے سے حقارت سے انکار کر دیا۔ شاہ پور کا ارادہ تھا کہ اگلی جنگ روما کی فصیلوں کے سامنے لڑی جائے۔ اس نے اصرار کیا کہ رومی شہنشاہ خود اس سے بالمشافہ گفتگو کرے۔ ویلیرین مجبور تھا اس نے اپنی زندگی اور وقار دشمن کے حوالے کرنے کر دیے۔ حسب توقع ملاقات نہ ہوسکی بلکہ شہنشاہ کو پابہ زنجیر کر کے قیدی بنالیا گیا اور اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس صورت حال سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے شاہ پور نے روم کے خالی تخت پر اپنا ایجنٹ بٹھانے کا فیصلہ کیا جو اس کی مرضی کے مطابق کام کرے۔ رومی تاج وتخت کی مزید تذلیل سیریاڈس نامی ایک انطاکیہ کے بھگوڑے شخص کو تخت نشین کر کے کی گئی۔ اس شخص کے کردار میں ہر قسم کی برائی موجود تھی۔ اس شخص کو رومی فوج ناپسند کرتی تھی مگر شاہ فارس کی نامزدگی کو رد کرنے کی جرات نہ رکھتی تھی۔

غلام شہنشاہ کی اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش

شاہ فارس کا نامزد کردہ شہنشاہ ہر قیمت پر اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کے لیے تیار تھا بشمول اپنے مادر وطن سے غداری کا ارتکاب۔ اس نے شاہ پور کو دریائے فرات کی قدرتی سرحد عبور کرا کے سلطنت کے مشرقی

دارالحکومت انطاکیہ لے جانے کا فیصلہ کیا اور چالس کے راستے اپنے ساتھ لے گیا۔ فارس کے فوجی دستوں نے اس سرعت سے پیش قدمی کی کہ جب وہ انطاکیہ میں داخل ہوئے تو جو لوگ تماشہ گاہوں میں بیٹھے کھیلوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اتنی بڑی مشرقی فوج کو اچانک اپنے سامنے پا کر حیران اور ششدر رہ گئے۔ ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ فارس کی فوج انطاکیہ میں یوں اچانک داخل ہو جائے گی۔ انطاکیہ کی شاندار عمارات کو تاخت وتاراج کر دیا گیا۔ بے شمار باشندے غلام بنا لیے اور متعدد قتل کر دیے گیے۔ ایمسیا کے پروہت اعظم کے اصرار پر کچھ دیر کے لیے تباہی کا عمل روک دیا گیا۔ وہ پجاریوں کے مخصوص لباس میں زرتشتیوں سے اپنے دیوتا اور ان کی جائیدادیں تباہی سے بچانے کے لیے حاضر ہوا تھا مگر طرسوس اور دیگر شہر اس تباہی کی زد میں آ گئے اور کھنڈرات میں بدل دیے گئے۔ اس کے ادنیٰ سے اشارے پر شام اور سلیفیا کے لوگ راستے سے ہٹ گئے۔ کوہ طاروس کے تنگ دروں میں شاہ پور کے لشکر کو بڑی دیر تک روکا جاسکتا تھا مگر یہ موقع بھی ضائع کر دیا گیا اور شاہ پور نے کپاڈوشیا کے دارالحکومت قیصریہ (Caesarea) کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شہر اگرچہ دوسرے درجے کا شہر تھا مگر اس کی آبادی چالیس لاکھ سے زائد تھی۔ اس شہر کی کمان ڈومیشین کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کا تقرر اگرچہ سرکاری طور پر نہیں کیا گیا تھا مگر وہ رضا کارانہ طور پر شہر کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے ایک طویل عرصے تک محاصرین کو شہر میں داخل ہونے سے روکے رکھا مگر ایک طبیب کی غداری کے بعد وہ فرار ہو گیا۔ شاہ پور نے اسے زندہ گرفتار کرنے کا حکم دیا مگر وہ بچ نکلا مگر اس کے ہزاروں ساتھی قتل کر دیے گئے۔ مورخین نے شاہ پور پر الزام لگایا ہے کہ وہ غلاموں پر بے پناہ تشدد کرتا تھا مگر شائد یہ الزام رومی مورخین کی نسلی دشمنی کی وجہ سے لگایا گیا ہے کیونکہ شاہ پور نے جب آرمینیا پر قبضہ کیا تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ نرمی اور کمال مہربانی سے پیش آیا تھا؛ تمام رومیوں کو اس نے ایک درشت فاتح کی حیثیت سے ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ اس کا سلطنت روم پر مستقل قبضہ کا

کوئی ارادہ نہیں تھا مگر وہ اس سلطنت کو کھنڈرات میں تبدیل کرنے واپس جانا چاہتا تھا جبکہ مال و دولت اور باشندے غلام بنا کر فارس روانہ کر دیے گئے تھے۔

شاہ پور اور اوڈینا تھوس کا تحفہ

جب مشرق و مغرب میں شاہ پور کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا اسے ایک چھوٹی سی ریاست پالمیرا کے امیر نے اونٹوں کی ایک قطار جن پر نایاب اور قیمتی سامان لدا ہوا تھا تحفہ میں بھجوائی۔ ساتھ ہی ایک خط بھی ارسال کیا جو اگرچہ شاہانہ آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا گیا تھا مگر غلامانہ انداز میں نہیں لکھا گیا تھا شاہ پور کو اس کا طرز تخاطب پسند نہیں آیا اور اس نے پوچھا کہ یہ اوڈینا تھوس کون ہے؟ ساتھ ہی اسکے تحائف کو دریائے فرات میں پھنکوا دیا اور کہا کہ یہ کیسا انسان ہے جسے اپنے آقا کو مخاطب کرنے کی تمیز نہیں۔ اگر وہ معافی کا طلب گار ہے تو پھر اسے ہمارے تخت کے سامنے زمین بوس ہونا پڑے گا وہ بھی اس حالت میں کہ کہ اسکے ہاتھ اس کی پشت سے بندھے ہوئے ہوں۔ اگر وہ یہ شرط قبول نہ کرے تو اس کا سر قلم کر دیا جائے اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اوڈینا تھوس نے ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنی صحرائی فوج کے ساتھ شاہ پور کے لشکر پر عقب سے حملہ کیا اور لشکریوں کو خوف زدہ کر کے واپس جاتے وقت محدود مقدار میں شاہی خزانہ اور شاہی حرم کی چند خواتین کو بھی ساتھ لے گیا۔ یوں اس معمولی سے واقعے نے اوڈینا تھوس کا مستقبل روشن کر دیا اور روم کا وقار جو اہل فارس نے روند ڈالا تھا اس کو بحال کرنے کا سامان ایک شامی عرب نے کر دیا۔

ویلیرین سے ذلت آمیز سلوک

مورخین نے لکھا ہے کہ شاہ پور ایک ایسا فاتح تھا جو اپنی فاتحانہ حیثیت کا بے جا استعمال کرتا تھا۔ ویلیرین جو اس کی قید میں رنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر اس حال میں بھی اس کی عظمت عیاں تھی۔ شاہ پور گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے بڑی رعونت سے اس کی گردن پر پاؤں رکھتا تھا۔

اس کے خیر خواہوں نے شاہ پور کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے قیدی سے غیر انسانی سلوک نہ کرے کیونکہ رومی قوت کسی بھی وقت بحال ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے قیدی سے نرم سلوک کرے اور اس کے ساتھ صلح کی سرائط طے کرے مگر شاہ پور اپنی ضد پر قائم رہا اور شہنشاہ ولیرین اپنی ذلت کا غم کرتے ہوئے حالت اسیری فوت ہو گیا۔ شاہ پور نے اس کی کھال اتروا کر اس میں بھس بھر کر اسے فارس کے ایک معروف آتشکدے میں رکھوا دیا جہاں وہ طویل عرصے تک پڑا رہا۔ ولیرین وہ واحد رومی شہنشاہ تھا جو دشمن کے ہاتھوں اسیر ہو کر بحالت قید سسک سسک کر مر گیا اور اس سے انتہائی ذلت آمیز سلوک روا رکھا گیا۔

گیلی نوس کا رویہ

شہنشاہ گیلی نوس اپنے والد ولیرین کے انجام کی افسوسناک خبر سے رنجیدہ نہ ہوا بلکہ وہ تو مدتوں سے اپنے والد اور اس کے ساتھیوں کی بدخواہی پر تلا ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہوا۔ وہ خوشامدی درباریوں میں گھرا ہوا تھا اور اسے اپنی بہادری کا یقین تھا۔ اپنے والد کے بعد اقتدار کا بلاشرکت غیرے مالک بنا تو اس کے دل میں جو آیا اس نے کیا۔ اس نے جنگ اور حکومت جیسے اہم کاموں کے علاوہ سب کچھ کر ڈالا۔ وہ بے شمار فائدہ اور عجیب وغریب فنون کا ماہر تھا۔ ایک فصیح و بلیغ مقرر ہونے کے ساتھ وہ ایک عمدہ شاعر اور اچھا باغبان تھا ماہر باورچی مگر اس کا یہ فن بادشاہی توہین کے مترادف تھا۔ جب ملک میں کوئی ایمرجنسی مسئلہ پیش آتا تو وہ اس وقت کے فلسفی پلوٹینیس سے گفتگو میں مصروف ہوتا اور اپنا قیمتی وقت فضول قسم کی تفریحات میں ضائع کرتا تھا۔ کبھی وہ یونانیوں کے اسرار مخفی سے پردہ اٹھانے کی سعی لاحاصل کرتا یا یونانی نظام سیارگان میں اپنا سیارہ تلاش کرتا۔ اسکے مشاغل سے عوام کی توہین کا پہلو نکلتا۔ سلطنت کے مختلف صوبوں سے اگر بغاوت اور حملوں کی خبریں آتیں تو وہ انھیں مسکرا کر ٹال دیتا۔ جو صوبے اس ہنگامہ آرائی سے ہاتھ سے نکل جاتے اور ان کی پیداوار بھی ختم ہو جاتی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوتا۔ اگر کوئی شکایت کرتا تو وہ

کہتا اگر مصر سے ریشم نہ آسکا تو کیا روم تباہ ہو جائے گا؟ یا گال سے کپڑوں کی درآمد کے بغیر ہم زندہ نہیں رہیں گے۔ بہرحال آرام طلبی اس کی زندگی کا نمایاں ترین پہلو تھا۔

تاج وتخت کے انیس دعویدار

گیلی نوس جیسے کمزور ہاتھوں والے انسان کی حکومت میں امن قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ غاصبوں کے بہت سے گروہ ہر صوبے میں نکل آئے۔ ویلیرین اور اسکے بیٹے کے کردار میں دن رات کا فرق تھا۔ جن تیس ظالموں کا ذکر اس کے عہد میں مورخین نے کیا ہے وہ سب فرضی تھے۔ روم کے ان تیس ظالموں کا مقابلہ ایتھنز کے تیس ظالموں سے کیا گیا ہے۔ یہ اصلاً آگسٹس ہسٹری کے مصنف کا کارنامہ ہے۔ اس نے ظالموں کی تعداد کو مروجہ عدد کے مطابق بتایا اور بعد ازاں اسے درست روایت تسلیم کر لیا گیا۔ بہرحال اس روایت کے علاوہ ایک دوسری یہ ہے کہ ایک کونسل جس کے ارکان کی تعداد تیس تھی وہ ایک شہر پر ظلم وستم کر رہے تھے۔ دوسری طرف ایک حریفوں کی ایک لامتناہی جماعت تھی جو سلطنت میں بے قاعدہ طور پر بکھری ہوئی تھی۔ پھر یہ کہ تیس کی تعداد اس صورت میں پوری ہوتی ہے جب عورتوں اور بچوں کو بھی اس تعداد میں شامل کر لیں۔ تاج وتخت کے کچھ دعویدار مشرق میں وجود میں آئے تھے جیسے قیریاڈیس، میکریانوس، بلسطا، اوڈیناتھوس اور ملکہ زینبیا جبکہ مغرب میں گال اور دوسرے شمالی صوبوں میں پوستھموس، بولیانوس، وکٹری نوس اور اس کی ماں وکٹوریا، میری اوس اور الیری کوم اور ڈینیوب کے کناروں پر واقع صوبوں میں انجیو اوس، ایمیانوس اور پوس، تھیسالی میں پیسو اور مصر میں ایمیلیانوس اور افریقہ میں سیلیاڈس، کل انیس دعویدار تاج وتخت تھے۔ ان تمام لوگوں کے حالت کی تفصیل کو بیان کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں البتہ ان میں نمایاں شخصیات یہ تھیں۔

تخت شاہی کے یہ امیدوار

تخت شاہی کے امیدواروں میں سب سے نمایاں شخصیت میری اوس کی تھی۔ وہ انتہائی

دیانت دار بلند حوصلہ اور بہادر تھا۔ اس کی امارت اور پیشہ اس کے لیے باعث تضحیک تھا، اس کی زنی پر استہزا کا سبب بنتا تھا تاہم وہ کسی گمنام خاندان کا فرد نہیں تھا اور اس کے حریفوں کے خاندانوں میں اس کا خاندان زیادہ معروف تھا۔ ان تخت شاہی کے انیس امیدواروں میں سے صرف ٹیڑی کوس ہی سینیٹ کا رکن تھا اور پیسو وہ شخص تھا جو رومی شرفائے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ توما کے خاندان کی اٹھائیسویں پشت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا پورا نام کلفوانی اوس پیسو تھا۔ اس کی شریانوں میں شرفا کا خون متحرک تھا۔ اس کی والدہ اور بیگم بھی سراموس اور عظیم پومپی کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس کے بزرگ بارہا انعام واکرام سے نوازے گئے تھے۔ غاصب ویلنز جس کے حکم پر اسے قتل کیا گیا وہ خود اپنے اس جرم کا اقبال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اپنے اس فعل پر نادم ہوں۔ پیسو کا کوئی جتنا بڑا بھی دشمن ہوتا وہ اسے قتل نہ کرتا۔ ویلیرین کے نائبین جہاں اس کے شکر گزار تھے اور اس کا احترام کرتے تھے اس کے ناخلف بیٹے، گیلی نوس کی عیش کوش زندگی کو ناپسند کرتے تھے۔ ایسے شہنشاہ سے اگر کوئی غاصب اس کا تخت چھین لیتا تو وہ بلاشبہ اس وقت کا سب سے بڑا محب وطن قرار پاتا۔ اس کے خلاف تاج وتخت کا دعویٰ کرنے والے یہ غاصب کسی خواہش خام کی بجائے خوف کی وجہ سے باغی ہوئے تھے۔ وہ گیلی نوس کے ظالمانہ اور شکی طبیعت ومزاج سے خوف زدہ تھے اور فوج کی عیش کوشی سے بھی خوف کھاتے تھے۔ اگر فوج انھیں تاج وتخت کے لیے موزوں قرار دیتی تو ان کی تباہی لازم تھی۔ جب سیٹرنی اوس کو فوج نے شہنشاہ بنایا تو اس نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا تھا کہ تم نے ایک جرنیل کو ضائع کر دیا اور ایک انتہائی بدقسمت انسان کو شہنشاہ منتخب کر لیا۔

انیس غاصبوں کا عہد

انقلابات کے تواتر کی وجہ سے سیٹرنی اوس نے غلط خدشات ظاہر نہیں کیے تھے۔ ان انیس غاصبوں جنھوں نے گیلی نوس کی حکومت کے دوران بغاوت کا آغاز کیا تھا کوئی بھی ایسا نہیں

تھا جسے امن زندگی یا طبعی موت نصیب ہوئی ہو۔ جونہی انھوں نے اعلان بغاوت کیا انھیں محسوس ہوا کہ ان کے نائبین کے جذبات بھی وہی ہیں جو خود ان کے اپنے تھے۔ محلاتی سازشوں کی بہتات کی وجہ سے فوجی بغاوت، خانہ جنگی وہ شہنشاہی کے تصور سے ہی کانپ جاتے تھے کیونکہ انھیں اپنے انجام کا پتا تھا۔ باغی ہونے کی حیثیت سے انھیں قانون اور تاریخ سے بھی کچھ نہیں مل سکا۔ اٹلی، روم اور سینیٹ مسلسل گیلی کے ساتھ تھے اور اسے تنہا ہی سلطنت کا فرمانروا سمجھا جاتا تھا۔ گیلی نوس نے البتہ اوڈینا تھوس کی دلاوری کی وجہ سے اس کا احترام کیا اور وہ بھی گیلی نوس کا ہمیشہ وفادار رہا۔ عوامی تائید اور سینیٹ کی توثیق سے اس بہادر پالمیری کو آگسٹس کا خطاب دیا گیا تھا اور مشرق کی حکومت اس کے سپرد کر دی گئی جس پر وہ پہلے قابض تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اسنے اپنی متوقع بیوہ زینوبیا کے نام وصیت میں یہ حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اجینواوس جس نے الیری کوم میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تھا جب اسے شکست ہوئی تو نرم آواز گیلی نوس نے کہا اسے قتل کر دینا ہی کافی نہیں کیونکہ اس نے ہتھیار اٹھائے تھے۔ قتل تو وہ میدان جنگ میں ہو سکتا ہے اور یہی حشر میرا بھی ہو سکتا تھا۔ اسکے قبیلے کے ہر فرد کو قتل کر دو چاہے ہو بوڑھا ہو یا جوان یا بچہ۔ ہاں بچوں کو قتل کرنے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ ان کے قتل کا الزام ہم پر نہ لگے۔ ہر اس شخص کو زندہ نہ چھوڑو جس کی زبان سے ایک لفظ بھی میرے خلاف نکلا ہو۔ یاد رکھو جس نے بادشاہی کا دعویٰ ویلیرین کے بیٹے کے خلاف کیا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

سلطنت تباہی کے دہانے پر

جب کسی ملک کی عوام خانہ جنگی میں مصروف ہو تو اس کی سرحدیں محفوظ نہیں رہتیں اور اس کے صوبوں پر بیرونی حملے جاری رہتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی گیلونوس کے عہد میں ہوا۔ وحشی قبائل کی اطاعت خریدنے کی بھی کوشش کی گئی مگر کئی صوبے ہاتھ سے نکل گئے اور سلطنت سکڑتی چلی گئی اور تباہی کی آخری حد تک پہنچ گئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید یہ سلطنت کبھی دوبارہ بحال نہیں ہو سکے

گی۔ یہاں اس عہد کے حالات عمومی ترتیب سے پیش کیے گئے ہیں اور کئی خصوصی واقعات کا ذکر کرنا باقی رہ گیا ہے۔ مثلاً سسلی کی بدانتظامی، اسکندریہ کی سیاسی بے چینی۔ ایساعوریہ (Isaurai) میں بغاوت۔

سسلی کی بدانتظامی

جب کبھی قزاقوں اور لٹیروں کی تعداد ان کی کامیابیوں کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے وہ اپنے آپ کو ملک کی عدلیہ کے حوالے کرنے کی بجائے بلاخوف وخطر ملک کے قوانین کو پامال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ حکومت کی کمزوری ہوتی ہے۔ صقلیہ جو پہلے بہت خوش حال تھا اس کی بدانتظامی کی وجہ چند بدخصلت لوگ تھے۔ یہ جزیرہ لوٹ مار کا شکار ہوا تو غلاموں اور کسانوں کے ایک گروہ نے یہاں کچھ عرصہ حکومت کی۔ ان لوگوں کی وجہ سے سسلی کی زراعت تباہ ہوگئی چونکہ اس جزیرے کی نجی جائیدادیں رومی اراکین سینیٹ کی ملکیت تھیں اس لیے روم کا متاثر ہونا بھی لازمی امر تھا۔

اسکندریہ کی سیاسی بے چینی

اسکندریہ کی بنیاد اسکندر اعظم نے رکھی تھی۔ اسکندر اعظم کے اس شریفانہ کاوش کے نتیجے میں جو شہر وجود میں آیا وہ روم سے صرف کسی حد تک ہی کم تھا۔ اس کے احاطے میں تین لاکھ سے زائد شہری آباد تھے۔ اس کے علاوہ یہاں غلاموں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ اس شہر کے تجارتی تعلقات عرب و ہند سے قائم تھے اور اسباب تجارت اسی بندرگاہ کے راستے روم پہنچتا تھا۔ یہاں کے باشندے ست اور کاہل نہیں تھے بلکہ مختلف صنعت وحرفت کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ اسکندریہ کی آبادی کئی انسانی نسلوں کا مجموعہ تھی۔ یہاں غیر مستقل مزاج یونانی بھی رہتے تھے اور توہم پرست مصری بھی۔ ویلیرین کے قید ہو جانے اور گیلی نوس کی آرام طلبی سے یہ شہر بھی متاثر ہوا اور لاقانونیت کا دور دورہ ہو گیا۔ پھر ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جو بارہ سال تک جاری رہی جس میں عارضی معاہدوں کی وجہ سے کسی قدر تعطل بھی پیدا ہوا مگر مختلف فریقوں میں روابط

ختم ہو جانے سے فسادات گلی کوچوں میں پھیل گئے اور شہر کے اہم مقامات خون سے لتھڑ گئے۔ اس وقت تک یہ خانہ جنگی ختم نہ ہوئی جب تک اسکندریہ شہر کا ایک حصہ بالکل تباہی کے دہانے تک نہ پہنچ گیا۔ یوں سیاسی بے چینی اس شہر کو لے ڈوبی۔

ایسا عوریہ کی بغاوت

ٹربلیانوس کی بغاوت کچھ زیادہ معروف نہ ہوئی اور اس نے ایسا عوریہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ ایشیائے کوچک میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ گیلی نوس کے ایک فوجی افسر نے اس بغاوت کو جلد ہی کچل دیا اور بغاوت کے سرغنہ کو ختم کر دیا مگر چونکہ اس کے پیروکاروں کو گیلی نوس سے کسی قسم کی رحم کی توقع نہیں تھی اس لیے انھوں نے شہنشاہ اور سلطنت دونوں سے علیحدگی کا فیصلہ کیا اور جلد ہی اپنے سابقہ وحشیانہ انداز اختیار کر لیے اور روم کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کر دی۔ وہ اچانک حملہ کرتے اور پھر اپنے قلعہ میں واپس لوٹ جاتے تھے۔

تاریخ کا دور ابتلا

تاریخ کا یہ دور المناک ہے۔ طوفانوں، زلزلوں، شہاب ثاقب گرنے کے واقعات، غیر فطری ظلمات اور بے انتہا مصائب اور آلام و ابتلا۔ شاید ان میں کچھ کو بیان کرنے میں مورخین نے مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ اس علاقے میں جس طرح طویل قحط پڑا وہ ایک بڑا المیہ تھا جو انسانی لوٹ مار اور ظلم و ستم کا نتیجہ تھا۔ اس وجہ سے زمانہ حال کی پیداوار اور مستقبل میں اس کی امید تک ختم ہو گئی تھی یعنی آئندہ زراعت کے امکانات تک معدود ہو گئے۔ قحط زدگی کے بعد عموماً وبائی امراض اور بیماریاں کا حملہ ہوتا ہے کیونکہ قحط زدگی میں خوراک کم یاب ہو جاتی ہے اور جو ملتا ہے وہ غذائیت سے بھرپور نہیں ہوتی جس سے انسان انتہائی کمزور اور لاغر ہو جاتے ہیں اور مختلف بیماریاں انھیں آدبوچتی ہیں۔ اس عہد میں 250ء سے 260ء تک طاعون کی وبا پھیلی اور رومی سلطنت کے تقریباً ہر صوبے، ہر شہر اور ہر گاؤں بلکہ ہر گھر تک پہنچ گئی۔ اس سے تقریباً ہر

خاندان متاثر ہوا اور متعدد قصبے جو وحشی قبائل کے حملوں سے بچ گئے تھے اس وبا کا شکار ہو کر خالی ہو گئے۔

مبالغہ آرائی

ہمیں ان حیرت ناک حالات کا اندازہ ہے جن کے زیر اثر گھبرا کر مورخین انسانی مصائب کے حساب میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ اسکندریہ میں ایک رجسٹر رکھا گیا جن میں ان تمام افراد کے نام درج کیے جاتے تھے جنھیں ضرورت کے وقت اناج فراہم کیا جاتا تھا۔ اس رجسٹر کے مطابق اس وبا سے قبل اس شہر میں آباد چالیس سے ستر سال کی عمر کے جتنی تعداد میں تھے وہ گیلی نوس کے عہد کے اختتام پر چودہ سے اسی سال کی عمر کے افراد کی مجموعی تعداد کے برابر تھے۔ بہر حال ان مصدقہ اعداد و شمار سے اگر حساب لگایا جائے تو پتا چلا ہے کہ اسکندریہ کی تقریباً آدھی آبادی اس وبا کا شکار ہو گئی تھی۔

.....☆☆☆.....

باب دہم

کلاڈیس کی حکومت، گوتھوں کی ہزیمت اور ملین کی کامیابیاں اور موت، زینوبیا، ملکہ مشرق کے ذاتی اوصاف

سلطنت کی عمومی کیفیت

شہنشاہ ویلیرین اور اسکے بیٹے گیلی نوس کے عہد حکومت میں سلطنت نہ صرف شدید استبداد کا شکار رہی بلکہ عسکریوں، تشدد پسندوں اور حشی قبائل کے حملوں کی وجہ سے تباہی کے دہانے تک پہنچ گئی۔ تباہی کے اس عمل کا آغاز سلطنت کے جنگجو صوبے الیری کوم سے ہوا۔ تقریباً اس تیس سال کے دورانیہ میں کلاڈیس، اورملین، پروبوس اور ڈائیوکلیشن نے اپنے ساتھیوں سمیت ملک کے داخلی اور خارجی دشمن عناصر پر قابو پالیا اور افواج کو نظم وضبط کو بحال کر دیا۔ سرحدوں کو مضبوط کر کے رومی وقار کو بحال کرنے والوں کا لقب حاصل کیا۔

آریولوس کی نامزدگی

مایوس عوام اور امراء نے گیلی نوس کو اس عہد کے تمام مصائب وآلام کا باعث قرار دیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان مصائب کی ذمہ داری گیلی نوس کی آرام طلبی اور کاہلی پر تھی۔ اسے اپنے وقار تک کا خیال نہ تھا کجا وہ عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتا۔ وحشی اقوام کے حملے، صوبوں کا نقصان یا

سلے عام بغاوتیں کوئی بھی اس کے عیش آرام میں خلل کا باعث نہ بنیں۔ آخر ہالائی ایلپس کے ملاقے میں متعین افواج نے اپنے ایک جرنیل آریولوس کو سربراہ مملکت نامزد کیا۔ اس نے اپس کے کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے میلان پر قبضہ کر لیا جس سے روم کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ اس نے گیلی نوس کے مقابلے کی دعوت بھجوائی اور روم پر حکومت کرنے کا استحقاق طلب کیا۔ اس کا فیصلہ میدان جنگ میں ہی ہو سکتا تھا۔ شہنشاہ کو اپنی سکی کا احساس ہوا تو وہ متوقع خطرات سے پریشان ہو کر اپنی عیش کوشی کی زندگی ترک کر کے اپنی فوج کو لے کر پو (Po) سے آگے اپنے حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا۔ اس مقام پر دریائے ایڈا پر ایک پل تھا جو اس جنگ میں طرفین کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ ایک غدار جرنیل راہشی نے شاہی افواج سے شکست کھائی اور وہ زخمی ہو کر واپس میلان کی طرف لوٹا۔ شاہی افواج نے فوری طور پر میلان کا محاصرہ کر لیا اور محاصرہ شکن آلات سے جو اس دور قدیم میں میسر تھے اس شہر کی فصیلیں توڑ دیں۔ آریولوس کو اس شہر کے لوگوں پر اعتماد نہ تھا اور نہ ہی باہر سے کوئی امداد ملنے کی توقع تھی۔ اسے اپنی ناکامی اور ہلاکت کا یقین تھا کیونکہ اسکی بغاوت تقریباً ناکام ہو چکی تھی۔

اس کی آخری کوشش

اس کی آخری کوشش یہ تھی کہ محاصرین میں بے یقینی پھیلا کر شاہی افواج کو دعوت دی کہ وہ اپنے نالائق آقا کو چھوڑ کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں کیونکہ وہ قومی فرایض کو بجا آوری کے لیے اپنے ذاتی عیش عشرت کو تج دینے کے لیے تیار ہے۔ آریولوس کی اس حیلہ سازی نے شاہی فوج کے افسران کے دلوں میں خوف وشکوک پیدا کر دیے۔ محافظ فوج کے افسر اعلیٰ ہرا ظلیانوس نے ایک سازش تیار کی جس میں دوسرے افسران بھی شریک ہو گئے۔ انہوں نے گیلی نوس کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا مگر اس سے پہلے میلان کا محاصرہ اٹھانے کو مناسب سمجھا۔ ان کی تجویز انتہائی خطرناک تھی مگر انھوں نے سرعت سے اسے علی جامہ پہنایا۔ خاصی

رات گئے جب شہنشاہ کھانے کی میز پر تھا اسے خبر ملی کہ آریولوس اپنے لشکر سمیت میلان سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ گیلی نوس میں دیگر خامیوں کے باوجود ابھی ذاتی شجاعت باقی تھی۔ وہ تیزی سے کھانے کی میز سے اٹھا نہ اس نے ہتھیار اٹھائے اور نہ ہی محافظین کو طلب کیا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور متوقع حملہ کے مقام کی طرف چلا۔ ایسے راستوں سے گزرا جہاں اس کے دشمن گھات لگائے بیٹھے تھے۔ جلد ہی دشمنوں نے اس پر ہلہ بول دیا انتہائی مہلک وار کیا اس سے پہلے کہ موت اس کو آدبوچتی اس نے جذبہ حب الوطنی سے کام لیتے ہوئے اپنے جانشین کا نام تجویز کر دیا۔ اس کی یہ آخری درخواست کلاڈیس تک پہنچا دی گئی۔ وہ پو میں فوج کی کمان کر رہا تھا۔ سازشی افسران اس بات پر متفق تھے کہ کلاڈیس کو تخت نشین کیا جائے۔ جب شہنشاہ کی اچانک موت کی خبر فوج تک پہنچی تو پہلے تو اس نے شک شبہ کا اظہار کیا۔ پھر جب ہر سپاہی کو سونے کے بیس سکے بطور انعام عطا کیے گئے تو انھوں نے اس انتخاب کی توثیق کرتے ہوئے نئے شہنشاہ کے استحقاق کو قبول کر لیا۔

کلاڈیس کا حسب نسب اور تخت نشینی

کلاڈیس کا حسب نسب کسی کو معلوم نہیں تھا اگرچہ بعد ازاں ایک خوشامدی نے اس کے حسب نسب کو مزین کر دیا لیکن اس طرح الٹا اس کی اصلیت مشکوک ہو گئی۔ اس کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ اس کا تعلق کسی ایسے صوبے سے تھا جس کی سرحد ڈینوب سے ملتی تھی۔ اس کی جوانی رومی فوج میں بسر ہوئی تھی اور شہنشاہ دقیانوس اس کی بہادری اور کارگزاری سے بہت متاثر تھا۔ عوام کی نظر میں وہ وہ ایک عمدہ فوجی افسر تھا مگر شہنشاہ ویلیرین اس سے ناخوش تھا اور اس نے اسے زیریں افسران میں رکھا مگر بعد ازاں شہنشاہ نے اسے الیری افواج کا کماندار نامزد کر دیا اور ساتھ ہی تھریس، مائیشیا، ڈیشیا اور پینونیا وغیرہ کی افواج بھی اس کی کمان میں دے دی گئیں۔ وہ مصر کا حاکم اعلیٰ بھی رہا اور افریقہ کے پروقونصلر کے طور پر بھی اس نے کام کیا۔ اس کے متعلق یہ یقینی

بات تھی کہ اسے قونصلر بنا دیا جائے گا۔ گوتھوں پر فتح حاصل کرنے کے اعزاز میں سینیٹ نے اس کا ایک اعزازی مجسمہ بنانے کا فیصلہ کیا تو اس وجہ سے گیلی نوس کا جذبہ حسد بیدار ہو گیا۔ اس عہد میں یہ تقریباً ناممکن تھا کہ ایک معمولی سپاہی ترقی کر کے شہنشاہ کے عہدے پر فائز ہو جائے مگر اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گیلی نوس نے اسے اپنا جانشین تسلیم کر لیا۔ جب کلاڈیس تخت نشین ہوا تو اس کی عمر تقریباً 54 سال تھی۔

نئے شہنشاہ اور سینیٹ کے خوشگوار تعلقات

میلان کا محاصرہ ابھی جاری تھا اور آریئلوس کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس کی سازش کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ اس کے مقابلے میں اس کے ایک طاقت ور دشمن کو عروج حاصل ہو گیا۔ اس نے کلاڈیس کے ساتھ اتحاد اور تقسیم کے معاہدے کی تجویز پیش کی۔ اسکے جواب میں نئے شہنشاہ نے جواب دیا کہ اس کو بتا دیا جائے کہ اسے یہ تجویز میرے پیشرو کو پیش کرنا چاہیے تھی۔ وہ غالباً اسے صبر سے سن سکتا تھا اور شائد اپنے دوست کو اپنی طرح کا سمجھ لیتا۔ اس جواب کے بعد آریولوس نے تھوڑی بہت کوشش مزید کی پھر اپنے آپ اور شہر کو شہنشاہ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ فوج نے اسے واجب القتل قرار دیا مگر کلاڈیس نے کچھ تامل کے بعد اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کی اجازت دے دی۔ نئے شہنشاہ کے حق میں سینیٹ کے اراکین بھی کچھ کم نہیں تھے۔ نا صرف اس کی شہنشاہی کو تسلیم کر لیا گیا بلکہ سینیٹ نے اس کی توثیق بھی کر دی۔ اس کے پیشرو شہنشاہ کے دوستوں اور خاندان سے سخت بدلہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ سینیٹ نے محکمہ عقوبت کو ختم کر دیا اور اس بات کو نئے شہنشاہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا وہ جسے چاہے اسے سزا دے اور جسے چاہے چھوڑ دے۔

نئے شہنشاہ کا انصاف

اس زمانے میں ہر شخص ہی جرائم میں ملوث نظر آتا تھا اور ہر قسم کی جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی۔ گیلی نوس نے بڑی آزادی اور ڈھٹائی سے رعایا کی جائیدادیں اپنے دوستوں کے

نام پر منتقل کردی تھیں۔ کلاڈیس کی تخت نشینی کے موقع پر ایک بڑھیا دوڑتی ہوئی آئی اور شہنشاہ کے قدموں میں گر گئی۔ اس نے شکایت کی کہ سابق شہنشاہ کے ایک جرنیل نے اس کی آبائی جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے اور یہ جرنیل خود کلاڈیس ہی تھا۔ وہ اس عہد کے جرائم سے بچ نہ سکا تھا۔ شہنشاہ شرمندہ ہو گیا اور اس نے بڑھیا کو اس کی ضرورت کے قانون کے تحت انصاف مہیا کر دیا۔ شہنشاہ نے نا صرف اپنے جرم کا اقبال کیا بلکہ اس بڑھیا کو انصاف اور انعام واکرام سے بھی نوازا۔

سلطنت کی ماضی کی شان وشوکت کو بحال کرنے کی کوشش

کلاڈیس نے اپنے ذمہ یہ بات لے لی تھی کہ وہ سلطنت کی ماضی کی شان وشوکت بحال کر کے چھوڑے گا۔ اسی جذبے کے تحت اس نے فوج سے کہا کہ انھیں سب سے پہلے ہتھیار ان وحشی حملہ آور قبائل کے خلاف اٹھانا ہوں گے۔ کچھ مدت مغرب میں ٹیڑی کوس کو حکومت کرنا ہوگی جبکہ دنیائے مشرق میں امن کا قیام ملکہ زینوبیا کی ذمہ داری ہوگا۔ اگر چہ یہ دونوں دعویداران تخت اس کے ذاتی دشمن تھے مگر وہ اس وقت تک ان کے خلاف دشمنی کا اظہار نہیں کر سکتا تھا جب تک سلطنت روم کے وقار کو بحال نہ کر لے۔ اگر سلطنت کو تباہ ہونے سے نہ بچایا گیا تو نتیجتاً عوام اور فوج دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

گوتھوں کے خلاف کارروائی

جرمنی اور سرماشیا کے متعدد قبائل گوتھوں کے جھنڈے تلے ہو کر لڑتے تھے۔ انھوں نے بے شمار اسلحہ جمع کر لیا تھا۔ دریائے نائسٹر کے کناروں پر جو ایک بڑا دریا تھا انھوں نے پانچ یا چھ ہزار بحری جہازوں پر مشتمل ایک جنگی بحری بیڑہ تیار کر لیا تھا مگر وہ ان تین لاکھ بیس ہزار وحشیوں کی فوج کے لیے ناکافی تھا۔ انھوں نے براستہ باسفورس سفر کرنے کی تیاریاں کیں مگر چونکہ انکے ملاح ناتجربہ کار تھے اس لیے سمندر کی موجیں ان پر غالب آ گئیں۔ ایک تنگنائے سے گزرتے ہوئے ان کا یہ وسیع تر بیڑا پھنس گیا اور ان کے جہاز ایک دوسرے سے یا ساحلوں سے جا ٹکرائے۔ ان وحشیوں نے

یورپ اور ایشیا کے ساحلی مقامات پر لنگر انداز ہونے کی کئی بار کوشش کی مگر ان کے مفتوحہ شہروں نے انھیں شرم دلا کر سمندر میں دوبارہ پہنچا دیا جس سے بیڑے میں اختلافات کی فضا چھا گئی اور ان کے کئی سردار قبرص اور کریٹ جیسے جزائر کی طرف نکل گئے مگر اصل فوج نے بالآخر ایتھوس کی پہاڑیوں کے دامن میں لنگر انداز ہو کر مقدونیہ کی ایک ذیلی ریاست تھیسالونیکا پر دھاوا بول دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا اور اپنے حملوں میں خوفناک قوت کا مظاہرہ کیا۔ کلاڈیس کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ تیزی سے اس ریاست کی مدد کے لیے پہنچا۔ اسکی آمد پر گوتھوں نے تھیسالونیکا کا محاصرہ اٹھا لیا اور اٹلی کے آخری دفاع کو توڑنے کے لیے پیش قدمی کر کے کلاڈیس کی فوج پر دباؤ ڈالا۔

کلاڈیس کا ایک مراسلہ سینیٹ کے نام

کلاڈیس نے اس موقع پر سینیٹ کو جو مراسلہ بھیجا وہ آج تک محفوظ ہے۔ اس نے اس مراسلہ میں سینیٹ اور عوام کو لکھا تھا کہ ''فوج کے لیے جبری بھرتی کی جائے اور اسے شاہی حکم تصور کیا جائے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ تین لاکھ سے زائد گوتھ رومی علاقے پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر میں انھیں تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو آپ لوگ شکر گزاری کا اظہار کرتے ہوئے میری خدمات کو سراہیں گے اور اگر مجھے شکست ہوئی تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں گیلی نوس کا جانشین ہوں۔ ہمیں ابھی بہت سے دعوے دار تاج تخت سے بھی لڑنا ہوگا۔ گیلی نوس کے غلط رویے سے تنگ آ کر ہزاروں لوگوں نے بغاوت کر دی تھی۔ ٹیڑی کوس نے ہسپانیہ اور گال پر قبضہ کر کے سلطنت کی قوت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہمیں یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ مشرقی تیر انداز زینوبیا کے زیر کمان لڑ رہے ہیں۔ کلاڈیس دیوانگی کی حد تک مستقل مزاج اور بہادر آدمی تھا اور اپنے انجام کی کبھی پروا نہیں کرتا تھا۔ اسے اگرچہ خطرات کی اہمیت کا احساس تھا مگر وہ انھیں خاطر میں نہیں لاتا تھا۔''

جنگ نائسوس

اس موقع پر اس کی توقع سے بڑھ کر فتح حاصل ہوئی جس پر دنیا حیران رہ گئی۔ اس نے

مملکت کو وحشی حملہ آوروں سے آزاد کرالیا۔ آئندہ آنے والی نسلوں نے اس کے اس بہادرانہ کارنامے پر "گوتھی کلاڈیس" کا اعزازی نام دیا۔ فیصلہ کن جنگ نائسوس کے قریب لڑی گئی جو دردانیہ کا ایک شہر ہے۔ اسکی جنگ کی کچھ زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں۔ پہلے پہل تو رومی فوج دباؤ میں آ گئی تھی۔ وہ وحشیوں کی تعداد سے خوف زدہ تھے اور اپنی تباہی کو یقینی سمجھ رہے تھے مگر شہنشاہ نے اپنی دانش مندی سے جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا اور دشمن کے عقب پر حملہ کر کے اسے سراسیمہ کر دیا جس کے بعد حالات روج فوج کے لیے سازگار ہو گئے اور انھوں نے وحشی حملہ آوروں پر ہر سمت سے دباؤ ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ نائسوس کی جنگ میں پچاس ہزار افراد میدان جنگ میں مارے گئے۔ وحشی افواج کے بڑے بڑے دستے میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے دیکھے گئے تاکہ ذبح ہونے سے بچ سکیں۔ تکان کی وجہ سے یا بعض لشکریوں کی حکم عدولی کی وجہ سے کلاڈیس گوتھوں کی تباہی کا کام مکمل نہیں کر سکا۔ مائشیا، تھریس اور مقدونیہ میں جنگ کا خاتمہ ہو گیا مگر دیگر محاذوں پر بحری اور خشکی کی جنگیں لڑی گئیں۔ ان جنگوں میں رومیوں کو صرف ان کی جلد بازی اور حد سے بڑھے ہوئے اعتماد کی وجہ سے کہیں کہیں نقصان پہنچا مگر اکثر مواقع پر کامیابی نے ان کے قدم چومے اور بے شمار مال غنیمت اور لاتعداد غلام ہاتھ آئے۔ گوتھ فوج سے منتخب نوجوان شاہی افواج میں بھرتی کر لیے گئے اور بقیہ کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ کنیزوں کی تعداد کا یہ عالم تھا کہ ہر سپاہی کے حصے میں دو یا تین کنیزیں آئیں۔ حملہ آوروں کا ارادہ لوٹ مار کے علاوہ مفتوحہ علاقوں میں مستقل طور پر آباد ہونے کا تھا اس لیے وہ بحری جہازوں میں اپنے خاندانوں کو بھی ہمراہ لے آئے تھے مگر اب واپسی کے راستے تک مسدود ہو گئے اور انھوں نے حمص کی پہاڑیوں میں پناہ لی۔

فاتح موت کا اسیر ہو گیا

اس دوران وحشی افواج میں وبا پھیل گئی جو فاتحین کے لیے بھی اتنی ہی مہلک ثابت ہوئی جتنی مفتوحین کے لیے تھی۔ خود فاتح کلاڈیس کا سرمیوم کے مقام پر انتقال ہو گیا اور رعایا اور

فوج اس کی موت پر آنسو بہانے پر مجبور ہوگئی۔ اپنی اس آخری بیماری کے دوران اس نے اپنے متعدد جرنیلوں میں ایک جرنیل، اوریلین کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ کلاڈیس کی خوبیوں میں اس کی بہادری، ملنساری، انصاف اور مستقل مزاجی اور حب الوطنی ایسی صفات تھیں جن کی وجہ سے اس کا شمار ان چند شہنشاہوں میں ہوتا ہے جنھوں نے روم کی شان وشوکت میں اضافہ کیا تھا۔

اوریلین کی تخت نشینی اور کامیابیاں

اوریلین ایک معمولی سپاہی سے بتدریج ترقی کرتا ہوا جرنیل اور پھر شہنشاہ کے اعلیٰ عہدے تک پہنچا تھا۔ اس کا تعلق سرمیوم کے مفلس کسان خاندان سے تھا اور اس نے اپنی مفلسی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ اوریلین کی حکومت اگرچہ صرف چار سال اور نو ماہ جاری رہی۔ مگر اس کے مختصر عہد حکومت کا ہر لمحہ کسی نہ کسی اہم واقعہ کی یادگار ہے۔ اس نے گوتھوں سے جنگ کا خاتمہ کیا، ان جرمنوں کو مار بھگایا جنھوں نے رومی صوبوں پر حملہ کیا تھا، ٹیڑی کوس سے گال ہسپانیہ اور برطانیہ کو واپس لے لیا اور ملکہ زینوبیا کی قائم کردہ مشرقی سلطنت کو تباہ کر دیا جو رومی مشرقی صوبوں کے کھنڈرات پر قائم کی گئی تھی۔ اوریلین کی ان شاندار کامیابیوں کی وجہ امور سلطنت پر اس کی گہری نگاہ تھی۔ وہ ہر قیمت پر فوج کا نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے ان اہم اصولوں کو اپنے ایک نائب کے نام خط میں تحریر کیا ہے اور اسے حکم دیا تھا کہ ان کی تعمیل کی جائے۔ اوریلین چاہتا تھا کہ اس کا ہر سپاہی منکسر المزاج، محنتی اور کفایت شعار ہو اور اپنے ہتھیاروں کو ہمہ وقت سجا کر رکھے اور دوران جنگ اور بغیر جنگ کسی کے کھیت تباہ نہ کرے نا کسی کا مال ناجائز طور پر ہتھیائے۔ اس کے ان احکام کی تعمیل نہ کرنے والوں کو وہ سخت سزا سے دوچار کرتا تھا۔ مثلاً ایک سپاہی نے اپنے میزبان کی بیوی کو ورغلانے کی کوشش کی تو اسے دو درختوں کے درمیان باندھ کر چروا دیا گیا تھا۔

گوتھوں کی واپسی

کلاڈیس کی موت کی خبر نے گوتھوں کی ڈوبتی ہوئی روح کو بیدار کر دیا اور وہ اس موقع کو غنیمت جان کر یوکرائن اور اپنے دوسرے ٹھکانوں سے نکلے اور انھوں نے ایک بار پھر رومی علاقوں میں تباہی مچادی۔ ان کی ان متحدہ افواج کا مقابلہ شہنشاہ اوریلین نے خود کیا۔ دن بھر جنگ جاری رہی حتیٰ کہ رات آ گئی اور دن بھر کے مصائب اور بیس سالہ جنگ کی صعوبتوں کو سامنے رکھتے ہوئے گوتھ اور رومیوں نے کسی ممکنہ معاہدہ صلح پر رضامندی ظاہر کی۔ وحشی گاتھوں نے صدق دل سے صلح کی التماس کی جسے رومیوں نے خوش دلی سے قبول کر لیا۔ اوریلین نے آخری فیصلہ اپنی افواج پر چھوڑ دیا جس نے اس کی توثیق کر دی۔ گوتھوں نے پیش کش کی کہ وہ رومیوں کو دو ہزار سپاہی اضافی عملے کے طور پر پیش کریں گے بشرطیکہ ان کی واپسی میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی جائے۔ علاوہ ازیں وہ دریائے ڈینیوب کی وادی میں تجارت کا حق رکھیں گے جس کو تحفظ شہنشاہ فراہم کرے گا۔ اس معاہدے پر مذہبی خلوص کی طرح عمل کیا گیا البتہ دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اوریلین نے گوتھ سردار کا ایک بیٹا اور بیٹی اپنے پاس اس معاہدے کی ضمانت کے طور پر رکھ لیے اور شہنشاہ نے خود ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ اس معاہدے کی سب سے اہم شق جو ضابطہ تحریر میں تو نہ لائی گئی مگر اس پر مکمل طور پر عملدرآمد کیا گیا وہ یہ تھی کہ اوریلین نے ڈیشیا کے صوبے سے رومی افواج کو واپس بلا لیا اور انتہائی خاموشی سے یہ بڑا صوبہ گوتھوں اور وینڈالوں کے حوالے کر دیا۔ یہ سب اس نے سلطنت روم کی سرحدوں کے تحفظ کے لیے کیا۔ ادھر وحشی گاتھوں کے لیے یہ تہذیب کی آموزش کا پہلا سبق تھا۔ پھر جب ڈیشیا ان سے آزاد ہوا تو یہ مملکت روم کی شمالی سرحد پر ایک بفر اسٹیٹ کی حیثیت اختیار کر گیا اور ایک غیر جانب دار علاقہ کی حیثیت سے شمالی حملہ آوروں کی راہ میں ایک مستقل رکاوٹ بن گیا۔

آلمانیہ قبائل کی بغاوت

اور ہیلین کی میانہ روی نے آلمانیہ کے باشندوں کو آمادہ بغاوت کر دیا اور انھوں نے ان امن کی شرائط کو پامال کر دیا جو انھیں قیمت چکا کر گیلی نوس نے طے کی تھیں اور جنھیں کلاڈیس نے جبراً ان پر نافذ کر رکھا تھا۔ آلمانوی نوجوانوں نے ہتھیار اٹھا لیے اور وہ چالیس ہزار گھڑ سواروں اور تقریباً اس سے دگنی پیدل فوج کے ساتھ حملہ آور ہو گئے۔ وہ رائن کے کناروں پر واقع چند شہر فتح کرنا چاہتے تھے۔ انھیں جو فوری کامیابی حاصل ہوئی اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے ڈینیوب سے دریائے پو کے کناروں تک تباہی مچا دی۔ جب شہنشاہ کو اس بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ ایک فوج کے ساتھ نکلا اور ہرقینیائی کے جنگلات کی آڑ میں خاموشی سے آگے بڑھا۔ اس رازداری سے کام لینے کی وجہ یہ تھی کہ وجہ یہ تھی کہ جیسے ہی وحشی قبائل واپسی اختیار کریں رومی شاہی فوج ان پر ٹوٹ پڑے پھر جب اس نے ان عقب سے گھیرے میں لیا تو آلمانوی اس حالت کو پہنچے کہ انھوں نے از خود امن کی درخواست پیش کی۔ اس کے دربار میں یہ درخواست پیش کرنے والے ان کے سفیروں کو تمام آداب شاہی بجالانے کا حکم دیا گیا اور وہ تخت شاہی کے سامنے زمین بوس ہوئے۔ شہنشاہ نے ان کی امن کی درخواست اور مطالبات کو نفرت آمیز طریقے سے ٹھکرا دیا اور انھیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دینے کو کہا گیا مگر المانوی عقبی چوکیوں کو روند کر کسی دوسرے راستے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ شہنشاہ نے ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ المانوی رومی فوج کے راستے میں گھات لگا کر چھپ کر بیٹھ گئے اور انھوں نے رومی فوج کو پہلے مقابلے میں سخت نقصان پہنچایا۔ دوسری جنگ ایمبریہ (Umbria) کے مقام پر لڑی گئی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں تقریباً پانچ سال پہلے ہینی بال سے مقابلہ ہوا تھا۔ کہیں جا کر پاویہ کے قریب لڑی جانے والی تیسری جنگ میں اٹلی کو المانوی حملہ آوروں سے محفوظ کر لیا گیا اور وحشیوں کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔

ٹیڑی کوس کے خلاف کارروائی

گوتھوں پر کلاڈیس کی فتح اور اورملین کی کامیابی نے رومی افواج کا وقار بحال کر دیا تھا اور اب وقت آ گیا تھا کہ سلطنت روم کے داخلی تشدد پسندوں سے نمٹا جائے جو مصر و شام و ایشیائے کوچک اور گال و ہسپانیہ و برطانیہ پر ابھی تک قابض چلے آ رہے تھے اور سلطنت کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے تھے۔ یہ دونوں حریف سلطنتیں خواتین کے اثر میں تھیں ان میں ایک ٹیڑی کوس کی والدہ دوکٹویہ تھی اور دوسری پالمیرا کی ملکہ زینوبیا۔

ٹیڑی کوس کے خلاف جب اورملین نے فوجی کارروائی کی تو وہ اپنی افواج کو لے کر اورملین کے مقابلے پر نکلا مگر عین جنگ کے دوران میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ یہ جنگ کولون کے قام پر لڑی گئی جو شمپین کے علاقے میں واقع ہے۔ اس جنگ کے بعد اورملین کی طاقت کو انطونی نس کی دیواروں سے لے کر ہرکولیس کے ستونوں تک تسلیم کر لیا گیا۔

زینوبیا کی شکست

جونہی اورملین نے ٹیڑی کوس کے صوبے پر قبضہ کیا اور اس سے فراغت حاصل کی اس نے اپنی افواج کا رخ ملکہ مشرق زینوبیا کی طرف پھیر دیا۔ یہ خاتون شام کے علاقے پالمیرا اور دیگر مشرقی صوبوں کی ملکہ تھی اور نادر المثال خواتین میں سے ایک تھی۔ اگر ہم ملکہ سیمیرامس کے مشکوک کردار کو نکال دیں تو زینوبیا ہی وہ واحد خاتون رہ جاتی ہے جس نے ایشیائی آب و ہوا اور پس منظر میں صنف نازک کو اس قدر کامیابیوں سے ہم کنار کیا۔ وہ اپنے آپ کو قلوپطرہ ہی کی طرح سکندر اعظم کے یونانی جانشینوں کی نسل سے بتاتی ہے اور حسن اور قابلیت میں قلوپطرہ پر برتر تھی۔ اس بالغ نظر خاتون نے اوڈیناتھوس سے شادی کر لی جو ایک معمولی حیثیت سے ترقی کر کے اس مشرقی سلطنت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا تھا۔ اوڈیناتھوس کی کامیابیوں میں زینوبیا کی بے مثال دانائی اور بہادری و ہمت کا ہاتھ تھا۔ ان دونوں نے شہنشاہ ایران کے خلاف دو مرتبہ فتوحات حاصل

کی تھیں اور اسے مدائن (ٹیسی فون) کے دروازوں تک چھوڑ آئے تھے۔ روم کی سینیٹ اور عوام اس کا احترام کرتے تھے کہ انھوں نے شہنشاہ ایران سے رومی شہنشاہ ویلیرین کو قیدی بنانے کا بدلہ لیا تھا۔ ویلیرین کا نالائق بیٹا گیلی نوس اوڈینا تھوس کی دوستی پر فخر کرتا تھا۔ پالمیرا کا بادشاہ گوتھ قزاقوں کے خلاف کامیاب مہم جوئی کر کے ایسیا کی طرف واپس آیا۔ خارجی محاذ پر وہ جنگ میں کامیاب رہا مگر ایک داخلی بغاوت میں مارا گیا۔ یہ بغاوت اس کے بھتیجے ماؤئیس نے کی تھی اور اپنے چچا کو قتل کر دیا۔ اوڈینا تھوس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ ہی مارا گیا۔ ملکہ زینوبیا نے اپنے خاوند کے انتقام میں ماؤئیس کو قتل کر دیا اور خود پالمیرا کے تخت پر جلوہ افروز ہوگئی اور پانچ سال سے زائد عرصہ تک پالمیرا اور دیگر مشرقی علاقوں پر حکومت کرتی تھی۔ اوڈینا تھوس کی موت کے ساتھ ہی روم کی سینیٹ کی طرف سے اسے حکومت کرنے کا دیا گیا اختیار نامہ بھی ختم ہوگیا تھا۔ زینوبیا ایک حوصلہ مند حکمران تھی۔ اس نے مصر فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک شاندار مشکوک لقب ''ملکہ مشرق'' مخصوص کر رکھا تھا۔ جب اوریلین دنیائے مشرق میں داخل ہوا تو اس کے سامنے جو طاقت ور دشمن تھا وہ ہر لحاظ سے مضبوط تھا۔ صرف اس کی جنس ہی اس کی کمزوری کو ظاہر کرتی تھی۔ اب اوریلین شام پہنچا تو انطاکیہ کے لوگ اپنا شہر خالی کر گئے مگر بادشاہ نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے انھیں واپس بلایا اور ان کے مقامات پر بحال کر دیا۔ یہ اس کی زینوبیا کے مقابلے میں پہلی کامیابی تھی پھر اس کی دہشت سے ایمیسا کے دروازے بھی اس پر کھل گئے۔ اب زینوبیا اگر اس شہنشاہ مغرب کو اپنی دارالحکومت کی طرف مزید ایک سو میل بھی بڑھنے دیتی تو یہ اس کی بہادری کے منافی ہوتا۔ ملکہ مشرق کے انجام کا دو جنگوں میں فیصلہ ہوگیا۔ پہلی جنگ انطاکیہ کے قریب لڑی گئی اور دوسری ایمیسا کے مقام پر ان دونوں جنگوں میں ملکہ بنفس نفیس موجود رہی اور افواج کا حوصلہ بڑھاتی رہی۔ اس نے فوج کی کمان ربداس کے ہاتھ میں دے رکھی تھی جو اس سے پہلے ملکہ کے حکم پر مصر فتح کر چکا تھا۔ آغاز جنگ میں شہنشاہ کے موری اور الیری گھوڑ سوار

پالمیریا کی افواج کے حملوں کو نہ برداشت کرتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلے اور پالمیری ان کے تعاقب میں لگ گئے اور یوں ان کی صفوں کی تنظیم ختم ہوگئی اور اس بدنظمی میں وہ رومی افواج کی تلواروں کا شکار ہو گئے۔ اوریملین بھی اپنے ساتھ تجربہ کار سپاہی لایا تھا جو ڈینیوب کے بالائی علاقوں میں جرمنوں کے ساتھ جنگ میں کافی تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ اس حالت میں ملکہ کے ماتحت صوبوں کی افواج دشمن کے ساتھ مل گئیں اور پروبوس نے مصر کو فتح کر لیا۔ اب ملکہ مشرق کے پاس صرف پالمیریا رہ گیا اور وہ اس کی فصیلوں کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہوگئی۔ اوریملین نے اپنے ایک مراسلے میں تحریر کیا تھا کہ رومی عوام ایک عورت کے خلاف جنگ لڑنے کو اگرچہ پسند نہیں کرتے مگر وہ زینوبیا کے کردار اور قوت سے بے خبر ہیں۔ اس کی جنگی تیاریوں کا تذکرہ ممکن نہیں۔ اس کے تیر، پتھر اور مختلف اقسام کی منجنیقوں کا شمار ممکن نہیں۔ فصیلوں کے ہر حصے میں ایسی منجنیقیں نصب ہیں جو رومی افواج پر آگ برساتی ہیں۔ طویل محاصرے کے بعد اوریملین نے اپنی شرائط صلح کے لیے پیش کیں جو رومیوں کے حق میں تھیں۔ ملکہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ حفاظت سے شہر سے نکل جائے اور شہریوں کو تحفظ کی یقین دہانی بھی کرائی گئی مگر زینوبیا نے انتہائی نفرت سے یہ تجاویز ماننے سے انکار کر دیا۔

زینوبیا کے انکار کے اسباب میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ رومی محاصرین کو جلد ہی قحط کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ مجبوراً محاصرہ اٹھالیں گے اور اس دوران شاہ فارس سے مدد پہنچ جائے گی کیونکہ زینوبیا اب فارس کی اتحادی تھی۔ مصر فتح کر کے جب پروبوس بھی اپنی فوج سے پالمیریا کے محاصرے میں شامل ہوا تو اس موقع پر زینوبیا نے فرار ہونے کا منصوبہ بنایا۔ وہ اپنی تیز ترین اونٹنیوں کے دستے کے ساتھ فرار ہو کر دریائے فرات کے کنارے تک پہنچ گئی مگر اوریملین کے تیز رفتار گھڑ سواروں نے اسے جالیا اور قیدی بنا کر شہنشاہ کے قدموں میں لا ڈالا۔ اس کے دارالحکومت نے شکست تسلیم کر لی اور اس کے شہریوں سے غیر متوقع طور پر نرم سلوک کیا گیا۔

جب ملکہ کو شہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو شہنشاہ نے اس سے سوال کیا کہ تمھارے پاس یہ دلیری کہاں سے آئی کہ تم شہنشاہ روم کے مقابلے پر اتر آؤ؟ زینوبیا نے انتہائی شائستگی سے جواب دیا کہ میں نے اوریلوس اور گیلی نوس کو کبھی شہنشاہ تسلیم نہیں کیا۔ میں صرف آپ کو بطور شہنشاہ اور فاتح تسلیم کرتی ہوں۔ چونکہ صبر وتحمل کی صفات خواتین میں موجود نہیں ہوتیں اس لیے ممکن نہیں کہ وہ طویل مدت تک مشکلات کا سامنا کرسکیں۔ جب ایک ایسا وقت آیا تو زینوبیا بھی ہمت ہار گئی۔ اس نے اپنی ضد کا الزام اپنے مشیروں کے ذمے لگا دیا۔ اس طرح اورمیلین کے غیض وغضب کو وہ اپنے مصاحبین کی طرف موڑنے میں کامیاب ہوگئی۔ لونگی نس کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا اور اسے سزائے موت دی گئی۔

زینوبیا کو اپنی فتح کی نشانی کے طور پر شہنشاہ لے کر روم کی طرف روانہ ہوا ہی تھا کہ پالمیریا کے لوگوں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور رومی گورنر کو قتل کر دیا۔ شہنشاہ انتہائی سرعت سے واپس پلٹا اور اس نے پالمیریا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور یوں زینوبیا کا عالی شان دارالحکومت کھنڈرت میں بدل گیا۔

اس کی فتح کے جلوس میں زینوبیا اس کی فتح کے نشان کے طور پر اس کے ساتھ تھی۔ بعد ازاں شہنشاہ نے دریائے ٹائبر کے کنارے ملکہ مشرق کو ایک عالیشان محل عطا کر دیا اور وہ ایک معزز رومی عورت کے طور پر وہاں رہنے لگی۔ اس کی بیٹی کی شادی ایک رومی معزز خاندان میں کر دی گئی۔ پانچویں صدی تک اس خاندان کے افراد باقی تھے۔

اورمیلین کی آخری کامیابی اور اس کا کردار

اورمیلین کے لیے ابھی ایک اہم اور آخری کام باقی تھا۔ داخلی اور خارجی محاذوں پر شاندار کامیابیوں کے بعد پالمیریا کی بغاوت کے دوران دریائے نیل کے کناروں پر ایک باغی فرموس نامی حرکت میں آ گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو زینوبیا اور اڈیناتھوس کا اتحادی قرار دیا

تھا۔اس نے مصریوں کو آزادی کی امید دلا کر اسکندریہ پر حملہ کر دیا اور بعد ازاں اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا اور اپنی ایک فوج بھی تیار کر لی مگر اس کی یہ فوج اوریلین کے حملے کے مقابلے میں انتہائی کمزور تھی۔ فراموس کو شکست ہوئی، اسے قید کر لیا گیا اور عذاب دے کر موت کی سزا دی گئی۔اوریلین نے صرف تین سال کے مختصر عرصے میں رومی سلطنت کو تمام دشمن عناصر سے پاک کر دیا اور امن عامہ کو بحال کر دیا تھا۔

سب سے کامیاب رومی جرنیل

جب سے رومی سلطنت کا آغاز ہوا تھا اس کی تاریخ میں کوئی ایسا جرنیل پیدا نہیں ہوا تھا جسے اوریلین سے زیادہ کامیابیاں اور عزت و افتخار حاصل ہوا ہو۔ اس کی فتوحات کا جشن بھی بڑا شاندار منایا گیا۔اس کی فتح کے جلوس میں ہاتھی، چار شاہی چیتے اور دو ہزار سے زائد حیوانات موجود تھے۔ان سب کو گول تماشا گاہ میں جمع کر لیا گیا تھا جہاں رومیوں کے قدیم رواج کے مطابق ظالمانہ دنگل لگایا گیا۔ مفتوحہ اقوام کے ہتھیار اور جھنڈے اور ملکہ مشرق کے شاندار ملبوسات کو نمائش کے لیے رکھا گیا۔ دنیا کے مختلف ممالک حبشہ، عرب، فارس، باختر، ہندوستان اور چین کے سفیر اپنے قومی لباس میں اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس جشن میں شہنشاہ روم کی شان و شوکت کا اس طرح مظاہرہ کیا گیا تھا کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ ملکہ زینوبیا اپنے شاہانہ زیورات پہنے ہوئے اس جلوس فتح میں اور شہنشاہ ٹیڑی کوس بھی شامل تھا۔اوریلین کی فوجی قوت نے سلطنت کے تمام داخلی اور خارجی دشمنوں کا قلع قمع کر دیا مگر شہنشاہ نے شمشیر کے سوا کسی اور اعزاز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس نے اس مملکت کو بزور شمشیر ہی فتح کیا تھا اور شمشیر ہی سے اس کی حفاظت کی تھی۔

اوریلین کی موت

روم کے ایک دانشمند نے شہنشاہ اوریلین کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ اس میں فوج کی کمان کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے مگر وہ حکمرانی کے لیے موزوں نہیں تھا۔اس کے

تجربے اور کردار نے اسے حکومت کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز کر دیا تھا۔ ایک فتح کے بعد وہ چند ماہ بعد پھر میدان جنگ کا رخ کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ضروری تھا کہ بے چین فوج کو کہیں نہ کہیں مصروف رکھا جائے۔ فارس کے شہنشاہ شاہ پور نے جو ویلیرین سے سلوک کیا تھا وہ اب تک روم کے ماتھے پر ایک بدنما داغ بن کر چمک رہا تھا۔ شہنشاہ اگرچہ کسی بڑی فوج کا سربراہ نہیں تھا مگر اس کی فوج کا نظم وضبط بہت زیادہ بہتر تھا اور وہ اپنی بہادری کے لیے مشہور تھی۔ شہنشاہ اوریلین اب شہنشاہ فارس سے انتقام لینے کے لیے اس آبنائے تک جا پہنچا جو یورپ کو ایشیا سے الگ کرتی تھی۔ اسے وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ اختیارات کا ارتکاز دفاع میں بہت بڑی کمزوری ہے۔ کسی قوم کے مایوس ہو جانے کے بعد اس کا مقابلہ کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ شہنشاہ نے اپنے ایک نائب کو دھمکی دی جو مال اکٹھا کرنے کا عادی تھا۔ اس بات کا سب کو علم تھا کہ وہ بلا مقصد کسی کو دھمکی نہیں دیتا۔ اس صورت میں اس متعلقہ افسر کے لیے اب یہی راستہ بچا تھا کہ وہ کسی طرح اس خطرے سے نجات حاصل کرے یا پھر خوفناک صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اس نے کمال ہنر مندی سے شہنشاہ کے دستخطوں کی نقل تیار کی اور پھر دوسرے افسران کو ایک طویل فہرست دکھائی جس میں ان سب کے نام اور ان کے قتل کرنے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ ان سب نے آخر یہ فیصلہ کیا کہ اپنی موت سے بچنے کے لیے کیوں نہ خود شہنشاہ کو قتل کر دیا جائے۔ جب شہنشاہ دوران سفر باز نطیم اور ہیرا کلیا کے درمیان پہنچا تو اس پر اچانک حملہ کر دیا گیا۔ اس نے کسی قدر اس قاتلانہ حملے کا مقابلہ کیا مگر پھر مکاپر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ یہ وہ جرنیل تھا جس پر وہ سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ آخر وہ مارا گیا۔ اس کی موت پر فوج نے بہت افسوس کیا مگر سینیٹ نے نفرت کا اظہار کیا۔

.....☆☆☆.....

باب یازدہم

اوریلین کی موت کے بعد فوج اور سینیٹ کی حکمت عملی، ٹیسی ٹس، پروبوس، کاروس اور اس کے بیٹے کا عہد

رومی شہنشاہوں کا انجام

رومی شہنشاہوں کے حالات اتنے خراب ہو چکے تھے کہ ان کا کردار چاہے کیسا بھی رہا ہو مگر ان کا انجام ایک ہی جیسا ہوتا تھا۔ چاہے کوئی نیک خو ہو یا عیش کوش یا نرم خو ہو یا سخت گیر ہو یا پرشکوہ کسی کو طبعی موت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ہر شہنشاہ کے عہد کا خاتمہ ایک جیسی مایوس کن سازش اور قتل کے تکرار پر ہوتا تھا۔ اوریلین کی موت کو یہ استثنیٰ حاصل ہے کہ وہ غیر معمولی حالات میں واقع ہوئی۔ فوج نے اس کی موت کا غم بھی کیا اور اپنے اس فاتح کی موت کا بدلہ بھی لیا۔ اس کے نائب کی جعل سازی پکڑی گئی اور اسے اس کی سزا دی گئی۔ تمام سازشی شہنشاہ کی تجہیز و تکفین میں کسی منصوبہ بندی یا صدق دل سے شریک ہوئے۔ ایک مکتوب سے یہ پتہ چلا کہ یہ صرف ایک آدمی کا جرم تھا اور اس گناہ کے ارتکاب میں کئی افراد شریک تھے۔ یہ مکتوب سینیٹ کے نام لکھا گیا تھا اور اس میں آنجہانی شہنشاہ کو دیوتاؤں کے زمرے میں داخل کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اراکین سینیٹ نے بغیر کسی حیرت کے یہ مراسلہ پڑھا اور انھی اوریلین کی موت پر کوئی خوشی نہ ہوئی۔ اراکین سینیٹ نے سلطنت کی وفادار فوج کا شکریہ بھی ادا کیا کیونکہ فوج نے بھی سینیٹ کے اقتدار

کا اعتراف کیا تھا اور جانشین کے انتخاب کے لیے سفارش کی تھی تاہم سینیٹ نے فیصلہ کیا کہ نئے شہنشاہ کا انتخاب کا فیصلہ خود فوج ہی کرے کہ کل کلاں اگر سینیٹ کا نامزد شہنشاہ بھی فوج کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو پھر سینیٹ کے وقار کو دھچکا پہنچنے کا خطرہ تھا۔

ٹیسی ٹس کا انتخاب

25 ستمبر کو اورئلین کے قتل کو تقریباً آٹھ ماہ گزر چکے تھے اور تخت شاہی ابھی خالی تھا۔ تو نصل نے سینیٹ کا اجلاس طلب کیا اور اراکین سینیٹ کو سلطنت کی خطرناک اور بے یقینی کی کیفیت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اگر کسی شہنشاہ کا انتخاب نہ کیا گیا تو پھر کسی بھی لمحے کسی خطرناک صورحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ اطلاعت بھی مل چکی ہیں کہ جرمنوں نے دریائے رائن کو عبور کر لیا ہے اور گال کے چند مضبوط اور طاقت ور شہروں پر وہ قبضہ کر چکے ہیں۔ فارس کے شہنشاہ کی حوصلہ مندی سے تمام مشرقی صوبے بھی مسلسل خطرے کی زد میں ہیں۔ افریقہ، مصر اور الیری کوم کے صوبے بھی داخلی اور بیرونی خطرات کا شکار ہیں اور شام کے لوگ تو رومی قوانین کے خلاف کسی عورت کو بھی اپنا تخت پیش کر سکتے ہیں۔ پھر تو نصل نے سینیٹ کے ایک رکن ٹیسی ٹس کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ بتائے کہ تخت نشینی کے لیے سب سے زیادہ مورزوں کون ہے؟

ٹیسی ٹس کا عذر وانکار

ٹیسی ٹس جو ایک فلسفی مورخ کی نسل سے تھا دوسرے شہنشاہوں کے مقابلے میں زیادہ شریف النسب نظر آتا تھا۔ اس وقت اس کی عمر 75 سال تھی۔ وہ اپنی طویل زندگی میں امارت اور عزت سے سرفراز رہا تھا۔ اس کو بہت سے شہنشاہوں کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ تھا۔ اس نے ایلاگابوس کی حماقتوں سے لے کر اورئلین کی درشت افادیت تک سب کا ساتھ دیا تھا۔ اس لیے آداب شاہی سے بخوبی واقف تھا۔ جب وہ جوابی تقریر کے لے کھڑا ہوا تو لوگوں نے اسے ہر سمت سے آگسٹس کے خطاب سے پکارا اور شہنشاہ کے لقب سے مخاطب کیا اور کہا کہ اے ٹیسی

ٹس اہم تھیں اپنا شہنشاہ منتخب کرتے ہیں۔ جونھی مبارک باد کا سلسلہ ختم ہوا ٹیسی ٹس نے اپنی عمر کی زیادتی کا عذر بنا کر شہنشاہ کے عہدے پر فائز ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ بوڑھا اب جنگ اور حکومت کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہی نہیں رہا۔ ٹیسی ٹس نے اگرچہ انکار انتہائی سنجیدگی سے کیا تھا مگر اراکین سینیٹ نے اسے قبول نہ کیا اور فوری طور پر اس تجویز کے حق میں پانچسو سے زائد ووٹ آ گئے اور کہا گیا کہ نوما، ٹروجن، ہیڈریان اور انطونی نس جیسے شہنشاہوں نے بھی بڑی عمر میں یہ عہدہ قبول کیا تھا۔ ٹیسی ٹس کا انتخاب اس کے ذہن کی وجہ سے کیا گیا ہے کسی سپاہی کے جسم کی وجہ سے نہیں۔ اس کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ عقل ودانش اور تجربے سے لشکروں کی راہنمائی کرے۔ ایک رکن سینیٹ نے جو ٹیسی ٹس کے قریب بیٹھا تھا سینیٹ کو عرضداشت پیش کی کہ گمراہ نوجوانوں کی وجہ سے قوم کو پہلے ہی شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس نے سینیٹ کو مبارک باد دی کہ اس نے ایک نیک اور تجربہ کار رکن کو شہنشاہ منتخب کیا ہے۔ آخر منتخب شہنشاہ نے اپنی خدمات قوم کو پیش کر دیں اور عوام نے سینیٹ کے اس فیصلے کی توثیق کر دی اور محافظ فوج بھی ان کی ہمنوا بن گئی۔

ٹیسی ٹس کا انتظام سلطنت

ٹیسی ٹس کا انتظام سلطنت اس کی زندگی اور اصولوں کے مطابق تھا۔ وہ رکن سینیٹ کی حیثیت سے خود کو اس قانون کا پابند سمجھتا تھا جو سینیٹ پاس کرتی تھی۔ اس نے کوشش کی کہ اگر جمہوریت نہ بحال ہو سکے تو اس کا تصور ہی بحال ہو جائے جو آگسٹس کی حکمت علمی کی وجہ سے قائم تھا اور ٹروجن اور انطونیوں کی خوبیوں کا مرہون منت تھا۔ شہنشاہ نے افواج کی مدد سے دور دراز کی صوبائی سرحدوں پر بھی اپنی اقتدار قائم کیا اور قونصلروں کی ایک فہرست تیار کرائی جسے اس کے عہد میں کالج آف قونصلرز کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ ہر دو ماہ کے بعد دو افراد تبدیل کر دیے جاتے یعنی دو افراد بیک وقت یکے بعد دیگرے اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنے

فرائض کی ادائیگی میں اتنے آزاد تھے کہ خود شہنشاہ یا اس کے بھائی فلاریانوس کے احکامات یا مشورے کی پروانہیں کرتے تھے۔ پروقونصلروں کا تقرر ہوا اور صوبوں میں بھی صدور متعین کیے گئے۔ سینیٹ میں شہنشاہ کی بڑی واہ واہ ہوئی اور اسے دیانت دار اور محب وطن قرار دیا گیا۔ سینیٹ نے مالیات کے بعض شعبوں کا معائنہ بھی کرنے پر زور دیا کہ وہ اوریلین جیسے سخت گیر شہنشاہ کے عہد میں بھی یہ خدمات انجام دیتی رہی تھی۔

صوبوں کو مراسلات کی ترسیل

رومی سلطنت کے بڑے بڑے شہروں ٹریویز (Treves) میلان، ایکویلیا، تھیسالونیکا، کارنتھ، انتھیمز، انطاکیہ، اسکندریہ اور قرطاجنہ (Carthage) کو نئے شہنشاہ کی تخت نشینی اور اس خوشگوار انقلاب کی اطلاع کے مراسلات بھجوادیے گئے کہ رومی سینیٹ نے اپنے قدیم وقار کو بحال کرلیا ہے۔ ان مراسلات میں سے دو اب تک محفوظ ہیں۔ اس موقع پر اراکین سینیٹ نے جو نجی خطوط اپنے دوستوں کو لکھے ان کے کچھ تراشے ہم تک پہنچے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے خطوط میں لکھا کہ وہ بہت زیادہ مسرور اور پرامید ہیں۔ اپنی محرومیوں سے نجات پالیں گے۔ ایک رکن سینیٹ نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ اپنی بیائی (Baiae) کی پناہ گاہ سے باہر نکل آؤ اور پوٹیولی (Puteoli) کو چھوڑ دو اور شہر میں واپس لوٹ آؤ اور سینیٹ میں کام کرو کہ روم کی ترقی کا نیا باب شروع ہوگیا ہے۔ اب سینیٹ اپنی مرضی سے شہنشاہ منتخب کرتی ہے اور غالباً ہم ان پر پابندی بھی لگا سکتے ہیں مگر یہ مبالغہ آمیز توقعات جلد ہی اپنا وجود کھو بیٹھی۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ افواج اور صوبے رومی امرا و شرفا کے احکام کی مسلسل تعمیل کرتے چلے جائیں۔ ایک چھوٹی سی ضرب سے ان کا یہ بے ستون محل زمین بوس ہوگیا۔ رومی سینیٹ جو اپنے اختتام کو پہنچنے والی تھی چراغ سحری کی طرح اچانک شعلہ زن ہوئی اور پھر چند لمحوں میں گل ہوگئی۔

شہنشاہ افواج کے روبرو

سینیٹ نے نئے شہنشاہ کو تخت نشین کرنے کے لیے جو کارروائی کی تھی اس کی حیثیت اس وقت تک صرف ایک تمثیل کی تھی جب تک فوج اس کی توثیق نہ کر دیتی چاہے سینیٹ اپنے خواب آزادی سے کسی طرح بھی لطف اندوز ہوتی رہتی۔ فوج سے اپنی شہنشاہی کی توثیق حاصل کرنے کے لیے ٹیبی ٹس تھریس چھاؤنی میں گیا وہاں اس وقت محافظ فوج کا سربراہ بھی موجود تھا۔ اس نے فوج کے روبرو شہنشاہ کو پیش کر دیا۔ شہنشاہ نے فوج سے اپنے خطاب میں فوج میں خزائن کو کھلے دل سے تقسیم کرنے اور دیگر انعام واکرام دینے کا اعلان کیا اور کہا کہ اگرچہ وہ بلحاظ عمر فوجی خدمات کا اہل نہیں مگر ایک اچھے رومی سپہ سالار کی طرح مشورہ تو دے سکتا ہے اور یہ کہ وہ بہادر اور ٹیلین کا جانشین ہے۔

الانی قبائل سے جنگ اور کامیابی

جن دنوں اورٹیلین مشرق پر دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا تو اس نے الانی قبائل سے جو اسکائھی قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور مائی اوٹس (Moeotis) نامی جھیل کے کنارے پر خیمہ زن تھے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے وہ انعام واکرام کے لالچ میں فارس کی سلطنت پر حملے کے لیے تیار تھے مگر جب وہ رومی سرحدوں پر پہنچے تو اورٹیلین قتل ہو چکا تھا اور فارس سے رومیوں کی جنگ کا منصوبہ کم از کم ملتوی ہو چکا تھا۔ اب الانی قبائل نے اپنی بہادری پر بھروسا کرتے ہوئے رومیوں سے اخراجات کی وصولی یا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا اور تاتاریوں کے روایتی انداز میں وہ حرکت میں آ گئے اور جلد ہی پونطوس، کپاڈوشیا، کیلکیا اور گلیشیا کے صوبوں کو انھوں نے گھیر لیا۔ رومی لشکر آبنائے باسفورس کے دوسرے کنارے سے دیکھ رہے تھے کہ شہر اور دیہات نذر آتش کیے جا رہے تھے۔ ٹیبی ٹس نے اپنی عمر اور رتبے کا مطابق ان وحشی قبائل کو یقین دہانی کرائی اور سلطنت پر اعتماد کرنے کو کہا اور ان معاہدوں کو کالعدم قرار دیا جو اورٹیلین نے ان سے کیے تھے۔ مال غنیمت اور

قیدیوں کو بھی واپس کر دیا۔ اس پر کچھ قبائل واپس اپنے صحرا میں چلے گئے اور جو باقی رہ گئے انھوں نے واپسی سے انکار کر دیا۔ ان سے شہنشاہ نے بذات خود جنگ لڑی اور کامیابی حاصل کی اور چند ہفتوں میں ان سے ایشیائی علاقے واپس لے لیے۔

ٹیسی ٹس کی حکومت کی مختصر مدت

ٹیسی ٹس خود بھی چراغ سحری تھا اور اس کی حکومت اور شان و شوکت بھی بہت مختصر عرصے کے لیے تھی۔ اسے الانیوں کے خلاف مہم کے دوران سخت سردی کا مقابلہ کرنا پڑا جس کا وہ عادی نہیں تھا۔ وہ کمپانیا کی معتدل آب وہوا سے کوہ قفقار کی یخ بستہ آب وہوا کے علاقوں میں منتقل ہوا تو عمر کے تقاضے کی وجہ سے جلد تکان کا شکار ہو گیا ادھر کچھ عرصے کے لیے تو فوج کے لالچ اور خودغرضی کے جذبات دب گئے تھے مگر جلد ہی ابھر آئے۔ اس کا آغاز چھاؤنی سے بلکہ خود ضعیف العمر شہنشاہ کے خیمے سے ہوا جس سے اسے شدید صدمہ پہنچا۔ اس کی نرم مزاجی شرارت پسندوں کی حوصلہ افزائی کا سبب بنی۔ اسے ایسے گروہوں نے ذہنی کوفت سے دوچار کیا جن کی وہ اصلاح کرنے سے قاصر تھا۔ وہ ایسے مطالبات کر رہے تھے جن کو پورا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ٹیسی ٹس جلدی ان حالات سے مایوس ہو گیا۔ چھ ماہ کے مختصر عہد حکومت کے بعد اس کی موت کپاڈوشیا میں طیانا کے مقام پر واقع ہو گئی۔ یہ بات یقینی نہیں کہ فوج نے اس شریف شہنشاہ کے خون سے ہاتھ رنگے ہوں۔

فلاریانوس کی نااہلی

ابھی ٹیسی ٹس نے آخری ہچکی نہیں لی تھی کہ اس کے بھائی فلاریانوس نے اپنی جلد بازی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ تاج و تخت کا اہل نہیں۔ اس نے سینیٹ سے منظوری لینے کا تردد نہ کیا اور تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اس رومی دستور کا بھی احترام نہ کیا جو اس وقت تک افواج اور صوبوں میں کسی حد تک رائج تھا۔ قانون میں اتنی طاقت تھی کہ وہ کسی کا احتساب کر سکے مگر وہ

فلاریانوس کے لالچ وحرص کو نہ دبا سکا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کے خلاف عدم اطمینان کا اٹھنے والا شور دب جاتا مگر مشرقی افواج کے جرنیل پروبوس نے دلیری کے ساتھ اعلان کیا کہ وہ سینیٹ کے ساتھ کی جانے والی اس زیادتی کا بدلہ لے گا۔ اگرچہ ابھی تک مقابلہ غیر مساوی تھا اور شام ومصر کی افواج کے مقابلے میں یورپ کی افواج ناقابل تسخیر تھیں اور ٹیسی ٹس کے بھائی کی مددگار بھی مگر پروبوس کی قسمت اور فعالیت نے تمام مشکلات پر قابو پالیا۔ اس کے حریف چونکہ سرد آب وہوا کے عادی تھے اس لیے وہ کیل کی کی گرم آب وہوا کو برداشت نہ کر سکے جہاں موسم گرما خلاف معمول انتہائی شدید تھا۔ بھگوڑوں کی وجہ سے فوج کی تعداد کم ہوگئی۔ پہاڑی دروں کا دفاع بھی کمزور تھا۔ طرطوس نے ان پر اپنے دروازے کھول دیے۔ فلاریانوس کی سپاہ نے اسے تین ماہ کی شاہانہ عیش وعشرت دے کر خانہ جنگی میں اس شہنشاہ کی قربانی دے دی جس سے وہ نفرت کرتے تھے۔

پروبوس کی تخت نشینی اور اس کا کردار

الیری کوم کے کسان جنھوں نے کلاڈیس اور ٹیلین جیسے قابل شہنشاہ منتخب کر کے سلطنت کی ڈوبتی ہوئی ساکھ کو بچایا تھا پروبوس کے اقتدار میں بھی ان کا برابر کا حصہ تھا۔ بیس سال پہلے شہنشاہ ویلیرین نے پروبوس کو عدالت کا رتبہ عطا کیا تھا اور اس کی ذاتی بہادری کی وجہ سے کئی مشرقی صوبے اور کئی لشکروں کی کمان اس کے سپرد کی تھی۔ اور ٹیلین فتح مصر کے لیے اس کا مشکور تھا اور اس لیے بھی شکر گزار تھا کہ یہ اپنے حوصلے سے کام لے کر اس کے ظلم وستم کی راہ میں رکاوٹ بنتا تھا۔ ٹیسی ٹس نے اسے مشرقی صوبوں کا کمانڈر اعلیٰ مقرر کیا تھا اور اس کی تنخواہ میں پانچ گنا اضافہ کر دیا تھا۔ اب جب پروبوس تخت نشین ہوا تو اس کی عمر 44 برس تھی۔

اس کے مصدقہ استحقاق اور فلاریانوس کے خلاف اس کی کامیاب فوجی مہم کے بعد اس کا کوئی حریف یا دشمن باقی نہیں رہا تھا۔ اس نے اس اعلیٰ عہدے کو سنجیدہ انکار کے بعد قبول کیا تھا۔

اس نے ایک خط میں لکھا تھا کہ یہ میری بساط سے باہر ہے کہ میں ایسا عہدہ قبول کروں جس میں حسد اور خطرات سے نجات ممکن نہیں۔ مجھے وہ کردار بخوبی نبھانا چاہیے جو فوج نے میرے ذمے لگایا ہے۔ اس نے سینیٹ سے خطاب کرتے ہوئے خود کو محبِ وطن ثابت کیا۔ اس نے کہا" بابابان قوم! جب تم نے اپنے ایک ساتھی کا انتخاب کیا تھا اب اورئیلین کو بطور شہنشاہ کامیاب بھی بنائیں۔ یہ بہتر تھا کہ فلاریانوس تخت پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے بجائے کچھ انتظار کر لیتا کہ آپ کی اکثریت کچھ فیصلہ کر لیتی۔ تاج وتخت کوئی اس کے خاندان کی وراثتی جائداد نہیں تھی۔ آپ کا فیصلہ اس کے حق میں بھی ہوسکتا تھا اور کسی دوسرے شخص کے حق میں بھی ممکن تھا۔ اگرچہ میں نے اسے سینیٹ کی توہین کرنے کی سزا دی تو فوج نے مجھے آگسٹس کا خطاب دیا ہے مگر میں اپنے استحقاق اور اہلیت کو آپ کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہوں۔ قونصل نے جب اس کے تعظیمانہ مراسلے کا مطالعہ کیا تو اراکین سینیٹ اپنے اطمینان پر پردہ نہ ڈال سکے کہ پروبوس نے یہ عاجزانہ مراسلہ لکھ کر اپنے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ قابل تحسین ہیں۔

پروبوس کی فوجی عظمت

اورئیلین نے عسکری طاقت کے استعمال سے روم کے دشمنوں کو ہر طرف کچل کر رکھ دیا تھا۔ اس کی موت کے بعد وہ ہر طرف سے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ ابھرنے لگے تاہم پروبوس کی فعالیت نے انھیں ایک دفعہ پھر مار بھگایا۔ اس نے چھ سال کے قلیل عرصے میں ماضی کے عظیم ہیرو شہنشاہوں کی یاد تازہ کر دی اور رومی سلطنت کے تمام صوبوں میں امن عامہ بحال کر دیا۔ رایشیا کے سری صوبے میں جہاں ہر وقت دشمنوں کے حملے ہوتے تھے اس نے دشمنوں سے پاک کر دیا۔ اس نے سرماشی قبائل کو بزور شمشیر اس پر مجبور کر دیا کہ وہ لوٹ مار سے باز آئیں۔ گوتھ نے اس جنگجو شہنشاہ سے اتحاد قائم کر لیا۔ اسی طرح داخلی دشمنوں کو اس نے ٹھکانے لگا دیا۔ فرموس نامی غاصب نے مصر میں جو تکلیف پیدا کی تھی وہ ابھی پوری طرح فرو نہیں ہوئی تھی۔

بطلیموس اور کوپلوس کے شہر ابھی اس کے قبضے میں تھے۔ اس کی بغاوت کو مکمل طور پر دبا دیا گیا۔ جنوب کے وحشی قبائل کے سلطنت فارس کے شہروں پر قبضہ کی وجہ سے شاہ فارس کو پریشانی ہوئی تو اس نے پروبوس سے معاہدہ دوستی کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔ اس نے اپنے جن نائبین کو ان کے معرکوں کی وجہ سے منتخب کیا ان کی موزونیت ہی فتوحات کا باعث بنی۔ کاروس، ڈائیوکلیشن، میکسمین، کوسٹینٹس (Coatantius) اور دیگر سردار یا تو اس کے بعد تخت نشین ہوئے یا بہترین معاون ثابت ہوئے۔ یہ سب کے سب پروبوس اور اورلیلین کے تربیت یافتہ تھے۔

رومی سلطنت کی سب سے اہم اور بڑی خدمت

رومی سلطنت کے لیے پروبوس نے جو سب سے اہم خدمت انجام دی وہ گال کی آزادی تھی۔ اس کے جن ستر شہروں پر جرمنوں نے قبضہ کر رکھا تھا اور جو اورلیلین کی وفات کے بعد سے اس صوبے کو تاراج کر رہے تھے ان کو پروبوس کی بہادری نے منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس نے فرینکوں کو ان کی پہاڑیوں کی طرف واپس دھکیل دیا۔ اورلیلین کے بعد سلطنت کے لیے سب سے اہم عسکری خدمات پروبوس ہی نے انجام دیں اور بہت سے وحشی قبائل کو اس نے سلطنت کی سرحدوں سے پرے دھکیل دیا۔ لائجی قبائل میں ایک گروہ کا نام آرائی (Arii) تھا وہ اپنے وحشیانہ اطوار کی وجہ سے بہت خوف ناک شمار ہوتے تھے۔ وہ اپنے جسموں پر سیاہی مل لیتے اور رات کے اندھیرے میں حملہ آور ہوتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جیسے مردہ افراد کی روحیں حملہ کر رہی ہیں۔ اس غیر معمولی صورت حال سے ان کے مدمقابل ان سے خوف زدہ ہو جاتے تھے مگر پروبوس کے ہتھیار بند لشکریوں نے ان بھوتوں پر جلد غلبہ پا لیا۔ ان وحشیوں کا مکمل طور پر قلع قمع کرنے کے لیے شہنشاہ نے ان کے سروں کی قیمت ایک اشرفی رکھ دی تھی جس کے حصول کے لیے رومیوں نے ان کی کشتوں کے پشتے لگا دیے۔

مشرق میں ساطری نوس کی بغاوت

جب شہنشاہ خود گال کو بچانے کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے مشرقی علاقوں کی کمان

ساطری نوس کے سپرد کردی جو اس کا اہل تھا۔ اسے بغاوت فرو کرنے کا تجربہ بھی تھا مگر شہنشاہ کی غیر حاضری میں اس نے اسکندریہ میں خود بغاوت کردی مگر رحم دل شہنشاہ نے کوشش کی کہ اس کی سابقہ خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو سپاہ کے ہاتھوں مارے جانے سے بچالے۔ شہنشاہ نے اسے ایک سے زائد بار پیش کش کی کہ وہ خود کو شہنشاہ کے حوالے کردے۔ ساطری نوس اگر شہنشاہ کی پیش کش قبول کر لیتا تو اس کی جان بچ سکتی مگر اس کے ضدی ساتھیوں نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور بالآخر وہ اپنی خون آشام امیدوں کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا۔

مغرب میں بونوسوس اور پرکوس کی بغاوت

مشرق میں ابھی ساطری نو کی بغاوت ختم نہ ہوئی تھی کہ مغرب میں بونوسوس اور پروکوس نے بغاوت کردی۔ یہ دونوں فوجی افسر بھی اعلیٰ استحقاق کے حامل تھے اور ان میں سے ایک نے باخوس کی جنگ اور دوسرے نے وینس کے معرکے میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے تھے اور ان کا کردار بھی بڑا اعلیٰ تھا مگر سزا کے خوف نے ان سے اس غلطی کا ارتکاب کرایا۔ پروبوس نے ان کی بغاوت کو فرو کرانے کے بعد ان کی دولت یا معصوم اہل خاندان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

پروبوس کی فتوحات کا جشن

پروبوس نے عسکری طاقت سے کام لے کر سلطنت کے خارجی و داخلی دشمنوں کا صفایا کردیا اور ان پر مکمل فتح حاصل کرلی۔ اس کسی صوبے میں کوئی وحشی دشمن موجود نہیں رہا تھا اور پروبوس کی انتظامی صلاحیتوں نے امن عامہ کو یقینی بنا دیا۔ اب شہنشاہ نے روم کی طرف واپسی اختیار کی اور اپنی فتوحات کے شاندار جشن منانے کا فیصلہ کیا۔ عوام جو پہلے اوریلین کی فتوحات پر خوشی کا اظہار کرتے تھے اب پروبوس کی فتوحات کا جشن منا رہے تھے۔ اس موقع پر بازی گروں کی اس خودکش جرأت کا ذکر ضروری ہے۔ اگرچہ ان کے چھ سو ساتھی اور بھی موجود تھے یہ ایسے جسمانی

کرتب پیش کر رہے تھے جنھیں صرف غیر انسانی کہنے سے بات نہیں بنتی۔ یہ کھیل گول تماشا گاہ میں پیش کیے جاتے اور یہ لوگ عوام کو تفریح مہیا کرنے کے لیے اپنا خون بہاتے اور اپنے محافظوں کو قتل کر دیتے اور قید خانوں سے باہر نکلنے اور روم کی گلیوں کو خون اور خوف سے بھر دیتے تھے۔ تھوڑے بہت دفاع کے بعد انھیں قابو کر لیا جاتا اور اسکے بعد انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ یہ کام باقاعدہ افواج کے سپاہی انجام دیتے تھے۔

پروبوس کا قتل

اپنے پسندیدہ منصوبوں کی تکمیل کے لیے پروبوس نے فوج کے سپاہیوں پر حد سے زائد فرائض کا بوجھ ڈال دیا تھا۔ وہ یا تو اس کے بوجھ کے نیچے دب جاتے یا پھر اسے اتار پھینکنے کی کوشش کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ پروبوس کی اسی ناعاقبت اندیشی نے سپاہیوں کا پیمانہ صبر لبریز کر دیا۔ موسم گرما کے ایک دن اس نے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ سرمیوم کی دلدلوں سے پانی نکال دیں۔ سپاہی جو تھکن سے چور تھے انھوں نے اپنے آلات پھینک دیے اور بغاوت کر دی۔ شہنشاہ کو اس خطرے کا احساس تھا وہ ایک بلند مینار میں پناہ گزیں ہوا مگر باغیوں نے اسے وہاں سے اتار لیا اور پھر اس پر ہزاروں تلواریں برس پڑیں اور فوج نے خود اپنے آقا کو قتل کر دیا۔

کاروس کی تخت نشینی

فوج کا غصہ اترا تو اسے اپنی اس جلد بازی پر افسوس ہوا۔ پھر جب اس پریشانی سے نکلے تو انھوں نے متفقہ طور پر کاروس کو پروبوس کا جانشین مقرر کر دیا جو محافظ فوج کا سربراہ تھا اور شاہی تخت پر سب سے زیادہ استحقاق رکھتا تھا۔ وہ رومی شہری ہونے کے ساتھ ساتھ وہ شریف النسب تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ساٹھ برس تھی۔ اس کے دونوں بیٹے کیرینوس اور نومیرین جوان ہو چکے تھے۔

کاروس کی حکومت کے بارے میں پیشن گوئی

سینیٹ کے اختیارات واقتدار کا پروبوس کی موت کے ساتھ ہی خاتمہ ہوگیا۔ کاروس کا انتخاب سینیٹ کی متوقع منظوری کے بغیر کیا گیا تھا اور نئے شہنشاہ نے بھی سینیٹ کے نام ایک نیم دلانہ اور فخر آمیز مراسلہ ارسال کرنے پر اکتفا سے کام لیا تھا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ اس نے تاج وتخت پر قبضہ کرلیا ہے۔ نئی حکومت کے متعلق رویوں کو محسوس ہوا کہ عوام اب اپنی روایتی قوت سے محروم ہوگئے ہیں اور عوامی آزادی پر قدغن لگ گیا ہے۔ خوشامدانہ مبارک باد دینے والے بھی کم نہیں تھے مگر ایسی ہجویات بھی تحریر کی گئیں جو کاروس کی تخت نشینی پر ملامت ظاہر کرتی تھیں۔ دوگدڑیے جو دوپہر کی شدید گرمی سے بچنے کے لیے فاؤنوس کی غار میں پناہ لیتے تھے جو ساحلی ریگزار کے قریب واقع تھی۔ ان سے دیہاتی دیوی نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ موجودہ شہنشاہ اہل روم کے لیے بہت مبارک ثابت ہوگا اور وہ رومیوں کے سابقہ تحفظ اور سنہری دور کو واپس لے آئے گا۔

فارس کی مہم پر روانگی

اس قسم کی آوازیں شہنشاہ کے کانوں تک بھی پہنچیں جو افواج کے مشورے پر فارس کی مہم کا آغاز کرنا چاہتا تھا جو مدت سے تعطل کا شکار تھی۔ اس طویل مہم پر نکلنے سے پہلے کاروس نے اپنے بیٹوں سے بھی مشورہ کیا جن میں سے بڑے کو سیزر کا خطاب دیا گیا تھا اور شہنشاہ کے برابر کے اختیارات بھی اسے حاصل تھے۔ چھوٹے شہزادے کو گال کی صورت حال پر قابو پانے اور روم میں اپنا مستقر بنا کر حکومت کرنے کو کہا گیا تھا۔ الیری کوم کو تحفظ فراہم سرماشیوں کو فیصلہ کن شکست دے کر کیا گیا تھا اور بیس ہزار وحشیوں کو تہ تیغ کردیا گیا تھا۔ ضعیف العمر شہنشاہ نے شہرت اور فتح کی توقع میں فارس کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ سردیوں کے موسم میں شہنشاہ اپنے بیٹے نومیرئین کے ہمراہ ایشیائے کوچک سے گزرتا ہوا فارس کی سرحد پر پہنچ گیا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر خیمے نصب کرکے اس نے اپنی فوج کو دشمن کے مال غنیمت اور عیش کوش زندگی کے متعلق بتایا۔

شاہ بہرام کی امن پسندانہ حکمت عملی

اردشیر کے جانشین کا نام بہرام تھا۔اس نے اگرچہ سجستان کو فتح کر کے بالائی ایشیا کی ایک جنگجو قوم کو شکست دی تھی مگر رومی افواج کی آمد پر خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے کوشش کی کہ معاملہ گفت وشنید سے حل ہو جائے اور نوبت جنگ تک نہ پہنچے۔غروب آفتاب کے وقت اس کے سفیر رومی پڑاؤ میں داخل ہوئے۔اس وقت رومی فوج کھانا کھا رہی تھی۔سفیروں نے شہنشاہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔انھیں بلآخر ایک سپاہی کے پاس لے جایا گیا جو گھاس پر بیٹھا تھا اور لحم خنزیر اور سخت مٹر کی ایک معمولی مقدار اس کے کھانے میں شامل تھی۔قرمزی رنگ کا ایک کھردرا کپڑا اس کی شہنشاہی کی علامت تھا اور اس کے شاہانہ وقار کی علامت تھا۔شہنشاہ نے نہایت اکھڑپن سے گفتگو کرتے ہوئے سفیروں کو کہا کہ جب تک شہشاہ فارس روم کی برتری کو تسلیم نہیں کرے گا وہ اس کے ملک سے درختوں تک کو صاف کر دیں گے۔فارس کے شہنشاہ کے سفیر اس کا یہ رویہ دیکھ کر کانپ اٹھے اور انھوں نے واپسی کی راہ اختیار کی۔

کاروس کے خیمہ پر آسمانی بجلی کا گرنا

کاروس کی دھمکیاں محض دھمکیاں ہی نہیں تھیں۔اس نے میسوپوٹیما کو فتح کر لیا تھا اور راستے میں اس کا سامنا جس دشمن سے بھی ہوا تھا اسے نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔سیلوشیا اور کیٹی فون جنھوں نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیے تھے انھیں بھی تباہ کر دیا گیا۔وہ اپنی فاتح افواج کے ساتھ دریائے دجلہ عبور کر آیا تھا اور حملہ کے لیے اس نے موزوں وقت کا انتخاب کر لیا تھا۔ادھر فارس کے سردار باہمی چپقلش کی وجہ سے علیٰحدہ علیٰحدہ ہو چکے تھے اور ان کی صفوں میں اتحاد قائم نہیں رہا تھا۔فارس کی افواج کا بیشتر حصہ ہندوستان کی سرحدوں پر متعین تھا۔روم اور اس کے علاقوں میں یہ خبریں موصول ہو چکی تھیں اور انھیں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی اہمیت کا احساس تھا۔کاروس کا عہد حکومت پیشین گوئیوں کی کامیابیوں کا زمانہ تھا۔انکا صحیح تذکرہ اس وقت تک نہ ہو سکا

جب تک وہ زندہ تھا۔ اس کی موت پر جس قدر مبہم واقعات رونما ہوئے ان کا ذکر اس کے نائبین میں سے ایک شہر کے گورنر نے کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمارا عزیز شہنشاہ بستر مرگ پر دراز تھا کہ اچانک پڑاؤ کو ایک طوفان نے آ گھیرا۔ آسمان پر اندھیرا چھا گیا جو اتنا گہرا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔ آسمان پر اس قدر گرج و چمک تھی کہ ہم سب کچھ بھول گئے۔ ایک بہت زوردار کڑک کے بعد ہم نے سنا کہ بادشاہ کی موت واقع ہوگئی اور ہم نے دیکھا کہ خود اس نے خیمے کو آگ لگا دی ہے۔ وہ یقیناً بہت مایوس تھا۔ اس نے حالت مایوسی میں ایسا کیا تھا۔ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ یہ خبر پھیل گئی کہ کاروس خیمے پر آسمانی بجلی گرنے سے ہلاک ہوگیا مگر سچ یہ تھا کہ اس کی موت اس کی اپنی عدم تنظیم کا نتیجہ تھی۔

کاروس کی اچانک موت کے بعد تخت خالی ہوگیا۔ اس مرتبہ تخت کسی ہنگامی کارروائی کی وجہ سے خالی نہیں ہوا تھا۔ فوج کے جرنیل خوف زدہ تھے اور ان میں سے کوئی بھی آگے آنے کو تیار نہیں تھا۔ نوجوان کیرینوس اور اس کے غیر حاضر بھائی دونوں کی بطور شہنشاہ توثیق کر دی گئی۔ عوام کو توقع تھی کہ کاروس کے جانشین اپنے باپ کے نقش قدم پر چلیں گے اور اہل فارس کو ویلیرین کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کی سزا دیں گے اور شمشیر بدست فارس کے شاہی محلات تک پہنچ جائیں گے۔ روم کی افواج میں اگرچہ نظم وضبط کی کمی نہیں تھی اور نا ہی وہ تعداد کی کمی کا شکار تھیں مگر اوہام پرستی کا شکار ہو چکی تھیں۔ شہنشاہ کے خیمے پر آسمانی بجلی کے گرنے کو وہ آسمانی طاقتوں کا عذاب سمجھتی تھیں اور اسے دیوتاؤں کی ناراضگی تصور کیا جاتا تھا۔ ایک پیشین گوئی انھیں یہ یاد تھی کہ رومی سلطنت کی حد دریائے فرات تک قائم رہے گی۔ رومی سپاہ شہنشاہ کے انجام سے بھی خوف زدہ تھی۔ وہ اپنے آپ کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے شہزادہ نومیرئین کو کہا کہ وہ دیوتاؤں کی رضا کے مطابق عمل کرے اور انھیں اس منحوس میدان جنگ سے واپس لے جائے۔ نیا شہنشاہ افواج کی ضد اور خوف زدگی کا مقابلہ نہ کر سکا اور لشکر کی واپسی پر رضامند ہوگیا۔ اس اچانک واپسی پر اہل فارس حیران رہ گئے کہ فتح مند دشمن کیسے واپس ہوگیا۔

شہنشاہ کے انجام کی خبر فارس کی سرحدوں سے انتہائی سرعت کے ساتھ روم پہنچ گئی تھی۔ سینیٹ اور صوبوں نے اس کے بیٹوں کی جانشینی پر مبارک باد پیش کی۔ صرف سولہ ماہ حکومت کرنے کے بعد کاروس کے موت واقع ہوگئی تھی اور ایک وسیع سلطنت اس کے بیٹوں کو وراثت میں مل گئی تھی۔ اس سریع ترقی کے لیے جن غیر معمولی خوبیوں کی ضرورت تھی وہ ان دونوں میں موجود نہیں تھیں۔ کیرینوس جوان دونوں میں بڑا تھا گال کی جنگ میں کامیابی سے اسے کسی قدر حوصلہ ملا تھا مگر جب وہ واپس روم آیا تو عیش وعشرت اور رنگینیوں میں کھو گیا اور اپنی خوش نصیبی سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگا۔ وہ عیش وعشرت کا دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ بدذوق اور ظالم بھی تھا۔ عوام کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہیں تھا اور نہ ہی اس کی کوئی قدومنزلت تھی۔ چند ماہ کے اندر اس نے کئی خواتین سے شادی کی اور ان کو طلاق دے دی۔ ان میں سے بیشتر حاملہ تھیں۔ وہ ایسے مشاغل سے اپنے جذبات کی تسکین کا سامان کرتا تھا جو خود اس کی اور شرفا روم کی سبکی کا باعث تھے۔ اسنے اپنے تمام مشیروں کو یا تو جلاوطن کر دیا یا پھر قتل کروادیا جو اس کے باپ نے اس کی تربیت کے لیے مقرر کیے تھے۔ اس کے عہد میں نہ صرف شاہی محلات بلکہ دسترخوان بھی نغمہ سراؤں، رقاصوں، زنان قحبہ اور دیگر غلط افراد سے بھرے رہتے تھے۔ اپنے دربانوں میں سے ایک کو اس نے حاکم شہر مقرر کر دیا۔ محافظ سپاہ کے سربراہ کو اس نے اس کے کمرے میں قتل کروادیا اور اس کی جگہ اس نے اپنے ایک ایسے وزیر کو محافظ فوج کا سربراہ مقرر کیا جو اس کے لیے عیش وعشرت کا سامان کرتا تھا۔ ایک اور وزیر جس کی شہرت کچھ اچھی نہیں تھی اس نے قونصلر مقرر کر دیا اور ایسے کئی غلط کار افراد کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دیا۔ کیرینوس کے دربار کی اگر کوئی خصوصیت تھی تو یہ تھی کہ اس کی غیر معمولی شان وشوکت قائم کر دی گئی تھی۔ اس نے رومی تماشا گاہوں اور سرکس کی رونقیں بحال کر دی تھیں۔ بعد کے دور میں روم کے عمر رسیدہ لوگ جب گذشتہ ایام کی رونقوں کو یاد کرتے تھے وہ پروبس اور اورمیلین کے فتوحات کے ساتھ کیرینوس کے دربار کی شان وشوکت کا بھی تذکرہ کرتے تھے۔

بک فورٹ ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز

نام کتاب	مصنف	قیمت
وقائع سیرت نبویؐ	اخلاس احمد قادری	800/-
عہد نبوی کی قرآنی خواتین	مولانا اسلم زاہد	550/-
تاریخ یورپ	ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ	800/-
تاریخ عصر قدیم	مولانا عبدالحلیم شرر	400/-
تاریخ قدیم	ضیاءالدین اکمل	300/-
قدیم دنیا کی تاریخ وتہذیب	ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ	350/
انحطاط زوالِ روما	ترجمہ: اخلاق احمد قادری	500/-
ہینی بال کی عسکری مہمات	ترجمہ: شیخ ریاض احمد	425/-
تاریخ کا مطالعہ	باری علیگ	350/-
فتح قسطنطنیہ	بدرالدین احمد	200/-
سیر دہلی	خواجہ حسن نظامی دہلوی	200/-
واقعات عالم	عدنان رشید چودھری	350/-
ناقابل تسخیر ذہن انسانی	ترجمہ محمد صفدر	200/-
دنیا کا سب سے بڑا موجد	محمد سعید	300/-
تاریخ قیصران روم	ترجمہ: اخلاق احمد قادری	470/-

نام کتاب	مصنف	قیمت
ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ	وسیم احمد سعید	350/-
تاریخ فرعون	خواجہ حسن نظامی	400/-
قدیم مصر	جے آر رائے	200/-
حضرت خالد بن ولیدؓ	ابوزید شلبی	300/-
مسلمان شاہی خاندان	سٹینلے لین پول	325/-
(ہیروڈوٹس کا سفرنامہ)	ترجمہ: شیخ ریاض احمد	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	ترجمہ: فرید ابوحدید	360/-
مجموعہ حکایات سعدی وروی	انتخاب: ڈاکٹر پروین کلو	650/-
تاریخ واسرار اہرام عالم	ترجمہ وتحقیق: اخلاق احمد قادری	500/-
ہنسی کے کرشمے	عبدالحمید عامر شیخ	330/-
گوتم بدھ	ڈاکٹر محمد حفیظ	240/-
تاریخ اقوام عالم قدیم	سینولیس	450/-
چنگیز خان اور منگول سلطنتیں	ترجمہ: جنید احمد	250/-
صحت مند طویل زندگی گزارنے کے سنہرے اصول	شکیل احمد	325/-

اردو علومِ عالم کی شہرہ آفاق کتاب

تاریخِ فرعون

خواجہ حسن نظامی دہلوی

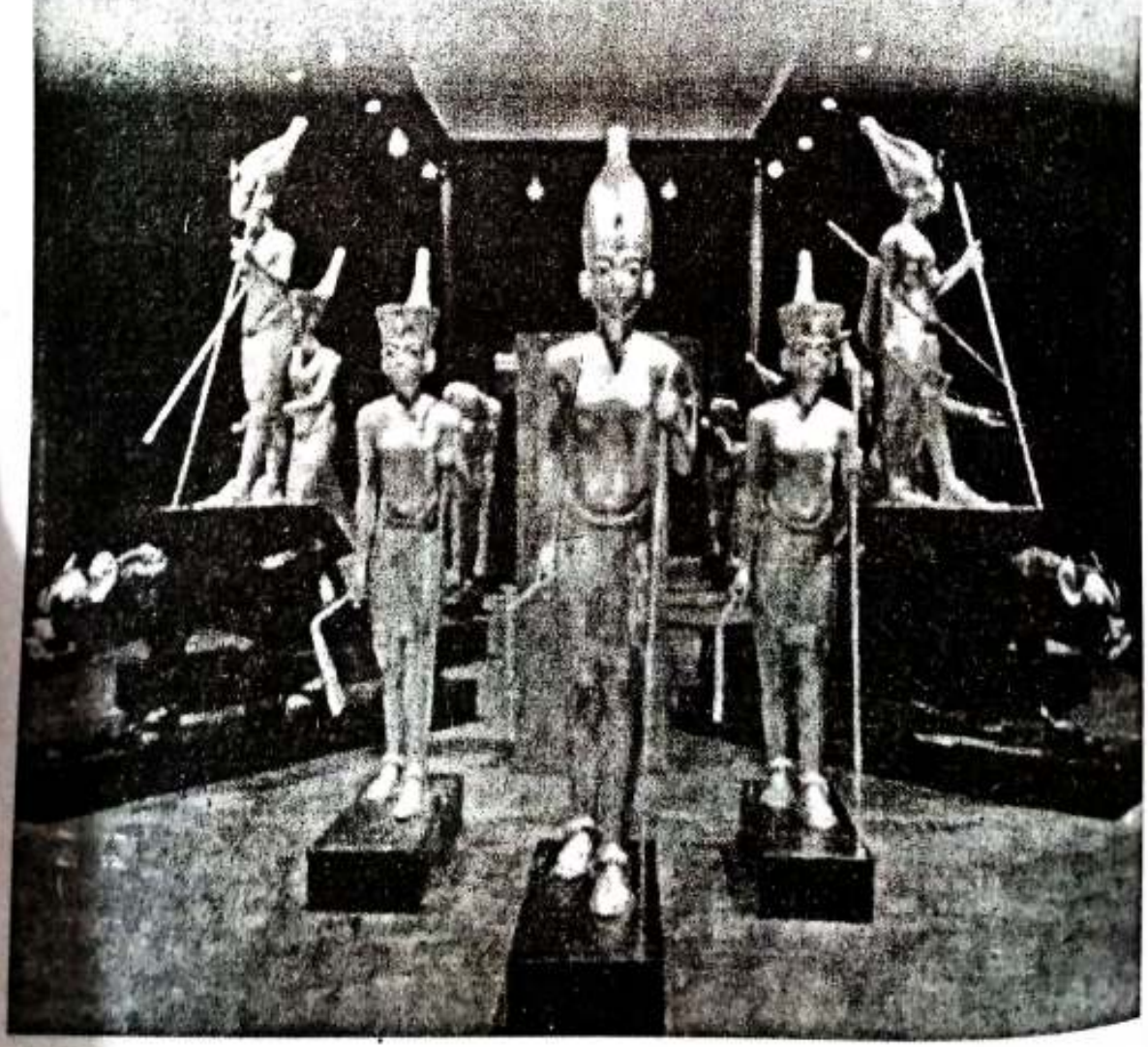

MAN'S UNCONQUERABLE MIND

BY GILBERT HIGHET

ناقابلِ تسخیر ذہنِ انسانی

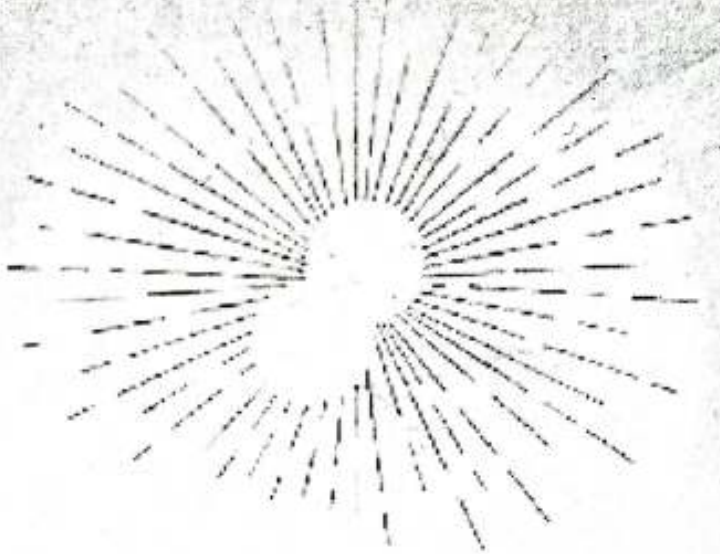

ترجمہ: محمد صفدر

نظر ثانی: پروفیسر سید عابد علی عابد

سیرِ دلّی

ہندوستان کے دل دہلی پر ایک نایاب کتاب

خواجہ حسن نظامی دہلوی

ہندوستان کے قدیم شہروں کی تاریخ

وسیم احمد سعید

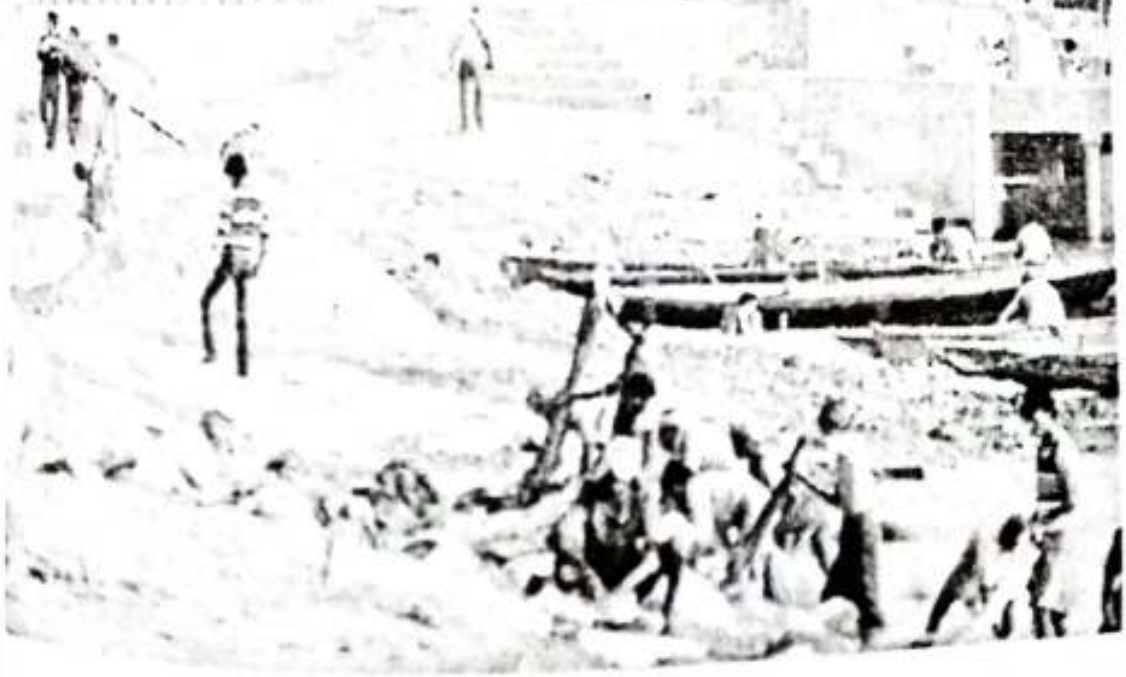

مسلمان شاہی خاندانوں کے مکمل سلسلوں کے بارے میں لین پول کی کتاب کا ترجمہ

مسلمان شاہی خاندان

اسٹینلے لین پول

ترجمہ: محمد عبدالرحمٰن خان

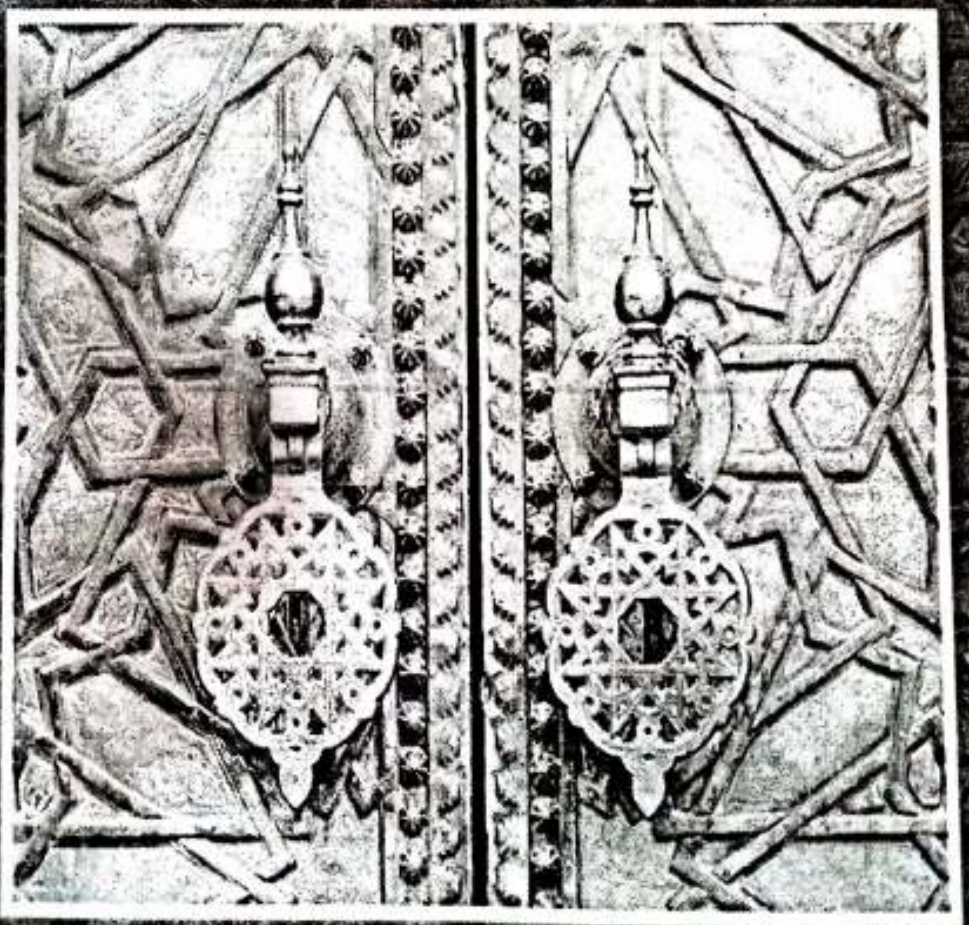

حضرت خالد بن ولید

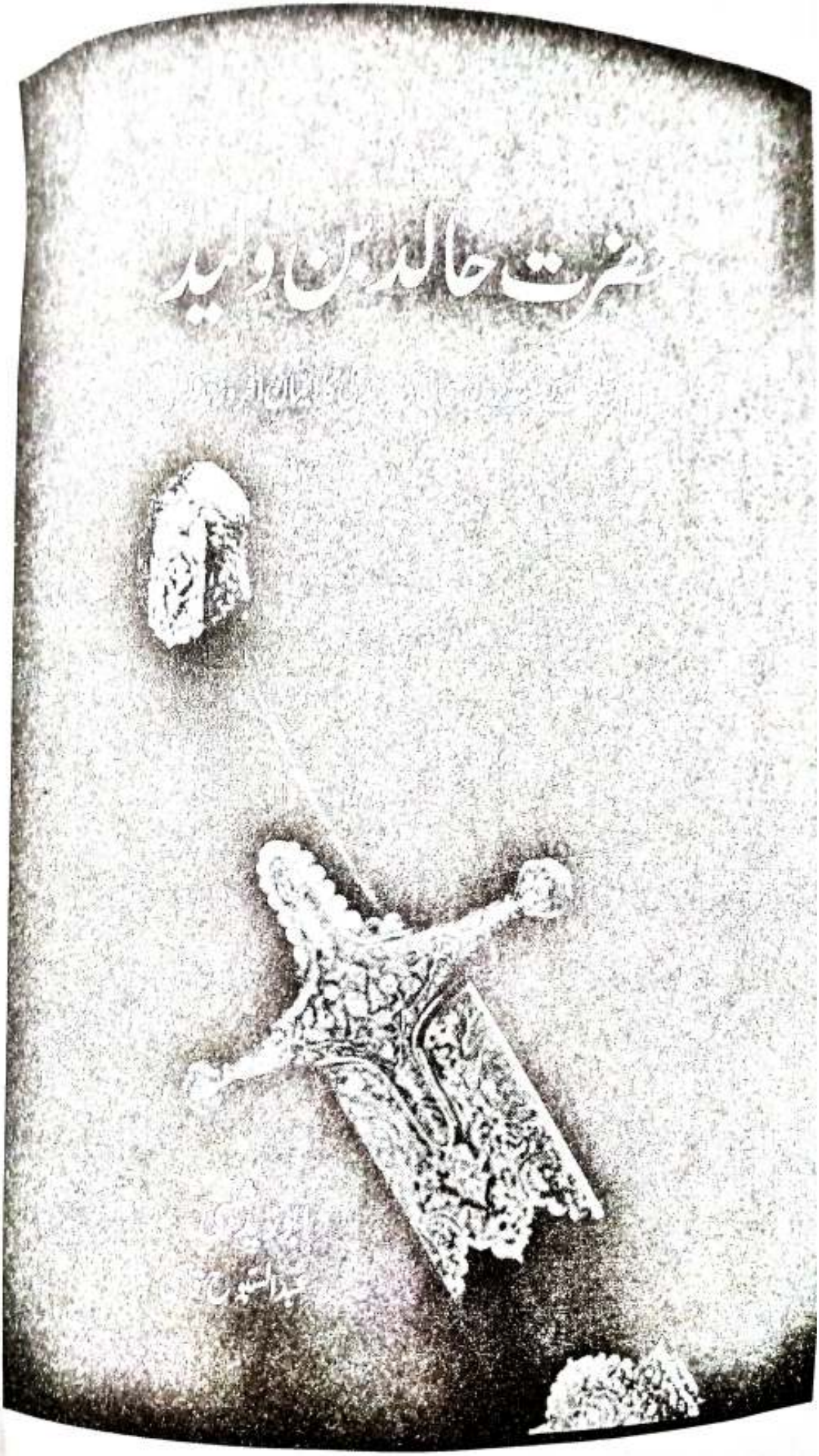

انگلستان کے مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن Edward G کا شمار گذشتہ تقریباً سوا دو سو سال سے دنیا کے مستند اور قابلِ اعتبار مؤرخین میں ہوتا ہے۔ اس کی یہ شہرت اس کی شہرۂ آفاق تصنیف Fall of the Roman Empire کی وجہ سے ہے۔ اپنی اس معرکۃ الآرا تصنیف میں گبن نے نہ صرف روما کی صدیوں کی تاریخ سمو دی ہے بلکہ اس نے اپنی اس کتاب میں بے شمار قبائل، اقوام عالم اور بادشاہوں اور شرفا کے شجرۂ نسب کا ذکر بھی کیا ہے۔ ''زوال و انحطاط روما'' کی پہلی جلد 1776ء میں شائع ہوئی تھی۔ گبن کا خیال تھا کہ پہلی بار صرف پانچ سو جلدیں شائع کی جائیں مگر اس کے ناشر نے ایک ہزار جلدیں شائع کرنا مناسب سمجھا۔

اپنی اس تصنیف میں گبن نے اپنے ذاتی علم، ذاتی تجربے کی بنیاد پر صدیوں کا سفر کیا ہے۔ یہ سفر مختلف مذاہب، مختلف تہذیبوں اور انسانی تاریخ کے انتہائی اہم مراحل کا سفر ہے۔ اس سفر میں کیسے کیسے انسان اور کیسے کیسے معاشرے قاری کی توجہ کھینچتے ہیں۔ اس سفر میں وہ کتنے ہی گرد آلود چہروں سے گرد جھاڑتا ہے۔ کتنے ہی نامکمل واقعات کو تکمیل کی صورت بخشتا نظر آتا ہے۔ کتنے ہی علوم اس کی تحریروں کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ گبن کا یہ سفر صدیوں پر محیط ہے۔ اس کے اس سفر کا اختتام 1453ء کے سال پر ہوتا ہے جب مغربی اور مشرقی رومی سلطنت کا زوال مکمل ہو چکا تھا۔

اپنی عظمت اور ایک بے مثال علمی اور تاریخی کارنامے کی حیثیت سے اس عظیم کتاب کا مطالعہ ہر باشعور انسان کے لیے ناگزیر ہے، لیکن چونکہ جدید ذرائع کی آمد کے بعد آج کے دور میں مطالعہ کا ذوق لوگوں میں بہت کم رہ گیا اور پھر کون اتنی ضخیم کتب میں سر کھپانے کے لے تیار ہوتا ہے۔ ان وجوہات کے پیش نظر اس کام کو احقر نے ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ قارئین کم سے کم وقت میں اس سے مکمل استفادہ حاصل کر سکیں۔

Gull

بک فورٹ
ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز
BF
فون: 03004931320